وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

اظہار الشّین فی عبارات محمد حسین

المعروف بہ

قہرِ حق

بر

صاحبِ "ندائے حق"

تالیف:

حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

اظہار الشین سے فی عبارات محمد حسین

المعروف بہ

قہرِ حق

بر

صاحب "ندائے حق"

حصہ اول

تالیف

حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

استاذ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مکتبہ امدادیہ ○ ڈیرہ اسمٰعیل خان
معرفت مسلم دندان ساز کمشنری بازار ڈیرہ اسمٰعیل خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ

پیدائش: ۱۹۴۶ء ...... وفات: ۳ر نومبر ۲۰۰۷ء

آپ بستی خانان شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل میں پیدا ہوئے۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان، جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ، جامعہ دار العلوم کبیر والہ سے دینی تعلیم حاصل کی۔ قائد آباد، جامعہ سراج العلوم سرگودھا، جامع مسجد کلاں ڈیرہ اسماعیل خان، مسجد نظام خان، جامعہ نعمانیہ صالحیہ ڈیرہ اسماعیل خان، مدرسہ سراجیہ خانقاہ سراجیہ ضلع میانوالی، نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں پڑھاتے رہے۔ پھر ڈیرہ غازی میں مدرسہ جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم قائم کیا۔

مولانا محمد حبیب اللہ ڈیروی محدث، مدرس، محقق اور مصنف تھے۔ مولانا محمد حسین نیلوی نے کتاب ''ندائے حق'' لکھی اس کے رد میں مولانا محمد حبیب اللہ ڈیروی نے ''اظہار الشّین فی عبارات محمد حسین المعروف بہ قھر حق بر ندائے حق حصہ اوّل'' نامی کتاب لکھی۔ پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۸۷ء میں لکھا جو تین سو بیس صفحات پر مشتمل تھا اور اس پہلے ایڈیشن کے ٹائٹل پر حصہ اوّل درج تھا۔ نہ معلوم دوسرا حصہ شائع بھی ہوا یا نہ، البتہ ہمیں میسر نہ آیا۔ غالب گمان ہے کہ شاید شائع ہی نہیں ہوا۔ اس لئے ہم نے اب اس کے ٹائٹل سے حصہ اوّل کے الفاظ حذف کر دیئے ہیں۔ پہلے ایڈیشن کو اس مجموعہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منکر حیات النبی ﷺ سے

از الحاج عبدالکریم صابر ڈیرہ اسماعیل خان

اس منکر حیات نبیؐ سے خطاب ہے
جس کا دماغ فتنہ کے باعث خراب ہے

شاہد حیات پاک پہ حق کی کتاب ہے
لا تشعرون تیرے حسد کا جواب ہے

خوف خدا ہے تجھ کو نہ شرم رسول ہے
امت تمام فتنے سے تیرے ملول ہے

ممکن نہیں حیات کا آئے تجھے شعور
یہ حق کا فیصلہ ہے نہ ہو حق سے اتنا دور

اس پر بھی تو نہ سمجھے کس کا ہے پھر قصور
ارشاد حق کے سامنے باطل تیرا غرور

موضوع بحث تیرا حیات النبیؐ ہے آج
ظالم تیرے فساد سے ہر دل دکھی ہے آج

انکار اس سے ہوتا ہے قرآن سے تیرا
انکار ہے نبیؐ کے بھی فرمان سے تیرا

یہ کیسا رابطہ ہوا شیطان سے تیرا
ٹکرا رہا دماغ ہے ایمان سے تیرا

فتنے سے تیرے کون ہے دنیا میں بچ گیا
فتنے سے تیرے دنیا میں کہرام مچ گیا

کیوں فتنہ عظیم اٹھایا ہے بے سبب
ہے مسئلہ حیات النبیؐ لب پہ روز و شب

گھیرے ہوئے ہے کیوں تجھے اللہ کا غضب
اپنی زبان کو تھام نہ اتنا ہو بے ادب

بغض نبیؐ کو قلب سیاہ سے نکال تو
اس بات کو نہ حد سے زیادہ اچھال تو

ہے بارگاہ ختم رسل سید الانام
کرتے ہیں جس کا جھک کے ملائک بھی احترام

واللہ وہ حیات ہیں سنتے ہیں وہ سلام
کٹ جائے یہ زباں تیرے اپنی زباں کو تھام

شرمندۂ دو جہاں میں تو روسیاہ ہو
تو بھی تباہ فتنہ بھی تیرا تباہ ہو

ہرگز خزاں نہ آئے گی رحمت کے باغ میں
ہرگز کمی نہ آئے گی روشن چراغ میں

ہرگز نہیں تمیز تجھے ہنس وزاغ میں
گوبر بھرا ہوا ہے تمہارے دماغ میں

موضوع بحث ذات گرامی ہی رہ گیا
ایمان تیرا کون سی ندی میں بہہ گیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ان اللہ وملائکته یصلون علی النبی یاایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیماً (القرآن الحکیم)

(ترجمہ) بے شک خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے پیغمبر (علیہ السلام) پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجا کرو۔

برادران اسلام! یہ آیت راقم الحروف نے بطور تبرک کے ذکر کر دی ہے۔ اس کی تشریح اور پوری تفصیل تو ان شاء اللہ تعالیٰ حصہ دوم میں آئے گی، البتہ ایک حوالہ یہاں بھی ذکر کر دیا جائے تو فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ایک راہنما حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں تو ہر مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کو امت کی طرف سے فرستادہ صلوٰۃ وسلام پہنچتا ہے۔ اگر نہ پہنچتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا امر کیوں فرماتے اور ایمان کے لئے اتنا کافی ہے کہ یقین محکم ہو کہ پہنچتا ہے۔ آگے اس کی کیفیت کیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اگر ہمارے فہم اس کیفیت کے پانے سے قاصر ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں کرے گا۔ (تسکین القلوب ص ۱۰۵)

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اگر قاضی صاحب اسی بات پر قائم رہتے اور اس کی تشریح نہ کرتے تو کیا ہی بہتر تھا۔

قارئین کرام! ہماری گفتگو کا رخ چونکہ نیلوی صاحب کی طرف ہے۔ اس لئے چند باتوں کا عرض کرنا ضروری ہے۔ نیلوی صاحب اور بندیالوی صاحب نے مشترکہ کارروائی کے ذریعہ شفاء الصدور کو طبع کرایا۔ شفاء الصدور نیلوی صاحب نے عربی میں لکھی تو اس کا ترجمہ مدرسہ ضیاء العلوم سرگودھا کے مہتمم مولانا محمد امیر صاحب بندیالوی نے اردو میں کیا۔ یہ ۱۹۶۸ء میں طبع ہو چکی تھی۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: پندرہ سال کا عرصہ ہو چکا ہے کہ بریلویہ عقیدہ کی تردید میں شفاء الصدور کتاب لکھی تھی۔ پھر امید کے بالکل برعکس بریلوی چپ سادھ ہو گئے۔ مگر دیوبند دار العلوم کے فارغ جو قبل ازیں رد بریلویت میں تسلی بخش کام کرتے رہے ہیں۔ یعنی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب نے شفاء الصدور کی تردید میں تسکین الصدور لکھی۔ پھر ندائے حق میں حق واضح کیا گیا۔ چاہئے تھا کہ مشن ایک ہونے کی وجہ سے خاموش ہو جاتے، مگر سماع الموتی وطبع جدید تسکین الصدور لکھ کر بریلویت کے خشک درخت کو پانی دے دیا، جس سے وہ ہرا ہو کر خوب برگ وبار نکالنے لگ گیا ہے۔ احقاق حق کے لئے دوبارہ ندائے حق لکھی جس میں مولانا کے سارے طلسم سے پردہ اٹھا دیا گیا ہے۔ (ندائے حق جز اول، مطبوعہ یکم رجولائی ۱۹۸۳ء مطابق ۱۹ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ)

نیلوی صاحب کی غلط بیانی

نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ بریلویہ عقیدہ کی تردید کے لئے شفاء الصدور لکھی تھی، درست نہیں۔ اس لئے کہ نیلوی صاحب نے احمد رضا خاں صاحب بریلوی کو اپنا ہمنواہ بنایا ہے۔ چنانچہ ملفوظات حصہ سوم سے یہ حوالہ نقل کیا ہے اور بے شک جسم نہیں سنتا، سنتی روح ہے۔ (شفاء الصدور مترجم طبع اول ص ۶۲)

پھر شفاء الصدور کے ص ۷۱ میں نمبر ۸۷ پر احمد رضا خان بریلوی کا نام شمار کیا عدم سماع موتی کے قائلین میں، معلوم ہوا مشن وعقیدہ ایک ہے۔ اس لئے دونوں حضرات کو دیوبندیوں سے نفرت ہے۔ احمد رضا خان صاحب بریلوی نے جو علماء دیوبند پر الزام لگایا تھا کہ وہ حیات النبی ﷺ کے قائل نہیں ہیں جس کے جواب میں علماء دیوبند کی طرف سے ''المھند علی المفند'' لکھی گئی۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۲)

علماء دیوبند نے اس الزام میں خان صاحب بریلوی کو جھوٹا ثابت کر دیا تھا۔ مگر نیلوی صاحب کی جماعت اپنے آقا احمد رضا خان بریلوی کو سچا ثابت کرنے کے لئے ''المھند علی المفند'' کو ناقابل اعتبار ٹھہرا رہے ہیں۔ چونکہ مشن ایک ہے۔ علماء دیوبند کی توہین کرنا اسی طرح نیلوی صاحب نے (شفاء الصدور ص ۱۰۶) میں حدیث: ''من صلی علی عند قبری سمعته'' کی تردید کی ہے۔ اس لئے کہ بریلوی اس کو نہیں مانتے۔ (اس کی مزید تشریح باب الحمایات میں آرہی ہے)

لطیفہ: بندیالوی صاحب لکھتے ہیں: (جب قرآن وحدیث سے دلیل نہ ملی) تو پھر ابوحنیفہ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے جواب آیا کہ لعنت ہو اس پر جو یہ عقیدہ رکھے کہ مردے سنتے ہیں۔ (شفاء الصدور ص ۱۰۶)

معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سنتے تھے تو اندر سے جواب آیا۔ اب قارئین خود فیصلہ فرمالیں کہ بندیالوی صاحب کون ہیں۔ نیلوی صاحب ناراض ہیں حضرت صفدر صاحب دامت برکاتہم پر لیکن خود جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ترجمان ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی جولائی ۱۹۶۸ء نے اس پر کیا تبصرہ کیا ہے، اس کو بھی ذرا غور سے پڑھ لیں۔ اس لئے مکمل تبصرہ کی فوٹو کاپی از ص ۳۳ تا ۳۸ لگائی جاتی ہے۔ اس کو پڑھ کر پھر قارئین کرام اس تقریظ کو بھی پڑھ لیں جو مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے شفاء الصدور پر لکھی ہے جس میں نیلوی صاحب کو انصاف وتحقیق سے دلائل بیان کرنے والا لکھا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) ضد وہٹ دھرمی کا خدا ستیاناس کرے۔ یہ بڑے بڑے آدمیوں کو تباہ کر دیتا ہے۔

مترجم شفاء الصدور کی امانت ودیانت ملاحظہ ہو

نیلوی صاحب کے متعلق مزید حقائق قارئین کی خدمت میں پیش ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! لیکن مترجم شفاء الصدور مولانا محمد امیر بندیالوی کی چند خیانتیں، جہالتیں ملاحظہ ہوں۔

۱...... نیلوی صاحب نے قلیب بدر کی روایت کا یہ جواب لکھا: ''قلنا غیر ثابت فانه لما بلغ هذا الحدیث عائشة رضی اللہ عنہا قالت کذبتم علی رسول الله ﷺ'' مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ بالکل چھوڑ دیا ہے۔ اس کا ترجمہ نیلوی صاحب نے (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۵۹) میں یوں کیا ہے۔ یعنی جب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بدر کے مردوں سے آنحضرت ﷺ کے ہم کلام ہونے کی حدیث پہنچی تو صاف فرمایا کہ لوگو! تم رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتے اور آپ ﷺ پر اتہام (تہمت) لگاتے ہو۔ نیلوی صاحب نے مودودی صاحب کی طرح یہ حوالہ نقل کر کے اور اس کا ترجمہ کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو معاذ اللہ جہنمی قرار دیا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ بولنے والا جہنمی ہے۔ ہم تو اس کے جواب میں بمطابق حدیث شریف یہی کہیں گے۔ (لعنۃ اللہ علی شرکم) اس حوالہ کی مزید تحقیق باب الکذبات (نیلوی صاحب کے جھوٹ) میں آرہی ہے۔

تعارف کتب

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں ——— ادارہ

شفاء الصدور مؤلف مولانا محمد حسین نیلوی صدر مدرس مدرسہ ضیاء العلوم سرگودھا۔ مترجم مولانا محمد امیر بندیالوی مہتمم مدرسہ مذکورہ۔ کاغذ سفید، کتابت و طباعت گوارا، ضخامت ۲۰×۳۰ سائز کے ۱۴۴ صفحات، قیمت دو روپے پچاس پیسے۔ ملنے کا پتہ:- مدرسہ ضیاء العلوم ڈاکخانہ سرگودھا۔

کتاب کا پورا نام یہ ہے: "شفاء الصدور فی تحقیق عدم سماع من فی القبور" نام سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب سماع موتی کی نفی پر لکھی گئی ہے اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مردے سنتے نہیں۔ اصل کتاب پر تبصرہ کرنے سے پہلے نفس موضوع کے بارے میں چند معروضات پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

۱۔ مسئلہ سماع موتی اسلام کے ان اعتقادیات میں سے نہیں ہے جن کے اثبات یا انکار پر کسی کے کفر و اسلام کا فیصلہ کیا جاتا ہے یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے جس میں بحث و تمحیص اور اختلاف رائے کی گنجائش موجود ہے۔

۲۔ جہاں تک راقم کے علم و مطالعہ کی رسائی ہے، ابتدائی صدیوں میں مسئلہ سماع موتی کی اختلافی حیثیت مدنظر نہیں آتی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں اس مسئلہ سے متعلق صرف ایک ہی مشہور واقعہ ملتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے سامنے قلیب بدر والی حدیث بیان کی گئی جس میں حضور علیہ السلام نے حضرت عمرؓ کے جواب میں ارشاد فرمایا "میں جو کچھ ان مردوں سے کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو" حضرت صدیقہؓ نے یہ حدیث سن کر فرمایا اس حدیث میں سماع سے مراد علم ہے یعنی حضور علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ مرنے کے بعد مشرکین کو میری سچائی کا حق الیقین حاصل ہو چکا ہے اب میرے قول کی سچائی کا علم تمہیں ان سے زیادہ نہیں۔

حضرت عائشہؓ کے سامنے جس صحابیؓ نے یہ حدیث ذکر کی تھی اس سے اس کا مقصد سماع موتی کا

اثبات نہ تھا بلکہ محض غزوۂ بدر کا ایک واقعہ بیان کرنا مقصود تھا اگر ان کا یہ مقصد ہوتا تو انہیں چاہیے تھا کہ وہ حضرت عائشہؓ کے جواب میں وہ حدیثیں پیش کرتے جن سے متاخرین نے سماع موتیٰ کے اثبات پر استدلال کیا ہے مثلاً " قرع نعال " والی حدیث جو صحیحین میں موجود ہے۔

ایک دوسرے صحابی حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بھی قلیب بدر والی حدیث میں تاویل کی کہ اللہ تعالیٰ نے قلیب بدر میں پڑے مُردوں میں حیات پیدا کر دی یہاں تک کہ ان کو حضور علیہ السلام کی باتیں سنوا دیں اس کے بعد اس مسئلہ پر پوری خاموشی نظر آتی ہے یہاں تک کہ مسئلہ عذاب قبر پر کلامی مجادل کا آغاز ہوا اور کتاب الایمان کی فقہی جزئیات زیر بحث آئیں۔

دیگر فروعی اختلافات کی طرح مسئلہ سماع موتیٰ بھی افراط و تفریط کا نشانہ بن چکا ہے۔ منکرین سماع نے ہر ثابت شدہ جزئی کا انکار کر دیا اور مثبتین سماع نے سماع کو قاعدہ کلیہ بنا کر ہر حال میں سماع کا دعویٰ کر دیا اور پھر اس سے تجاوز کر کے استشفاع اور استغاثہ کے جواز کا بھی فتویٰ دے دیا، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے اس مسئلہ میں اصل تو عدم سماع ہے یعنی مُردے نہیں سنتے جیسا کہ قرآن مجید کی تین آیتوں میں اس کی تقریباً صراحت ہے یہ تین آیتیں کتاب زیر تبصرہ کے پہلے باب میں نمبر ۲، ۳ اور ۴ کے تحت درج ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی حدیثوں سے بھی یہ حقیقت ثابت اور مؤید ہے۔ عقل بھی اس کی تائید کرتی ہے کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ سماع حیات پر مترتب ہوتا ہے اور حیات کا قیام روح سے ہے لیکن میت سے روح خارج ہو جاتی ہے اور پھر بدن سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے " آب حیات " میں شہداء کے بارے میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

اہل تحقیق نے کتاب و سنت کی تصریحات سے یہی سمجھا ہے۔ کہ اصل عدم سماع ہی ہے۔ علامہ بدر الدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۸ ص ۲۰۲ پر محدث ابن التین کا قول نقل کرتے ہیں:

الموتیٰ لا یسمعون بلا شک	اس میں کوئی شک نہیں کہ مردے نہیں سنتے

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:-

المیت لیس من شان السماع ولا یتحقق منہ السماع الا معجزۃ کسماع اھل القلیب (روح المعانی ج ۷ ص ۲۹)	میت کا کام سننا نہیں اور نہ اس کا سننا ممکن ہی ہے مگر بصورت معجزہ جیسا کہ قلیب بدر کے مردوں نے بطور معجزہ سن لیا تھا۔

مولانا بشیر الدین قنوجی تفہیم المسائل (ص۸۵) میں لکھتے ہیں :۔

مذہب جمہور فقہاء انکار سماع موتیٰ است و از اکثر کتب فقہ نیز مستفاد است کہ عدم سماع موتیٰ قول متفق علیہ است ۔

تمام فقہاء کا مسلک یہی کہ مردے نہیں سنتے اور اکثر کتب فقہ سے بھی مستفاد ہے کہ عدم سماع موتیٰ متفق علیہ قول ہے۔

قدوۃ المحدثین شیخ الشیوخ حضرت امام انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :۔

ان الضابطۃ انما ھو عدم السماع لکن المستثنیات فی ھذا الباب کثیرۃ (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۱ ص۴۹۲)

ضابطہ اور اصل تو یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے لیکن اس ضابطے سے بہت سی جزئیات مستثنیٰ ہیں۔

تفصیل بالا سے معلوم ہوگیا کہ اصل ضابطہ یہی ہے کہ مردے نہیں سنتے لیکن بہت سی جزئیات اس ضابطے سے مستثنیٰ بھی ہیں جیسا کہ متعدد جزئیات صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں اصل ضابطہ عدم سماع اپنی جگہ قائم رہے گا اور جن جزئیات میں صحیح حدیثوں سے سماع موتیٰ ثابت ہے وہ ان ہی جزئیات میں محصور رہے گا اور ان جزئیات پر قیاس کرکے تمام احوال میں سماع موتیٰ ثابت نہیں کیا جائے گا کیونکہ جن جزئیات میں سماع ثابت ہے وہ خود خلاف عقل و قیاس اور اسباب عادیہ سے ماوراء ہیں۔ لہٰذا ان پر قیاس جائز نہیں

علامہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد فرماتے ہیں :۔

ان السماع مطلقا وکذا سائر الاحساسات لیس الا تابعا للمشیئۃ فماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن فیقتصر علی القول بسماع ما ورد السمع بسماعہ من السلام ونحوہ وھذا الوجہ الذی یترجح عندی۔ (روح المعانی ج ۲۱ ص۵۵)

مطلق سماع موتیٰ اور اسی طرح دوسرے احساسات اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے تابع ہیں جہاں اللہ چاہے ثابت ہوں گے جہاں نہ چاہے معدوم ہوں گے۔ لہٰذا صرف اسی جگہ سماع تسلیم کیا جائے گا جہاں کتاب و سنت میں سماع ثابت ہے مثلاً زائر کے سلام کا سننا وغیرہ۔ میرے نزدیک یہی راجح ہے

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی "سورۃ روم کی آیت فانک لا تسمع الموتیٰ پر لکھتے ہیں :۔

" یعنی تم یہ نہیں کر سکتے کہ کچھ بولو اور اپنی آواز مردے کو سنا دو کیونکہ یہ چیز ظاہری اور عادی اسباب کے خلاف ہے البتہ حق تعالیٰ کی قدرت سے

ظاہری اسباب کے خلاف تمہاری کوئی بات مُردہ سُن لے' اس کا انکار کوئی مومن نہیں کر سکتا اب نصوص سے جن باتوں کا اس غیر معمولی طریقہ سے سُننا ثابت ہو جائے گا اسی حد تک ہم کو سماع موتیٰ کا قائل ہونا چاہیئے محض قیاس کرکے دوسری باتوں کو سماع کے تحت میں نہیں لا سکتے " الخ

میرے خیال میں مسئلہ سماع موتیٰ کا یہ نہایت ہی موزوں کتاب و سنت کے عین مطابق اور معتدل حل ہے اس کے بعد اس مسئلہ میں نزاع و اختلاف ختم ہو جاتا ہے اصل ضابطہ عدم سماع کو قرار دیا جائے اور صحیح حدیثوں سے جن مواقع اور جزئیات میں سماع موتیٰ ثابت ہے اسے ان مواقع و جزئیات کے ساتھ مختص مانا جائے اور ان پر قیاس کرکے دیگر احوال میں سماع موتیٰ ثابت نہ کیا جائے اس طرح نصوص کتاب و سنت کے درمیان کوئی منافات باقی نہ رہے گی۔ کتاب و سنت میں جہاں سماع موتیٰ کی نفی ہے وہاں اصل ضابطہ مذکور ہے اور جن نصوص سے سماع کا ثبوت ملتا ہے ان میں مستثنیات کا ذکر ہے۔ ھٰذا واللّٰہ ولی التوفیق وھو یھدی الی طریق الصواب۔

اس طویل سمع خراشی کے بعد اب کتاب زیر تبصرہ کے بارے میں کچھ کہنا ہے۔ کتاب ایک مقدمہ' پانچ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے مقدمہ میں چند اصولی قواعد مذکور ہیں باب اوّل میں دس آیتیں درج ہیں جن سے مصنف نے سماع موتیٰ کی نفی پر استدلال کیا ہے' ان گیارہ آیتوں میں سے تین آیتوں (۲' ۳' ۴) سے سماع کی نفی صراحۃً ثابت ہے۔ باقی آیتوں کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ مفسرین کے نقل کردہ اقوال سے ظاہر ہے کہ انہوں نے نفی سماع کو ان آیتوں کے عموم میں شامل کیا ہے۔

دوسرے باب میں دس حدیثیں مذکور ہیں جو مصنف کے نزدیک نفی سماع موتیٰ پر دلیل ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان نو دس حدیثوں میں سے ایک بھی ایسی نہیں جسے اصل دعوے کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہو۔ ان سب حدیثوں سے مصنف اور مترجم نے زبردستی کھینچ تان کر سماع موتیٰ کی نفی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے بعض جگہوں میں تو مصنف نے نہایت ہی رکیک بلکہ مضحکہ خیز تاویلوں کا ارتکاب کیا ہے۔ مثلاً حدیث پنجم کے تحت لکھتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کے دفن کے وقت صحابہؓ میں اختلاف ہو گیا کہ آپ کی قبر میں لحد بنائی جائے یا شق تو اگر سماع موتیٰ حق ہوتا تو صحابہؓ کو چاہیئے تھا کہ وہ حضور علیہ السلام

کی میت سے پوچھ لیتے اور چاہیے تھا کہ آپ معجزۃً ان کا کلام سن لیتے اور ان کو جواب دیتے اور پھر صحابہؓ بھی بطور کرامت آپ کا جواب سن لیتے گویا معجزہ اور کرامت جناب مصنف کے "چاہیے تھا" کے غلام ہیں جب چاہیں ان سے کام نکال لیں ۔

اسی قسم کے ایک اور سطحی استدلال کی مثال ملاحظہ ہو ۔ چودھویں حدیث کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان قیدیوں کی سفارش کرتا تو میں ان کو آزاد کر دیتا ۔ اس کے تحت مصنف فرماتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام سماع موتیٰ کے قائل ہوتے تو آپ مطعم بن عدی کی قبر پر جا کر ان قیدیوں کے بارے میں اس سے پوچھتے اور اس سے پوچھے بغیر قیدیوں کو قتل نہ کرتے ۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ مردے نہیں سنتے ۔ مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ ایسے موقعوں پر بولا جاتا ہے ۔ نیز مصنف نے نہ معلوم یہ کہاں پڑھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بدر کے قیدیوں کو قتل کر دیا تھا ۔ یہ ایک معروف تاریخی حقیقت ہے جسے ہر طالب علم بھی جانتا ہے کہ اساریٰ بدر کو قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا گیا تھا ۔

تیسرے باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، اتباع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہاء و محدثین، متکلمین، مفسرین اور علماء محققین کے آثار و اقوال پیش کئے گئے ہیں۔ جو سماع موتیٰ کی نفی پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں ۔

چوتھے باب میں قائلین سماع موتیٰ کے دلائل کا جواب دیا گیا ہے ۔ پہلا، تیسرا اور چوتھا باب نہایت جاندار اور پر مغز ہیں ۔ مصنف نے بڑی محنت، کاوش اور دیدہ ریزی سے ان ابواب میں بصیرت افروز مواد بہم پہنچایا ہے ۔ علماء و طلباء کو تلاش و جستجو کی صعوبت سے سبکدوش کر دیا ہے ۔

دوسرے باب میں ان فرق باطلہ کا ذکر ہے جو مردوں کیلئے تمام حواس کے قیام کے قائل ہیں اہلسنت میں سے جو لوگ سماع موتیٰ کے قائل ہیں ان کا ان باطل فرقوں کے عقیدۂ سماع سے کوئی نسبت ہی نہیں بلکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی نام نہاد سنی حد سے تجاوز کر کے ان باطل پرستوں سے بھی آگے بڑھ جائے وہ تو ان ہی میں کا ہو گا اس لئے بغیر کسی تمہید اور وضاحتی نوٹ کے کتاب میں اس بحث کو درج کرنا اہلسنت کے ایک فریق کی حق تلفی ہے ۔

خاتمہ میں مردوں اور زندوں کے درمیان چوالیس امور میں فرق ذکر کیا گیا ہے ۔ مردوں اور زندوں

کے درمیان مصنف نے جو وجوہ فرق بیان کئے ہیں ان کے مطالعہ سے قارئین کے معلومات میں ضرور اضافہ ہوگا لیکن متنازع فیہ مسئلہ سے ان کا کیا تعلق ہے؟ ان وجوہ فرق کا سماعِ موتیٰ پر کوئی اثر نہیں؟ کیونکہ یہ فروق اسباب عادیہ یا علل ظاہریہ پر مبنی ہیں اور ان کا تعلق فقہی مسائل اور دنیوی معاملات سے ہے لیکن سماعِ موتیٰ ایک خالص برزخی معاملہ ہے اور اسباب عادیہ اور علل ظاہرہ کے خلاف ہے لیکن اپنے مواقع میں خبر صادق سے ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ ان وجوہ فرق کو جاننے اور ماننے کے باوجود منکرین سماع بھی فی الجملہ (یعنی جہاں کتاب و سنت سے ثابت ہو) سماع کے قائل ہیں۔

انکارِ سماع پر جس قدر دلائل اس کتاب میں جمع کر دیئے گئے ہیں یقیناً وہ کسی اور کتاب میں نہیں ملیں گے۔ لیکن افسوس کہ مسئلہ خالص علمی ہونے کے باوجود کتاب پر تحقیق کے بجائے ایک غلو سا رنگ نظر آتا ہے۔ اگر اس کتاب کو تحقیق کے انداز پر مرتب کیا جاتا تو اس کا مواد[1] پاسے کا سونا تھا۔

راقم کا خیال ہے کہ اس قسم کے فروعی مسائل میں غلو اور ضرورت سے زیادہ موشگافیاں افتراق و انتشار کا باعث ہیں ایسے خالص علمی مسائل علمی سطح پر ہی رہنے چاہئیں ان کو عوامی سطح پر لانے میں سراسر نقصان ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس بارے میں ہماری صحیح راہنمائی کرتا ہے فرماتے ہیں:۔

"اگر اس زمانہ میں اس امکانِ استماع کا بھی چرچا کیا جائے تو اس علم سے نفع دینی تو کچھ متصور نہیں، البتہ قربتِ مضامین شرکیہ کا گمان غالب ہے۔ اس لئے یوں مناسب ہے کہ عوام کو فقط طریقہ مسنونہ زیارت قبور تعلیم کیا جائے اور اس سے زیادہ کوئی اطلاع نہ ہونے دے ورنہ اس علم امکانی سے ترقی مدارج تو معلوم، کیونکہ ضروریاتِ دینی میں سے نہیں۔ البتہ مواخذہ و نقصان مذکورہ کا احتمال ہے۔"

(جمال قاسمی ص۱۱)



[1] ان سے اول، سوم اور چہارم ابواب مراد ہیں۔ — سجاد بخاری

۲...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''ثم یقال لہ ثم فیقول ارجع (ای ارید الرجوع) الیٰ اھلی فاخبرھم (بان حالی طیب)'' (شفاء الصدور ص ۲۴) مترجم نے اس کا ترجمہ بھی چھوڑ دیا ہے۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔ مردہ کو قبر میں کہا جاتا ہے سو جا۔ پس وہ کہتا ہے کہ میں ارادہ کرتا ہوں لوٹنے کا، گھر والوں کی طرف تا کہ ان کو بتاؤں کہ میرا اچھا حال ہے۔ مترجم خائن نے یہ ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ اس میں میت کی حیات و سماع کا واضح ثبوت تھا۔

۳...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''علم ان مسئلۃ سماع الموتی واجابتھم ومعرفتھم مختلق للملحدین'' (شفاء الصدور ص ۲۵) مترجم نے اس کا ترجمہ بھی ادھورا کیا ہے۔ اصل ترجمہ یوں ہے۔ معلوم ہوا کہ سماع موتی کا مسئلہ اور موتی کا جواب دینا اور پہچاننا۔ بے دینوں کا گھڑا ہوا ہے۔ گویا نیلوی صاحب کے نزدیک سماع موتی کے قائلین بے دین ہیں۔ (معاذ اللہ) جب کہ نیلوی صاحب کے نزدیک امام شافعی و امام احمد و امام ابن تیمیہ و ابن قیم وغیرہم (رحمہم اللہ) سماع موتی کے قائل ہیں۔ حوالہ اپنے مقام پر آ رہا ہے۔ تفسیر جواہر القرآن وغیرہ میں سماع موتی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلافی کہا گیا ہے تو نیلوی صاحب کے تیر کا نشانہ کون بنے گا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون) ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب

۴...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''والکفار کالموتی لا یسمعون من النبی ﷺ'' (شفاء الصدور ص ۱۴) مترجم صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: ''اور کفار موتی کی طرح نہیں کہ پیغمبر کی بات نہیں سنتے۔'' مترجم صاحب نے الٹا ترجمہ کر دیا ہے ؎

ہم الٹے بات الٹی یار الٹے یہ الٹی ہی گنگا عجب چل رہی ہے

۵...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''وعدم توریث الانبیاء لحدیث صحیح مشھور یجوز بہ الزیادۃ علی کتاب اللہ'' (شفاء الصدور ص ۱۱۹) مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ بھی بالکل چھوڑ دیا ہے۔ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

قارئین کرام! ترجمہ ملاحظہ ہو اور انبیاء علیہم السلام کی وراثت کا تقسیم نہ کرنا مشہور صحیح حدیث کی بناء پر ہے جس کی وجہ سے کتاب اللہ پر زیادۃ کرنا جائز ہے۔

۶...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''قال المولیٰ ظھیر الدین والسوال لکل ذی روح حتی ان الرضیع یسئال ویلقنہ الملک او یلھمہ اللہ'' (خلاصہ ج ۱ ص ۲۲۶، شفاء الصدور ص ۷۴) مترجم صاحب نے اس کا ترجمہ بھی بالکل چھوڑ دیا ہے۔ یہ ہے مترجم صاحب کی دیانت۔

قارئین کرام! اس کا ترجمہ ملاحظہ کریں۔ صاحب فتاویٰ ظہیریہ علامہ ظہیر الدین فرماتے ہیں کہ (قبر میں) سوال ہر ذی روح کے لئے ہے۔ حتیٰ کہ دودھ پینے والا بچہ کو بھی سوال کیا جائے گا اور فرشتہ اس کو جواب القاء کرے گا یا خود اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو الہام کریں گے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۲۶) چونکہ یہ حوالہ مترجم صاحب کے مذہب کے خلاف تھا، اس لئے ترجمہ کرنے سے گریز کر کے اپنے خائن ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

۷...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''قلت غیر صحیح وان صححہ'' (عبد الحق شفاء الصدور ص ۷۴) اس کا ترجمہ بھی مترجم نے خیانت کرتے ہوئے چھوڑ دیا ہے۔

قارئین حضرات! ترجمہ ملاحظہ کریں۔ میں نیلوی کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اگرچہ عبدالحق محدث نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

۸...... مترجم صاحب ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور ہاتھ بھی باہر نکال سکتا ہے۔ مصافحہ بھی کرسکتا ہے۔ (شفاء الصدور ص ۲۳) حالانکہ اصل عربی کے الفاظ جو نیلوی صاحب نے لکھے ہیں ان میں کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں، جن کا مترجم صاحب نے ترجمہ کیا ہو۔ یہ عجیب مترجم ہے۔

گر ہمیں ملا و ہمیں مکتب کار طفلاں تمام خواہد بود

۹...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''عن محمد بن باقر'' (شفاء الصدور ص ۵۹) مترجم صاحب لکھتے ہیں: ''محمد بن باقر سے روایت ہے اور حاشیہ پر سرخی ہے۔ مذہب محمد بن باقر۔''

قارئین کرام! نیلوی اور مترجم صاحب کو اتنا بھی معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں۔ محمد بن باقر کون ہے۔ نیلوی صاحب کو چاہئے کہ اس کی وضاحت کریں۔

قارئین کرام! راقم الحروف تو امام محمد باقر کو جانتا ہے جو کہ امام جعفر صادق کے والد محترم تھے۔ یہ محمد بن باقر کون ہے، اس کی وضاحت نیلوی صاحب کریں گے۔ خیر سے نیلوی صاحب کاتب بھی خود ہیں۔ بہت خوب!

۱۰...... فی الفتح سے مراد فتح القدیر ہے۔ مگر مترجم نے فتح الباری مراد لی ہے۔ (شفاء الصدور ص ۴۸)

۱۱...... نیلوی صاحب (شفاء الصدور ص ۹۲) میں لکھتے ہیں: ''اخبرنی محمد امیر قال قال مجدد المائۃ الحاضرۃ حامی الکتاب والسنۃ ماحی الشرک والبدعۃ المولی الشیخ حسین علی رحمہ اللہ قال رسول اللہ ﷺ اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن فاذا قال المؤذن الصلوٰۃ خیر من النوم امرنا ان یقول کل من سمع النداء منا'' صدقت وبررت وبالحق نطقت! (کما فی المرقاۃ لعلی القاری ج ۲ ص ۱۶۰)

مترجم صاحب نے اس ساری لمبی عبارت کا صرف یہ ترجمہ کیا ہے، ملاحظہ ہو۔ مؤذن کے جواب میں ''صدقت وبررت وبالحق نطقت'' حدیثوں میں آیا ہے۔

قارئین کرام! اصل عبارت کا ترجمہ یوں ہے۔ مجھے محمد امیر نے بتایا کہ اس صدی کے مجدد، کتاب وسنت کے حامی، شرک وبدعت کے ماحی حضرت مولانا حسین علی صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم اذان سنو، پس کہو جواب میں جس طرح موذن کہتا ہے۔ پس جب مؤذن الصلوٰۃ خیر من النوم کہے تو رسول اللہ ﷺ نے حکم کیا کہ ہر شخص اذان سننے والا اس جملہ کے جواب میں ''صدقت وبررت وبالحق نطقت'' کہے۔ (جیسا کہ ملا علی قاری کی مرقاۃ ج ۲ ص ۱۶۰) میں ہے۔

یہ ہے لمبی عبارت کا ترجمہ جس کو مترجم صاحب نے چند ہی الفاظ میں ادا کر کے حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے۔ نیلوی صاحب اور بندیالوی صاحب نے نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مؤذن کا جملہ الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت وبررت وبالحق نطقت کہا کرو۔ کیونکہ کسی حدیث میں جو باسند ہو، ایسی عبارت نہیں ملتی۔ ملا علی قاری نے بھی (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۶۰) میں مؤذن کے جملہ الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت وبررت وبالحق نطقت کہنا لکھا ہے۔ لیکن اس کی نسبت صراحۃً نبی اکرم ﷺ کی طرف نہیں کی بلکہ (موضوعات کبیر ص ۸۷) میں فرماتے ہیں: (جس کا ترجمہ یہ ہے) صدق رسول اللہ ﷺ یہ کلام بہت سے لوگ صبح کی اذان کے وقت مؤذن کے قول الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بے اصل ہے اور اسی طرح

ان عام لوگوں کا مؤذن کے جملہ الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت وبررت وبالحق نطقت کہنا بھی بے اصل ہے۔شوافع حضرات نے اس کو مستحب قرار دیا ہے اور علامہ دمیری نے فرمایا کہ ابن الرفعہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اس میں حدیث وارد ہوئی ہے۔حالانکہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کسی محدث نے یہ حدیث پیش کی ہے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب اور بندیالوی صاحب کا یہ ہے مبلغ علم اور حضرت مولانا حسین علی صاحب کو بھی اس میں ملوث کردیا۔اگر بالفرض مولانا حسین علی صاحب کہہ بھی دیں کہ یہ حدیث میں آتا ہے تو کیا ان کے کہہ دینے سے یہ حدیث بن جائے گی؟ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) کیا مولانا حسین علی صاحب ان کے نزدیک صحابی ہیں۔(معاذاللہ) ؎

جو بے عشق محمدؐ ہیں محدث بخاران کو آتا ہے بخاری نہیں آتی

بندیالوی صاحب کے جھوٹ ملاحظہ ہوں۔

جھوٹ نمبرا: بندیالوی صاحب (الاقوال المرضیہ ص۵۸) میں لکھتے ہیں:"وفی جامع الصغیر للامام محمدو کذالک الکلام لان معناہ الافھام والموت ینافیہ لقولہ تعالیٰ وما انت بمسمع من فی القبور"

الجواب: بندیالوی صاحب نے یہ خالص جھوٹ بولا ہے۔امام محمد کی جامع الصغیر میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

دروغ گورا حافظہ نباشد

جھوٹ نمبر ۲: بندیالوی صاحب لکھتے ہیں: پیغمبر خدا ﷺ نے ابتداء اسلام میں زیارۃ القبور سے مطلقاً مردوعورت کو منع فرمادیا تھا۔جب بعد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو پوراپورا مسئلہ سمجھادیا اوران کے ذہن میں توحیدوسنت راسخ ہوچکی اور بدعات کی تعریف سے بھی واقف ہوچکے تو پھر مردوں کو اجازت فرمادی۔لیکن عورتوں کو پھر بھی منع فرما دیا۔ (الاقوال المرضیہ ص۷۵)

الجواب: بندیالوی صاحب نے خالص کذب بیانی کی ہے اور نبی اکرم ﷺ پر بہتان باندھا ہے۔کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان:"لیکن عورتوں کو پھر بھی منع فرمادیا۔"ایسی کوئی حدیث موجود نہیں بلکہ رخصت کی صحیح حدیثیں موجود ہیں۔

حدیث نمبرا: عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن قبرستان سے واپس ہوئیں تو میں نے عرض کیا: اے ام المومنین کہاں سے آئی ہو؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر سے۔پس میں نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت سے منع نہیں کیا تھا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہاں! منع کیا تھا۔پھر بعد میں زیارت کرنے کا حکم دیا تھا۔ (مستدرک ج۱ ص۳۷۶ سکت عنہ الحاکم وقال الذہبی صحیح)

حدیث نمبر ۲: یہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے کی رخصت دی تھی۔ (ابن ماجہ ص۱۱۲ باب ماجاء فی زیارۃ القبور)

حدیث نمبر ۳: (صحیح مسلم ج۱ ص ۳۱۳، ۳۱۴) میں ایک واقعہ ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں جانے کا ذکر ہے۔فلہٰذا رخصت عورتوں کے لئے بلاشبہ ثابت ہے اور رخصت کے بعد کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ عورتیں قبرستان نہ جایا کریں۔قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"ان ذھابھا فی البقیع ثابت لاینکر"(الکوکب الدری ج۱ ص۳۲۰) اس کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جنت البقیع جانے کا ثبوت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔چونکہ بندیالوی صاحب اور مولوی احمد رضا خان بریلوی

کا مشن ایک ہے۔اس لئے دونوں عورتوں کو قبرستان کی زیارت کرنے سے روکنے میں سختی کرتے ہیں۔ورنہ تو شرک کرنا جس طرح عورتوں کے لئے حرام ہے،مردوں کے لئے بھی حرام ہے۔لیکن زیارت منع نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۳: بندیالوی صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں اور اسی خطرہ کی بناء سے فرمایا تھا کہ: ''اللھم لا تجعل قبری عیداً'' (الاقوال المرضیہ ص ۷۵) اے اللہ میری قبر کو عید نہ بنانا۔

الجواب: یہ بھی بندیالوی صاحب کا جھوٹ ہے۔ان الفاظ کے ساتھ حدیث مروی نہیں ہوئی کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے استدعا کیا ہو کہ اے اللہ تعالیٰ میری قبر کو عید نہ بنانا۔بندیالوی صاحب نے نبی اکرم ﷺ پر بہتان باندھا ہے۔

نوٹ: ابوداؤد میں ایک حدیث ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بنانا۔

اکابر ائمہ مفسرین علماء سو ہیں (معاذ اللہ)

بندیالوی صاحب آیت: ''والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیاء وھم یخلقون اموات غیر احیاء'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور نہ اس آیت میں اصنام مراد ہو سکتے ہیں۔جیسے کہ بعض علماء سو کہتے ہیں کہ یہاں دون سے مراد بت ہیں۔ (دعوۃ الحق ص ۸۹)

الجواب: بہت سے اکابر مفسرین یہی تفسیر کرتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱: (اموات) اصنام اموات (تفسیر ابن عباس)

حوالہ نمبر ۲: تفسیر جلالین ص ۲۱۷ میں ہے۔''وھم الاصنام''

حوالہ نمبر ۳: تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۱۰ میں بھی اصنام (بتوں) سے تفسیر کی گئی ہے۔

حوالہ نمبر ۴: تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۲۲ (بحوالہ ندائے حق طبع اوّل ص ۲۲۳، ۳۱۲، ندائے حق جز اوّل ص ۱۵۰، شفاء الصدور ص ۱۷۱ طبع دوم)

حوالہ نمبر ۵: تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۹۴ میں ہے۔یعنی الاصنام۔

حوالہ نمبر ۶: تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۶۵۔حوالہ نمبر ۷ تفسیر کبیر میں بھی بت مراد لئے گئے ہیں۔

قارئین کرام! جوش جنوں میں آکر یہ لوگ اندھے ہو جاتے ہیں اور کسی کی پرواہ نہیں کی جاتی ؎

جوش جنوں میں کچھ نظر آتا نہیں اسد　　　صحراء ہماری آنکھ میں ایک مشت خاک ہے

نیلوی صاحب نے عجیب کام کیا ہے

مقدمۃ الکتاب ندائے حق طبع اوّل کے ساتھ جو بندیالوی صاحب کا تھا، اب ندائے حق طبع دوم میں نیلوی صاحب نے اس کو کاٹ دیا ہے۔اسی طرح شفاء الصدور طبع اوّل عربی کا ترجمہ جو بندیالوی صاحب نے کیا تھا، اب طبع دوم میں نیلوی صاحب نے اس ترجمہ کو کاٹ دیا ہے۔تفصیلات نیلوی صاحب سے پوچھی جائیں۔بہر حال قارئین کرام نے بندیالوی صاحب کی دیانت کا اچھی طرح اندازہ کر لیا ہوگا۔فلہٰذا ایسے لوگوں کی بات ردی کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے۔ ع

اٹھا کر باہر پھینک دو گلی میں

باب التشکر

(نیلوی صاحب کی یاد آوری کا شکریہ)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے راقم الحروف کو ندائے حق طبع دوم میں کئی مقامات پر یاد فرمایا ہے۔ اس لئے راقم الحروف نے بھی نیلوی صاحب کو یاد کیا ہے۔ کیونکہ مشہور مقولہ ہے: ''یاد کے ساتھ یاد ہوتی ہے''

آنا یہ ہچکیوں کا مجھے بے سبب نہیں — بھولے سے اس نے یاد کیا ہوگا کچھ عجب نہیں

نیلوی صاحب نے راقم الحروف کی کتاب نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح کے چند حوالے (ندائے حق جز ثانی ص ۵۴) میں ذکر کئے ہیں۔ گویا یہ (نور الصباح ص ۵۴) کی عبارات سے لبریز ہے اور (ص ۵۵) کا کچھ حصہ بھی نور الصباح کی عبارت پر مشتمل ہے اور اس صفحہ کے آخر میں نیلوی صاحب نے ایک استفسار بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

کیا صفدر صاحب اور ان کے شاگرد کا علم کلی ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: کیا صفدر اور ان کے شاگرد کے پاس علوم دینیہ کے بارے علم محیط کلی ہے جس کے بل بوتے پر آپ کی تنقید سے کوئی بڑے سے بڑا عالم ونقاد بچ نہیں سکا۔ چنانچہ امام بخاری و ابن تیمیہ و ابن حجر پر دل کھول کر خنجر قلم چلایا۔ جیسے استاد مودودی پر تنقید برداشت نہیں کی جاسکتی۔ اگرچہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم پر خصوصاً امام عثمان و امام معاویہ رضی اللہ عنہما پر تنقید کے انبار لگا دیئے جائیں۔ برداشت کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی صفدر صاحب پر تنقید برداشت نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ تمام اکابر کو نقد سے چھلنی کر دیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۵۵)

نیلوی صاحب ناراضگی معاف

محترم نیلوی صاحب! یہ استفسار آپ کا درست نہیں۔ تحقیق مسائل میں نقد و جرح کا سلسلہ اہل علم کے ہاں مسلم ہے۔ آپ نے بھی امام ترمذی، امام بخاری وغیرہما پر نقد و جرح کا تیر چلایا ہے بلکہ آپ نے تو ایسی ناجائز نقد و جرح کے تیر چلائے کہ جس سے نہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات بچ سکی نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت محفوظ رہ سکی، نہ جمہور اہل سنت کا احترام باقی رہا۔ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) اور یہی کام آپ کے استاد مودودی صاحب نے کیا ہے۔ (تشابہت قلوبہم)

عامل باطل ہوا تو تردید باطل چھوڑ کر — کار آساں لے لیا کار مشکل چھوڑ کر

محترم نیلوی صاحب! آپ اگر علمی طریقہ سے نقد و جرح کرتے تو قابل قدر ہوتی۔ مگر آپ نے تو عقائد متفقہ اہلسنت والجماعت کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی کھڑا کر دیا ہے۔ بدعت و گستاخی کو اپنا لیا ہے اور بدعتی و گستاخ بننا قابل ملامت ہے۔ اس لئے آپ کو مطعون کیا جاتا ہے۔ تاکہ آپ راہ راست پر واپس آسکیں اور ان چیزوں سے توبہ و رجوع کر لیں۔ تاکہ ہم بھی آپ کے متعلق یوں کہہ سکیں ؎

میری ضد سے ہوا ہے مہربان دوست — میرے احساں ہیں دشمن پہ ہزاروں

شاگرد محقق مدقق وسیع النظر

نیلوی صاحب نے ابن حجر پر جرح کی تھی۔ اس کا جواب حضرت استاذ مکرم نے دیا۔ نیلوی صاحب اس

کے جواب میں لکھتے ہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ جب کہ آپ کے تلمیذ (حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی) بھی یہی بات کرتے ہیں تو ان کو محقق مدقق اور وسیع النظر کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں صرف آپ ہی ہیں یا آپ کا شاگرد جس کا قول حجت ہے۔ باقی تمام مجذوب ہیں۔ ان کی عقل مؤوف ہوگئی ہے اور وہ سب علم و انصاف سے کوسوں دور ہیں یا للعجب! (ندائے حق ج ۲ ص ۲۵۷)

نیلوی صاحب غصہ نہ کریں

نیلوی صاحب راقم الحروف نے اصل وجہ بیان کردی ہے جس کی وجہ سے آپ کو مطعون کیا جاتا ہے۔ نیلوی صاحب تمام مجذوب نہیں۔ آپ اپنی بات کریں۔ دوسروں کو اپنے ساتھ نہ ملائیں۔ جناب کو اگر مجذوب ہونے میں شک ہو تو اسی کتاب (قہر حق) کے باب الکذبات باب التعارضات، باب الخیانات، باب التحریفات، باب الجہالات، باب الهفوات وغیرہا کا ٹھنڈے دل سے بشرطیکہ حالت جذب نہ ہو۔ مطالعہ کرلیں تو حقیقت آشکارا ہوجائے گی۔ ان شاء اللہ!

نور الصباح

نیلوی صاحب نے (ندائے حق ج ۲ ص ۲۷۴) میں نور الصباح کی عبارات ذکر فرمائی ہیں۔ ندائے حق کا یہ صفحہ آدھے سے زیادہ نور الصباح کی عبارات پر مشتمل ہے۔ اسی طرح نیلوی صاحب نے (ندائے حق ج ۲ ص ۲۷۸) میں بھی نور الصباح کی ایک عبارت ذکر کی ہے اور پھر نیلوی صاحب نے (ندائے حق ص ۲۷۹، ۲۸۰) میں نور الصباح کی عبارت سے اس جگہ کو پر کیا ہے جو مکمل ایک صفحہ بنتا ہے۔ پھر نیلوی صاحب نے (ندائے حق ج ۲ ص ۲۸۴، ۲۸۵) میں نور الصباح کی عبارات پیش کی ہیں جو تقریباً ندائے حق کا ڈیڑھ صفحہ بنتا ہے۔ پھر نیلوی صاحب نے (ندائے حق ج ۲ ص ۲۸۶) میں بھی نور الصباح کی عبارت پیش کی ہے۔

استاد و شاگرد کا اتفاق

نیلوی صاحب (ندائے حق جز ثانی ص ۱۶۰) میں لکھتے ہیں: ''اور آپ صفدر صاحب اور آپ کے شاگرد خود اس بات کو تسلیم فرماتے ہیں کہ: ''من علم حجة علی من لم یعلم'' یعنی جاننے والے کی بات نہ جاننے والے پر حجت ہوگی۔''

محترم نیلوی صاحب اگر آپ صرف اسی بات پر عمل کرلیتے تو ٹھوکروں سے بچ جاتے۔ جب، تمام اکابر متقدمین اور متاخرین کا انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر کے جسمانی ہونے پر اور سماع عند القبر پر اتفاق ہے تو وہ اہل علم تھے۔ قرآن و حدیث کو جانتے تھے۔ تم نہیں جانتے ان کی بات حجت ہوگی۔ آپ مان لیتے تو جھگڑا ہی ختم ہوجاتا۔ مگر آپ جہل مرکب کا شکار ہیں۔

ہر کس کہ نداند و بداند کہ داند   در جہل مرکب ابد الدھر بماند

استاد کی راہ اور شاگرد کی اور

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''پھر آپ کے تلمیذ رشید نے جو جو (نور الصباح ص ۲۳۰) میں لکھتے ہیں، علامہ

کشمیری رحمہ اللہ کا حافظ ابن حجر کے بارے یہ حسن ظن صحیح نہیں ہے۔ یہ صحیح لکھا ہے یا غلط اگر صحیح لکھا ہے تو آپ مؤلف اقامۃ البرہان (الی ان قال) اور مؤلف ندائے حق پر کیوں خفاء ہوتے ہیں۔ اگر یہ فرمان آپ کے تلمذ رشید کا صحیح نہیں ہے تو آپ نے تقریظ میں کیوں لکھا ہے کہ یہ کتاب خالص علمی معلومات افزاء اور پرمغز حوالوں سے لبریز ہے، جس میں اصل مسئلہ کے علاوہ اسماء الرجال اور باحوالہ اکابر علماء کی علمی اغلاط کو واشگاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔'' (ندائے حق ج ۲ ص ۲۸۱)

نیلوی صاحب کچھ سوچو اور غور وفکر کرو

نیلوی صاحب بات کو الجھانے اور ٹالنے کی کوشش نہ کرو۔ جب ابن حجر رحمہ اللہ کی بات کی تائید کرنے والے بڑے بڑے محقق اور ناقدفن اسماء الرجال کر رہے ہوں تو آپ کو درمیان سے ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ پر خفگی ہمارے استاذ محترم کی بے جا نہیں ہے۔ آپ کی شرارت ضرور ہے ؂

بے وجہ تو نہیں چمن کی تباہیاں کچھ باغباں ہیں برق وشرر سے ملے ہوئے

محترم نیلوی صاحب استاذ (حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر) اور شاگرد (حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی) کی راہ الگ الگ نہیں۔ البتہ آپ کا اپنے استاذ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے ساتھ عقیدہ میں اختلاف ہے۔ فلہٰذا آپ کے متعلق یہ کہنا درست ہوگا کہ (استاذ کی راہ اور شاگرد کی اور)

نیلوی کے استاذ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی کا عقیدہ

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

الجواب: انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں۔ یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سواء اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں، درست نہیں۔ کسی قبر پر میت کو اس خیال سے پکارنا کہ یہ متصرف ہے، جائز نہیں۔ ان سے حاجتیں طلب کرنا شرک ہے۔ یہ سمجھنا کہ جیسے دنیا کے افسر بغیر وسیلہ کے نہیں ملتے ایسے ہی خدا تعالیٰ بغیر وسیلے کے نہیں ملتا، جہالت ہے۔ وہ حیی قیوم ہر بندے کی حاجت سنتا اور دیکھتا ہے اور حاجت روائی کرتا ہے۔ قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ اس بزرگ کے طفیل سے میرا فلاں کام پورا کر دے۔ یہ مباح ہے۔ بحوالہ (مسالک العلماء طبع اول ص ۱۴۷)

اور حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا ایک فتویٰ (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۹، ۱۶۰) میں مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو۔

جواب: صلوٰۃ وسلام کے ساتھ یا رسول و یا حبیب نداء کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ کو فرشتوں کے ذریعے پہنچا دیا جاتا ہے اور آپ تک ہماری نداء اور خطاب پہنچ جاتا ہے۔ جائز اور درست ہے۔ کیونکہ بعض روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ باری تعالیٰ وتقدس نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے کہ اس کو ایسی قوت سامعہ عطاء فرمائی ہے کہ وہ تمام مخلوق کے صلوٰۃ وسلام سن کر حضرت نبوی ﷺ میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرت ﷺ جواب دیتے ہیں: ''قال النواب صدیق حسن خان البو فالی القنوجی فی نزل الابرار فی بیان فوائد الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ومنها قیام مسلک علی قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطاہ اسماع الخلائق یبلغہ ایاها کما فی حدیث وثق ابن حبان رواتہ وورد ت احادیث بمعناہ ثانیۃ'' (والصحیح ثابتہ کما فی نزل الابرار ص ۱۸۶)

''و للہ الحمد و منہا انہا سبب لرد النبی ﷺ علی المصلی و المسلم علیہ کما ورد بسند حسن بل صححہ النووی فی الاذکار وغیرہ انتھی ملتقطاً'' نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اپنی کتاب نزل الابرار میں آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنے کے فوائد کے بیان میں فرماتے ہیں کہ ان فوائد میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی قبر مبارک پر ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے کان عطاء فرمائے ہیں۔ وہ آنحضرت ﷺ تک صلوٰۃ وسلام پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جس کے رواۃ کی ابن حبان نے توثیق کی ہے اور صحیح احادیث اور بھی اس مضمون کی ہیں۔ وللہ الحمد! اور ایک فائدہ یہ ہے کہ جب کوئی آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو آپ اس کا جواب دیتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام پڑھنا آپ کے رد جواب کا سبب ہے۔ جیسا کہ حسن سند سے احدیث آئی ہے بلکہ امام نووی وغیرہ نے کتاب الاذکار میں اس کی تصحیح کی ہے۔ ہاں! اس خیال اور اعتقاد سے نداء کرنا کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجلس مولود میں آئی ہے۔ اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔ اوّل یہ کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے تو پھر آپ ﷺ کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے۔ باعث توہین ہے نہ موجب تعظیم۔ یہ تو نیلوی صاحب کے استاذ صاحب کا عقیدہ ہے۔ اب نیلوی صاحب کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

مفتی صاحب کے شاگرد نیلوی صاحب کا عقیدہ

نیلوی صاحب عام مردوں کے بارے میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پھر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ روح اور بدن عنصری میں ایک تعلق اور کنکشن ہے۔ سو یہ بھی غلط ہے۔ اس کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں ملتا۔ محض قیاسی بات ہے۔ یہی تحقیق بعینہٖ نبی کریم ﷺ کے متعلق بھی ہے۔ (ندائے حق ج، ص ۱۴۴)

قارئین کرام! آپ نے پڑھ کر اندازہ کر لیا ہوگا کہ استاذ کی راہ اور ہے اور شاگرد کی اور ہے۔ استاذ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک کی مفارقت بدن سے مانی جائے تو آپ کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے تو یہ صورت علاوہ اس کے کہ بے ثبوت ہے۔ باعث توہین ہے نہ موجب تعظیم اور نیلوی صاحب شاگرد کہتا ہے کہ روح مبارک کی مفارقت بدن سے ہے۔ تعلق اور کنکشن نہیں ہے۔ (معاذ اللہ) تو استاذ صاحب کے فتویٰ کے مطابق ایسا شاگرد گستاخ رسول اور موہن رسول ہونے کی وجہ سے کافر ہے۔ استاذ صاحب صلوٰۃ وسلام کے سماع عند قبر النبی ﷺ کی حدیثوں کو حسن اور صحیح کہتا ہے۔ جیسا کہ ابھی گزرا مگر نیلوی صاحب ایسی حدیثوں کو ضعیف اور جھوٹی شمار کرتا ہے۔

نیلوی صاحب کے استاذ مفتی صاحب کا عقیدہ

نیلوی صاحب کفایت المفتی جلد چہارم سے اپنے استاذ مفتی صاحب کا عقیدہ نقل کرتے ہیں۔ تلقین بعد الدفن حنفیہ کے نزدیک معمول و متوارث نہیں ہے اور حنفیہ کے اصول کے ساتھ یہی اوفق ہے۔ لیکن چونکہ کوئی دلیل حرمت یا کراہت بھی نہیں ہے۔ اس لئے اسے متاخرین حنفیہ نے منع نہیں کیا اور یہی مسلک کہ عمل نہ کیا جائے اور کرنے والے کو ملامت نہ کی جائے، راجح ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۲۶)

شاگرد کا عقیدہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور بڑا تعجب تو سید ابن عابدین شامی پر ہے کہ اذان علی القبر کی بدعت ہونے پر تو زور وشور سے فتویٰ دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کے عہد میں قبر پر اذان کا رواج عام تھا۔ (الیٰ ان قال) اور یہ نہیں فرمایا کہ لوگوں کو نہ تو اذان کہنے کا حکم دیں اور نہ ہی لوگوں کو اذان سے روکیں بلکہ صاف صاف بدعت فرمایا، مگر سمجھ نہیں آئی کہ تلقین بدعی کے بارے کیوں نرمی برتی کہ نہ حکم دیا جائے اور نہ روکا جائے۔ حالانکہ جو حال اذان کا ہے، وہی حال تلقین کا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب! (ندائے حق ج ۲ ص ۲۴۶)

نیلوی صاحب کے نزدیک تلقین بدعت ہے۔ اس لئے نیلوی صاحب علامہ شامی پر تعجب وافسوس کر رہے ہیں۔ مگر مفتی کفایت اللہ صاحب کے ہاں تلقین میں کوئی کراہت نہیں۔ اس لئے نہ روکا جائے اور یہی راجح ہے۔ نیلوی صاحب کے نزدیک استاذ مفتی کفایت اللہ صاحب بدعتی ہوئے (نالائق شاگرد) ایسے ہی ہوتے ہیں۔

نیلوی صاحب کا اپنے استاد پر بہتان

نیلوی صاحب اپنا واقعہ دارالہدیٰ چوکیرہ کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس کے بعد مسئلہ سماع الموتی وحیاۃ النبی ﷺ کا چھڑ گیا۔ وہ (مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ) قائل تھے اور میں عنصریہ، دنیویہ، حسیہ، حقیقیہ، جسمانیہ کا منکر تھا اور حیاۃ برزخیہ کا قائل جیسے میرے استاد مفتی اعظم ہند فقیہ النفس ابوحنیفہ ثانی امام ربانی حضرت مفتی محمد کفایت اللہ رحمۃً واسعۃً وافرۃً کاملۃً وافیۃً سابغۃً کافیۃً نے مجھے سمجھا رکھا تھا۔" (ندائے حق جزاول ص ۳۰۸)

قارئین کرام! آپ حضرات نے حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا عقیدہ پڑھ لیا ہے کہ وہ حیات جسمانی جسد عنصری کے ساتھ قائل ہیں اور اس عقیدہ کے منکر کو توہین رسول ﷺ کا مرتکب گردانتے ہیں۔ مگر نیلوی صاحب ان پر بہتان باندھتے ہیں کہ وہ حیات جسمانی کے قائل نہ تھے۔ نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ میں حیاۃ برزخیہ کا قائل تھا۔ شاید یہ بھی جھوٹ ہو۔

حیات برزخیہ کا انکار

نیلوی صاحب (ندائے حق جزء اول ص ۳۸۵) میں نقل کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد طیبہ میں نہ تو حیات برزخی ہوتی ہے اور نہ ان میں ادراک وشعور ہوتا ہے۔ (معاذ اللہ عن ہذہ المقالۃ الخبیثۃ)

نیلوی صاحب کا جھوٹ

میرا مسلک وہی ہے جو میرے استاذ مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ کا ہے۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۲۶)

نیلوی صاحب کو راہ راست پر لانے کی آخری دعوت

حضرت نیلوی صاحب گزارش ہے کہ اگر آپ سچے ہیں اس بات میں کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو حضرت مفتی محمد کفایت صاحب رحمہ اللہ کا ہے تو آپ کا اور ہمارا جھگڑا بہت جلد ختم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ ایسا کریں کہ کفایت المفتی کی جتنی عبارت بزعم شما آپ کے حق میں ہیں۔ ان کو بھی آپ تحریر کر لیں اور ہماری طرف سے صرف ایک فتویٰ جو (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۵۹ تا ۱۶۱) میں ہے۔ اس کو بھی ساتھ ہی اکٹھا تحریر کر لیں۔ ان عبارات کی وضاحت نہ آپ

کریں نہ ہم کرتے ہیں۔ آپ اور ہم دونوں مل کر اس پر دستخط کر دیں اور اتفاق کرلیں۔ امید یکہ جناب ہماری اس تجویز کو جو آپ کے استاذ کی عبارات کے متعلق پیش کی گئی ہے۔ شرف قبولیت بخشیں گے۔ مگر راقم الحروف کی یہ تجویز ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ کیونکہ ؎

ہم کو ان سے وفا کی امید ہے جو نہیں جانتے وفاء کیا ہے

نیلوی صاحب کا جھوٹ اور بہتان

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: (تلمیذ رشید صاحب) کی تنقید قاموس پر۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۷۷)

الجواب: نیلوی صاحب آپ نے یہ جھوٹ بولا ہے اور راقم الحروف پر آپ نے بہتان باندھا ہے۔ راقم الحروف۔ نے نور الصباح ص ۲۴۲) میں لغت کی کتاب قاموس پر کوئی تنقید نہیں کی۔ ہاں صاحب قاموس مجد الدین فیروز آبادی پر نقد و جرح ضرور کی ہے ؎

قریب ہے یار و روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

نیلوی صاحب کا ایک اور بہتان و جھوٹ

نیلوی صاحب حدیث الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ صاحب تسکین کے شاگرد کے قول کی دلالت اس امر پر کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۴۴) یہ نیلوی صاحب کا راقم الحروف پر بہتان ہے۔ نیلوی صاحب نے راقم الحروف کی جس عبارت سے دھوکہ دیا ہے، اس کو وہ یوں بیان کرتے ہیں۔ (نور الصباح ص ۱۳۹) میں لکھا کہ سچا تو ہے مگر اپنی روایت میں متفرد ہوتا ہے اور روایت کو رد کرنے کی ایک وجہ یہ لکھی ہے کہ اس کا راوی ازرق بن علی ہے۔ اب یہ کیا وجہ ہے کہ اس راوی کی وجہ سے معوذتین کے قرآن سے نہ ہونے کی وجہ سے تو موضوع ہو۔ مگر الانبیاء احیاء فی قبورہم کی حدیث سولہ آنے صحیح ہو۔ اگرچہ اس کا راوی ازرق بن علی ہو۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۴۴)

الجواب: محترم نیلوی صاحب۔ حدیث الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون سولہ آنے صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ اور صدوق ہیں۔ کوئی راوی بھی ضعیف نہیں ہے۔ جیسا کہ تسکین الصدور میں واضح کر دیا گیا ہے۔ محق ناصر الدین البانی غیر مقلد نے پہلے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا تھا۔ لیکن بعد میں رجوع کر کے اس کو صحیح کہا ہے۔

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ج ۱ ص ۵۶۰)

نیلوی صاحب ازرق بن علی ایسا راوی نہیں کہ صرف اس کی وجہ سے روایت کو موضوع قرار دیا جائے۔ جیسا کہ آپ نے خداع شیطانی کا ارتکاب کیا ہے اور راقم الحروف کی جرح نور الصباح ص ۱۳۹) میں صرف ازرق بن علی پر نہ تھی بلکہ اس کے ساتھ دو خرابیاں اور بھی لکھی ہوئی موجود ہیں اور ان سب خرابیوں کے علاوہ بڑی خرابی یہ ہے کہ معوذتین کا قرآن میں سے نہ ہونے کی روایت اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔ اس لئے مردود ہے۔ بعض اوقات ثقہ راویوں کی روایت بھی موضوع ہو سکتی ہے۔ جب کہ اصول شرع سے ٹکرائے۔ جیسا کہ آپ نے اس کی تفصیل حاشیہ

شفاء الصدور طبع اوّل ص ۵۵ میں کر دی ہے۔ لیکن الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون کی حدیث اصول شرع سے نہیں ٹکراتی۔ اجماع امت اس کی تائید کرتا ہے اور صحیح مسلم و سنن نسائی و مسند احمد کی صحیح حدیث جس میں ہے کہ معراج کی رات نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ریت کے سرخ ٹیلے کے ساتھ قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تو یہ حدیث بھی تائید کرتی ہے۔ فلہٰذا ازرق بن علی پر جو تفرد کا الزام تھا، وہ ختم ہو گیا۔ فلہٰذا اس روایت کے سلسلہ آنے صحیح ہونے کوئی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی۔ یہ الگ بات ہے کہ مجذوب اپنی مستی کی بناء پر نہ سمجھ سکیں ؎

لذت درد کو بھلا بے درد کیا جانے

باب السب والشتم

حضرت الشیخ محدث اعظم محمد سرفراز خان صاحب صفدر کے متعلق نیلوی صاحب کی ہرزہ سرائی

۱...... سرخی ہے: "صفدری جہالت" (ندائے حق جزء اوّل ص ۱۴۲)

۲...... سرخی ہے: "صاحب تسکین کی جہالت" (ندائے حق جزء ثانی ص ۲۳)

۳...... سرخی ہے: "صفدری خیانت" (ندائے حق جزء اوّل ص ۱۴۱)

۴...... (ندائے حق جزء اوّل ص ۱۵) میں ہے: "ہاں! اگر کوئی پرویزی ذہن کا نہ مانے تو ہم اس کو منوانے کے مکلف نہیں۔"

۵...... مثل مشہور ہے کہ: "دروغ گو را حافظہ نباشد" اور یہ صرف مشہور ہی نہیں بلکہ بالکل سچ ہے۔

(ندائے حق جزء ثانی ص ۱۶۵)

راقم الحروف بھی نیلوی صاحب کو بعض مقامات پر اسی مثل مشہور سے یاد کرے گا۔ تاکہ سچ کو ظاہر کیا جا سکے۔

۶...... مسلوب العقل۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۲۶)

۷...... مولانا معتزلہ کے ساتھ مل گئے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۲۶)

۸...... مولانا معتزلہ ہیں۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۱۶۷)

۹...... مسلوب العقل۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۵۸)

۱۰...... کتاب خوانی تو ہے مگر کتاب دانی نہیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۵۸)

۱۱...... مولانا کا رافضی ہونا اور اہل اعتزال کا ذہن۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۱۵)

۱۲...... جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۴۷)

راقم الحروف بھی بعض مقامات میں حضرت نیلوی کے حق میں نیلوی صاحب کے ان پسند کردہ الفاظ کو ذکر کرے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

۱۳...... جیسے اس عرصہ سے پہلے آپ صراط سوی پر تھے۔ پھر ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کیا ہے۔

(ندائے حق جزء ثانی ص ۱۶۶، ۱۶۷)

۱۴...... صاحب تسکین بھی اب بریلویہ کے نقش قدم پر چلنے لگے ہیں۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۲۶۵)

۱۵...... مولانا بریلویہ کے پلیٹ فارم پر۔ (ندائے حق جزء اوّل ص ۵۸۸)

۱۶...... مولانا بریلویہ کی شاہراہ پر۔ (ندائے حق جزء ثانی ص ۲۲۵)

۱۷...... مولانا کا سفید جھوٹ۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۳۶)

نیلوی صاحب نے اور بھی بہت سی زبان درازیاں کی ہیں، جن کا ذکر یہاں نہیں ہوسکا۔

باب الحمایات

بریلویہ کی حمایت کرنے والا کون

حمایت نمبر ۱: ''اعلیٰ حضرت بریلوی کے ترجمہ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔''

چنانچہ ماہنامہ تعلیم القرآن میں ہے۔ مولانا مودودی سید حکیم یٰسین شاہ، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا شیخ الہند دیوبندی، مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ترجموں کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ جون ۱۹۶۴ ص ۲۴) زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب، مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری فاضل دیوبند و لکھنو۔

قارئین کرام! آپ اندازہ کریں کہ ایسے غلط ترجمہ کو'' جو دراصل تحریف معنوی قرآن مجید کی ہے'' اعلیٰ مقام دینا، خان صاحب بریلوی کے عقائد کی تصدیق کرنا نہیں تو اور کیا ہے ؎

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

قارئین کرام! خان صاحب بریلوی کے ترجمہ کے اغلاط وخیانتوں پر اگر آپ مطلع ہونا چاہتے ہیں تو ہمارے شیخ استاذ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر کی تصنیف لطیف، تنقید متین اور اتمام البرہان اور راقم الحروف کی تصنیف، حالات وکمالات اعلیٰ حضرت بریلوی حصہ اوّل کا ضرور مطالعہ کریں۔ بہت فائدہ ہوگا۔

حمایت نمبر ۲: ''مشرکہ لڑکی سے موحد مرد کا نکاح درست ہے۔''

چنانچہ تعلیم القرآن میں ہے۔

الجواب: ۲۵۷ واللہ الموفق للصواب! (۱) لڑکی اگر شرکیہ عقائد رکھتی ہو اور دعویٰ اسلام کا کرتی ہو تو اس کو نکاح کر لینا درست ہے۔ جیسے کتابیہ مشرکہ کا نکاح درست ہے۔

(تعلیم القرآن ماہ اکتوبر ۱۹۶۴ء ص ۴۰ عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی) زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب، مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری۔

قارئین کرام! مشرکہ عورت کے متعلق قرآن مجید کی اس آیت: ''ولاتنکحوا المشرکات حتی یومن'' کی تشریح وترجمہ حضرت شیخ الہند کے ترجمہ وتفسیری حاشیہ میں دیکھ لیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

حمایت نمبر ۳: مشرک کا ذبیحہ حلال اور اس کی شادی وغمی میں شریک ہونا جائز ہے۔ تعلیم القرآن میں ہے: جو شخص انبیاء اولیاء کو عالم الغیب، حاضر وناظر سمجھتا ہے اور مدد مانگتا ہے تو ایسے لوگوں کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا گوشت کھانا جائز ہے یا نہ، اور ایسے لوگوں کی غم شادی میں شرکت کرنا کیسا ہے۔ (تعلیم القرآن ماہ جون ۱۹۶۵ء ص ۴۳)

سے یہی ۱۹۰۵ء/ ۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء میں تین دفعہ طبع ہوا۔ امریکہ میں اس کا بھی ایڈیشن ۱۹۰۹ء میں نکلا۔ ۱۹۰۵ء میں ڈاکٹر عبدالحکیم نے اپنا انگریزی ترجمہ طبع کرایا۔ مرزا ابوالفضل کا ترجمہ ۱۹۱۱ء الہ آباد سے مع عربی متن کے نکلا اور مقبول ہوا یہاں تک کہ اس کی تعریف متعصب لوگوں نے بھی کی۔ مرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر (کرزن گزٹ) کا ترجمہ مع حواشی اور تفسیر کے ۱۹۱۹ء میں سلیس انگریزی میں شائع ہوا۔ غلام سرور کا ترجمہ آکسفورڈ سے ۱۹۳۰ء میں نکلا۔ ۱۹۳۵ء میں علامہ یوسف علی (سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور) نے قرآن کریم کا ضخیم ترجمہ مع متن اور مبسوط مقدمہ جس میں تاریخ اور جغرافیائی مواد بہم پہنچانے میں بے انتہا کوشش کی گئی تھی لاہور سے طبع کرایا۔

فارسی : فارسی میں قرآن مجید کے بے شمار ترجمے موجود ہیں اور ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر۔ ان میں سے غالباً سب سے پہلا ترجمہ حضرت شیخ سعدیؒ کا ہے اور ہندوستان میں فارسی کا پہلا ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا "فتح الرحمٰن" کے نام سے ہے۔

اردو : اردو زبان میں بے شمار قرآن مجید کے ترجمے ہو چکے ہیں جن میں سے اولیت کا درجہ شاہ عبدالقادرؒ محدث دہلوی بن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو حاصل ہے۔ باقی تراجم میں سے مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ، مولانا ڈپٹی نذیر احمد دہلویؒ، مولانا ابوالکلام آزاد دہلویؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا مودودی، سید حکیم یٰسین شاہ، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا شیخ الہند محمود الحسنؒ دیوبندی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے ترجموں کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

رومن اردو : ڈاکٹر لام دیعا نے سب سے پہلے رومن اردو میں ترجمہ کیا جسے کرسچین مشن پریس الہ آباد نے شائع کیا۔

بنگالی : شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کے ترجمے سے سب سے پہلا بنگالی ترجمہ ۱۳۱۲ھ میں ہوا۔ ابن محمد عبدالحق نے ۱۹۱۰ء میں ایک اور بنگالی ترجمہ کیا۔ اس سے پہلے دو ترجمے یعنی بنگالی مسلمانوں کی مجلس نے ۱۸۸۲ء میں کلکتہ سے اور نعیم الدین کا بنگالی ترجمہ ۱۸۹۹ء میں طبع ہوئے۔ علاوہ ان کے نولدسک کا ترجمہ جو پہلی بار ۱۹۰۸ء میں، جس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا قابل ذکر ہے۔

جاپانی : اس زبان میں سکاموٹو کے ترجمے کا نام ملتا ہے۔

چینی : ۱۹۲۷ء میں ایک ترجمہ لوین جو دھوا جو بڑ نے چھپوایا۔ دوسرا ترجمہ جن چاک ی کا ۱۹۳۱ء میں شنگھائی سے طبع ہوا۔ ۱۹۳۲ء میں ایک اور ترجمہ یادمن چن چنگ نے شائع کرایا۔ چوتھا ترجمہ ۱۹۲۷ء میں لی چنگ نے چھپوایا۔

باطومی : اس زبان میں قرآن مجید کے صرف ایک ترجمے کا ذکر ملتا ہے۔

پشتو : اس زبان میں غالباً پہلا ترجمہ ۱۳۱۹ھ میں طبع ہوا۔

پنجابی : اس زبان کا پہلا ترجمہ ۱۹۰۲ء میں حافظ بارک اللہ نے شائع کیا اور لاہور میں طبع ہوا۔ دوسرا ترجمہ فیروز الدین شمس الدین ... امرتسر اور تیسرا ترجمہ ہدایت اللہ ... بھی قابل ذکر ہیں۔

له [illegible]

الجواب: ایسے لوگ بحکم اہل کتاب ہیں۔ اگر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لیویں اور ذبح واسطے تقرب غیر اللہ کے نہ ہو تو ذبیحہ ان کا کھانا منع نہیں ہے۔ اجتناب کرے تو احتیاط ہے۔ (الی) اور دیگر معاملات بھی اسی پر قیاس کریں۔ (تعلیم القرآن ماہ جون ۱۹۶۵ء ص ۴۵) زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب، مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری۔

حمایت نمبر ۴: انگوٹھے چومنا۔ اگر اس کو بطور رقیہ وعمل کوئی کرے تو گنجائش ہے اور شاید ابتداء اس کی اسی طرح سے ہوئی ہو۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! (عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی جون ۱۹۶۹ء ص ۴۸ تعلیم القرآن، نگران شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مدیر سجاد بخاری)

حمایت نمبر ۵: میلاد النبی ﷺ...... ۱۲/ربیع الاوّل کو ہوا۔ (تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۵۸ء ص ۸)۔ نیز حضرت رسول پاک ﷺ کی پیدائش کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ ۱۲/ربیع الاوّل کو ہوئی جسے حافظ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۶۰) میں بایں الفاظ بیان فرماتے ہیں۔ (مدیر سجاد بخاری تعلیم القرآن بابت ماہ مارچ ۱۹۶۰ء ص ۴۲)

حمایت نمبر ۶: (سوال نمبر ۶) کیا قومی جھنڈے اور قومی ترانے کے لئے تعظیماً کھڑا ہونا شرعاً جائز ہے۔ کیا یہ قرآن وسنت سے ثابت ہے یا یہ عمل شرک اور گناہ ہے۔ (تعلیم القرآن اکتوبر ۱۹۶۶ء ص ۳۴)

الجواب: قومی جھنڈے کے آگے تعظیماً کھڑا ہونا کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے اور شرک بھی نہیں ہے۔ البتہ یہ ہے کہ اگر یہ رسم کفار کا شعار ہو اور ان کی خصوصیت ہو تو اہل اسلام کو اس کا اختیار کرنا مناسب نہ تھا اور اب جب کہ اختیار کر لی گئی اور مسلمانوں کی حکومتوں میں بھی اس کا رواج ہو گیا تو مشترک عمل ہو گیا۔ زیادہ کشمکش پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ قومی امور میں سے ہے۔ خالص دینی بات نہیں اور ایسی باتوں میں زیادہ تعمق مناسب نہیں ہوتا۔ (عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن) (تعلیم القرآن اکتوبر ۱۹۶۶ء ص ۳۷ مدیر سجاد بخاری)

حمایت نمبر ۷: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ! اگر بطور درود شریف پڑھے اور عقیدہ درست رکھے تو جائز ہے لیکن اگر حاضر وناظر کے عقیدہ سے پڑھے تو جائز نہیں۔ (سجاد عفا اللہ عنہ) (تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۰ء ص ۳۶)

نوٹ: یہ مسئلہ تو درست ہے۔ مگر بعض غالی قسم کے مماتی ہمارے اکابر علماء دیوبند کی اس قسم کی عبارتوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ حوالہ اس لئے لکھا گیا ہے تاکہ ان کا منہ بند ہو جائے۔ (ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند)

حمایت نمبر ۸: (تفسیر جواہر القرآن ج ۱ ص ۴۹) میں تحت آیت: ''وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا'' کے لکھا ہوا موجود ہے۔ فتح الرحمان تعریف است بآں قصہ کہ یہود خیبر با غطفان جنگ ے کردند وہزیمت ے یافتند، خردعاء کردند بحق محمد نبی امی کہ خروج اود رآخر الزمان موعود است مار انصرۃ دہ بعد ازاں فتح یافتند۔

(ترجمہ) اس آیت میں اشارہ ہے اس قصہ کی طرف کہ خیبر کے یہودی غطفان قبیلہ سے جو کہ کافر تھا۔ جنگ کرتے تھے اور شکست کھا جاتے تھے۔ بالآخر ان یہودیوں نے ان الفاظ سے دعاء کی۔ اے اللہ تعالیٰ ہمیں بحق محمد نبی امی کے جن کا آخر زمانہ میں آنے کا وعدہ ہے۔ مدد کر بعد اس دعاء کے فتح مند ہوتے تھے۔

قارئین کرام! تفسیر جواہر القرآن تمام جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کی مسلم تفسیر ہے جس کی تقریظ کرنے والوں میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری ومولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ بھی شامل ہیں اور یہ حوالہ فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے نقل کیا گیا ہے اور یہی تفسیر حضرت شاہ ولی اللہ نے الفتح الخبیر میں بھی بیان فرمائی ہے۔ ''کانت

یھو د خیبر تقاتل غطفان فتھزم ففازت بھذا الدعاء اللھم انا نسالک بحق محمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنافی آخر الزمان الانصرتنا علیھم فھزموا غطفان'' (تکملۃ الفوز الکبیر المسماۃ بفتح الخبیر ص ۷۰ سورہ البقرۃ)

لیکن افسوس اور تعجب کے ساتھ راقم الحروف یہ عرض کرتا ہے کہ جب یہ تفسیر ہمارے شیخ استاذ مکرم محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر ذکر کرتے ہیں تو ان کو بریلویہ کا مؤید کہا جاتا ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ بعض تفاسیر کی ذلت اور صاحب تسکین جس بعض کی تفسیر کو اپنی تائید میں پیش فرمارہے ہیں۔ اسی بعض کی تفسیر پر بریلویہ بھی بڑے نازاں ہیں۔ چنانچہ نعیم الدین مراد آبادی نے تقویۃ الایمان کے رد میں جو کتاب بنام اطیب البیان بتردید تقویۃ الایمان لکھی ہے۔ اس کے (ص ۲۸) میں لکھا ہے کہ اللہ رب العزت تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔ ''وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا'' یعنی حضور ﷺ کے رونق افروز ہونے سے پہلے یہودی حضور ﷺ کے نام مبارک کے وسیلہ سے کافروں پر فتح ونصرت طلب کرتے تھے اور حضور ﷺ کے نام کی برکت سے اللہ تعالیٰ انہیں مہمات میں کامیاب فرماتا تھا۔ اب ناظرین بتائیں کہ صاحب تسکین اور نعیم الدین ایک ہی شاہراہ پر گامزن ہیں یا نہ۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۲۶۶، طبع اول ص ۱۰۲، ۱۰۳)

محترم نیلوی صاحب سے عرض ہے کہ تفسیر جواہر القرآن میں یہی تفسیر منقول ہونے کی وجہ سے تمام اشاعۃ التوحید والسنۃ والے اور نعیم الدین ایک ہی شاہراہ پر گامزن ہیں یا نہ۔ بینوا توجروا!

حمایت نمبر ۹: (بلغۃ الحیران ص ۳۴۵) میں ہے۔ نواب صدیق حسن خاں گفتہ

''شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے'' بمعنی دعاء باشد چنانچہ در ہندی گویند (شالا مدد ہووے پیر جیلانی)

نیلوی صاحب سے گزارش ہے کہ ایسا کلمہ اگر دعاء کی نیت سے کہہ دیا جائے تو جائز ہے یا شرک ہے۔ اگر شرک نہیں ہے تو نیلوی صاحب کو چاہئے کہ وہ اپنے گھر کے دروازہ کے اوپر لکھ دیں۔ ''شالا مدد ہووے پیر جیلانی'' ورنہ کم از کم اپنی تصنیف ندائے حق میں کہیں کسی مقام پر لکھ دیں۔

ندائے حق وہ کتاب ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کی توہین کی گئی ہے اور آپ پر بہتان بھی لگائے گئے ہیں۔ (جیسا کہ باحوالہ بحث ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ) علماء دیوبند کے عقیدہ سے نفرت دلائی گئی ہے اور بریلویوں کو خوش کیا گیا ہے۔ جیسا کہ عنقریب اس کا ذکر ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

حمایت نمبر ۱۰: نیلوی صاحب کے ایک محب صادق کا فرمان ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں۔ محقق العصر جناب اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلی کا فتویٰ۔ کیا انگریزی ادویات کا استعمال کرنا جائز ہے۔

الجواب: انگریزی دوائی استعمال کرنا حرام ہے۔ (ملفوظات) بتایئے متقی پرہیزگار صوفیاء کدھر گئے۔ اعلیٰ حضرت کتنے تقویٰ پر فتویٰ دیتے تھے۔ (صدائے حق دوسری قسط ص ۲۰ المصنف حضرت محمد یٰسین کان اللہ لہ خطیب مسجد قبا راولپنڈی)

الجواب: مولانا محمد امیر صاحب بندیالوی کا تربیت یافتہ حضرت محمد یٰسین صاحب اعلیٰ حضرت بریلوی کے...... پر چڑھ کر گھوم رہا ہے اور ناچ رہا ہے اور اس کو محقق العصر اور احتیاط وتقویٰ پر فتویٰ دینے والا بنا رہا ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) اس جاہل کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا فتویٰ مطلق انگریزی دواؤں کے بارے میں نہیں بلکہ رقیق دواؤں کے بارے میں ہے اور حضرت رشید احمد گنگوہی نے اس کی وضاحت اچھی طرح کر دی ہے۔ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۸۶)

تعارف

نیلوی صاحب نے ندائے حق طبع اوّل شائع کی تو اس کے جواب میں ایک رسالہ بزم قاسمی سرگودھا کی طرف سے شائع کیا گیا جس کا نام اداءِ حق ہے۔ اس رسالہ کے جواب میں مولانا محمد امیر بندیالوی کے شاگرد حضرت محمد یٰسین نے رسالہ صدائے حق دو قسطوں میں شائع کیا، جس میں حضرت نیلوی و حضرت احمد سعید گکڑ ہٹہ و حضرت محمد امیر بندیالوی اور پیر طریقت عنایت اللہ شاہ بخاری کی خوب تعریف کی اور ندائے حق کو لاجواب مدلل سچی کتاب کہا ہے۔ نیز مصنف موصوف لکھتے ہیں: یہ مسئلہ حیات النبی ﷺ اور عدم سماع کا مسئلہ بنیادی ہے۔ بعض جاہل علماء اس کو فروعی کہتے ہیں۔ حالانکہ اصل شرک کی بنیاد (حیات، موت ہے) سماع عدم سماع ہے۔ (صدائے حق قسط اوّل ص ۱۵)

نیز لکھتے ہیں: مسئلہ عدم سماع مسئلہ وفات النبی ﷺ بنیادی مسائل ہیں۔ ان کو فروعی کہنے والا جاہل، مجذوب مفسر ہے۔ (صدائے حق دوسری قسط ص ۱۸)

قارئین کرام! آپ اندازہ کریں کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اس تعلیم یافتہ خطیب کا فتویٰ کس کس پر لاگو ہوگا۔ (۱) تفسیر (جواہر القرآن جلد دوم ص ۹۰۲) میں ہے۔ تحقیق مسئلہ سماع موتی، سماع موتی کا مسئلہ زمان صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ یہ مسئلہ اعتقادات ضرور یہ میں سے نہیں جن کی نفی و اثبات پر کفر و اسلام کا مدار ہے بلکہ یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے جس میں بحث و تمحیص اور نظر و تحقیق کی گنجائش ہے۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں ہمیشہ دو رائیں رہی ہیں۔ کچھ علماء کرام کی یہ رائے رہی ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ جب کہ دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کی بناء پر سماع موتی کی نفی کی ہے۔ علماء کرام کی ان دونوں جماعتوں کے پاس دلائل ہیں۔ جن پر انہوں نے اپنی اپنی رائے اور تحقیق کی بنیادیں استوار کی ہیں جو علماء سماع موتی کی نفی کرتے ہیں۔ ان کا استدلال ظواہر قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہے۔ جب کہ قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔

مولانا ضیاء الحق صاحب سرگودھوی بہت خوش ہوں گے کہ ان کے والد محترم کے شاگرد نے جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں کو جاہل اور مجذوب مفسر لکھ دیا ہے۔ (ماشاء اللہ لائق شاگرد ایسے ہی ہوتے ہیں)

حضرت محمد یٰسین صاحب نے ندائے حق کو سچی کتاب کہا ہے اور لاجواب مدلل کتاب کہا ہے۔ راقم الحروف ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ نداء حق کی مندرجہ ذیل باتیں سچی ہیں یا جھوٹی۔

۱...... امام شافعی یہاں بھی اس عام کتاب اللہ کو خبر واحد کے ذریعے مخصوص فرمارہے ہیں۔ اسی لئے وہ قریب سے اہل قبور کے سننے کے قائل ہیں اور یہی مسلک ان کے شاگرد امام احمد بن محمد بن حنبل کا ہے۔ جب عام اموات کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوا تو انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے تو بطریق اولیٰ یہی عقیدہ ہوگا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۶)

۲...... یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبدالہادی ہوں یا ابن حجر۔ سیوطی، نووی، عیاض ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاری وغیرہ سب سماع عند قبر النبی ﷺ کے اس لئے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں۔ (ندائے حق جزء ثانی از جلد اوّل ص ۸۵)

ھو المستعان

لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ۝

(الصف آیت نمبر ۹)

ترجمہ: اس دین کو اللہ سب پر غالب کرنا چاہتا ہے مشرک اسکو پسند نہ کریں

صداء حق

دوسری قسط

المصنف

حضرت محمد یسین کان اللہ لہ

شعبہ نشر و اشاعت

جمعیت تحفظ توحید و سنت پاکستان

معرفت پوسٹ بکس نمبر ۲۱۹ راولپنڈی

۴۴

۴۴

۲۔ حضرت امام جعفر صادق کا فتوے:۔ حضرت امام جعفر صادق رض سے روایت کیا گیا کہ دسے دبہ شرک کا کیا ہے؟ فرمایا دین میں ایسی بات اپنی طرف سے پیدا کرے اور بزرگوں سے دوستی دشمنی کرے۔ (تفسیر مقبول دہلوی صفحہ ۱۰۱)

دیوبندی حضرات کہاں جاؤ گے؟

بتایئے امام ابن تیمیہ پکار کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔
سماع الموتی صاحب فتوی لگایئے۔
جناب مفتی کفایت اللہ صاحب پر کیا فتوی لگاؤ گے۔
۲۔ مسئلہ عدم سماع کو فروعی کہنے والے مشائخ کس کشتی میں بیٹھ گئے

محقق العصر جناب اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلی کا فتویٰ

کیا ڈاکٹری ادویات کا استعمال کرنا جائز ہے۔

الجواب

انگریزی دوائی استعمال کرنا حرام ہے۔ (ملفوظات)
بتایئے متقی پرہیزگار صوفیا کدھر گئے۔
اعلیٰ حضرت کتنے فتوے پر فتوی دیتے تھے۔

نوٹ:

ہم لوگ فرقہ پرستی سے بالاتر ہو کر یہ پمفلٹ لکھ رہے ہیں۔ جس کی بات قرآن وسنت کے مطابق ہوگی ہم ضرور منظر عام پر لائیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

۳...... آیت: ''اموات غیر احیاء'' کے متعلق نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں کہ بتوں کے بارے میں ہے۔ چنانچہ نقل کرتے ہیں۔ ''کما قال تعالیٰ فی الاصنام اموات غیر احیاء وما یشعرون''

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۲۲، ندائے حق طبع اوّل ص ۲۲۳، ۳۱۲، ندائے حق جز اوّل جلد اوّل ص ۱۵۰)

قارئین کرام! باتیں بہت سی ہیں جن کا ذکر اپنے مقام پر آ رہا ہے اور صاحب نداء حق کی سچائی بھی اچھی طرح سے ظاہر ہو جائے گی۔ حضرت محمد یٰسین صاحب نے اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی کی تعریف کر کے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ان کا مشن ایک ہے کہ علماء دیوبند کو بدنام کرو اور ان کی تکفیر کرو اور محمد یٰسین کا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت کتنے تقویٰ پر فتویٰ دیتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خان صاحب بریلوی نے جو علماء دیوبند کی تکفیر کی ہے۔ وہ بالکل درست ہے تو پھر خان صاحب بریلوی اور جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے مشن میں کیا فرق رہا۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم!

حالانکہ انگریزی دواؤں کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے کوئی نیا مسئلہ نہیں بتایا اور نہ یہ کوئی نیا فتویٰ ہے۔ بلکہ ہمارے اکابر علماء دیوبند ہمیشہ سے فرماتے رہتے ہیں اور جن دواؤں میں شراب ملی ہوئی ہو وہ حرام ہے۔

حمایت نمبر ۱۱: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: پھر اب یہ سمجھائیں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ آیا۔ اسی متعارف معنی کی رو سے موت نبی کے قائل ہیں یا موت کے۔ کوئی اور معنی لے رہے ہیں۔ اس معنی کو لے کر موت کا انکار نہیں ہو سکتا تو خاتم النبیین کی بھی قادیانی تفسیر اختیار کر کے ختم نبوت کا انکار نہیں ہو سکتا۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ! (ندائے حق طبع اوّل ص ۶۲)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور حضرت شیخ الشیخ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے جو سماع کا قول فرمایا ہے تو وہ اس لئے کہ وہ طبعی موت (مفارقۃ الروح من البدن) کے قائل ہی نہیں۔ وہ موت کے معنی ستر الحیاۃ کرتے ہیں۔ یعنی یالات دنیویہ بدستور قائم ہے۔ حیات نبوی دائمی ہے۔ کیونکہ ارواح انبیاء کرام علیہم السلام کا اخراج نہیں ہوتا۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی روح ان کے جسد اطہر سے نکالی نہیں جاتی بلکہ جسد اطہر کے اندر ہی اندر سمٹ جاتی ہے۔ بظاہر ہمیں محسوس نہیں ہوتی مگر وہ بدستور زندہ ہیں۔ ممکن نہیں ہے کہ ان کی حیات زائل ہو جائے۔ (گویا آپ حی لا یموت ہیں) (ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۸۵)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے حضرت نانوتوی کو مرزا قادیانی کی طرح قرار دیا ہے۔ یعنی جس طرح مرزا قادیانی ختم نبوت کے متواتر معنی کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہے، اسی طرح حضرت نانوتوی رحمہ اللہ بھی موت کے متواتر معنی کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں۔ (معاذ اللہ) قضیہ شخصیہ اور اس کا نتیجہ یوں بنے گا۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ موت کے متواتر معنی کے منکر ہیں۔ (یہ صغریٰ ہے) اور موت کے متواتر معنی کا منکر کافر ہے۔ (یہ کبریٰ ہے) فلہٰذ حضرت نانوتوی کافر ہے۔ (یہ نتیجہ ہے) (معاذ اللہ) حالانکہ موت کے کئی معنی ہیں۔ عدم محض کو بھی قرآن مجید نے موت کہا ہے۔ نیند کو حدیث میں موت کہا گیا ہے اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے روح کا اخراج تمام جسد سے مان کر دل میں سمٹ جانے کا قول کرتے ہیں اور یہ انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت بتاتے ہیں۔ اس لئے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو موت کا کہنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ نیلوی صاحب کو موت کا منکر کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ

(ندائے حق جزء اوّل ص ۲۱۹) میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور ایسا ہی رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے۔ انبیاء اللہ تعالیٰ ''لا یموتون ولکن ینقلون من دار الی دار'' یعنی خدا تعالیٰ کے نبی نہیں مرتے۔ بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کردیئے جاتے ہیں۔ فلہٰذا نیلوی صاحب اپنی نقل کردہ تحریر کے مطابق ڈبل کافر ہوں گے۔

قارئین کرام! جس طرح خان صاحب بریلوی کا مشن ہے علماء دیوبند کو بدنام کرنا اوران کی تکفیر کرنا وہی مشن جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اصلی دیوبندی ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ جس طرح بریلوی اصلی اہل سنت والجماعت بننے کے دعوے دار ہیں۔ ''تشابہت قلوبھم''

حمایت نمبر ۱۲: بریلویوں کی بات مان کر اب اشاعۃ التوحید والے حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' کو موضوع (من گھڑت) کہہ رہے ہیں۔ جب کہ پہلے خود اس حدیث کو بریلویوں کے مقابلہ میں پیش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ (تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۶ء ص ۲۹، ۳۰) میں ہے۔ ''من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی من بعید اعلمتہ'' (الدرر المضیۃ علامہ ملّا علی قاری حنفی مکی ﷫)

(ترجمہ) یعنی جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے اس کی اطلاع مجھ کو دی جاتی ہے۔ یعنی فرشتے پہنچاتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر غیب کی باتوں کا علم ہوتا تو فرشتوں کو پہنچانے کی کیا حاجت تھی۔ دور ونزدیک سب کا درود وسلام یکساں سنتے۔ آہ! نگران شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، مدیر سید ابو احمد سجاد بخاری۔

قارئین کرام! اس حدیث مبارک سے دو عقیدہ کفریہ کی نفی ہوتی ہے۔ (۱) علم غیب۔ (۲) حاضر وناظر۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سواء علم غیب کسی کو نہیں ہے اور حاضر وناظر بھی خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں ہے۔ چونکہ یہ حدیث مبارک بریلویوں کے عقیدہ کے سخت خلاف ہے۔ بریلوی حضرات اس کو موضوع (من گھڑت) ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ چنانچہ بریلوی حضرات کے غزالی دوراں احمد سعید کاظمی نے اپنے رسالہ (حیات النبی ﷺ ص ۷۱، ۷۲) میں اس حدیث پر خوب جرح نقل کی ہے۔ (دیکھئے مقالات کاظمی حصہ دوم)

اب یہ ڈیوٹی اشاعۃ التوحید والسنۃ والوں نے سنبھال لی ہے۔ (بہت خوب) گویا کہ مشن ایک ہے۔ ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم''

حمایت نمبر ۱۳: حضرت قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں۔ برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ مشہور ومعروف اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہل سنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں حیات جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اوران کے اجسام کے ساتھ ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے۔ جیسا کہ دنیوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام بھی سنتے ہیں۔ وغیرہ!

۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقالات کاظمی

حصہ دوم

علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی

مکتبہ شرکت حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

۵۰

ھو محمد بن مروان السدی فیما اریٰ وفیہ نظر (رسالہ حیات الانبیا بیہقی ص۴)

حدیث حضرت ابوہریرہ پر امام بیہقی کی جرح

دیکھئے امام بیہقیؒ اس حدیث کے راوی ابو عبدالرحمن کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ میرے نزدیک ابو عبدالرحمن ہی محمد بن مروان سدی ہے۔ اور اس میں نظر ہے وفیہ نظر الفاظ جرح میں سے ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال جلد اول ص۳ (طبع مصر)

حدیث ابوہریرہ پر شارح حیات الانبیاء کی جرح

اس حدیث کے تحت محمد بن الحاجی البوسنوی شارح حیات الانبیا فرماتے ہیں۔

حدیث ابی ھریرۃ ھذہ انسبہ السیوطی فی الخصائص الکبری الی الاصبھانی فی الترغیب والترھیب ونسبہ فی الجامع الصغیر الی البیہقی وفیہ محمد بن مروان السدی الصغیر ضعیف متھم بالکذب وقد ذکر الحافظ الذھبی ھذا الحدیث فی میزان الاعتدال فی ترجمۃ السدی المذکور

(حیات الانبیا بیہقی مع شرح ص۱۴)

ترجمہ:۔ ابوہریرہ کی حدیث کو سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اصبہانی کی طرف منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب "الترغیب والترہیب" میں اس کی روایت کی ہے اور جامع صغیر میں بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے اور (ابو عبدالرحمن) محمد بن مروان السدی الصغیر ضعیف ہے۔ متہم بالکذب ہے اور حافظ ذہبی نے اس حدیث ابوہریرہ کو میزان الاعتدال میں اسی سدی مذکور کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں۔ تھانوی صاحب کے دعوے کی سب سے بڑی دلیل حدیث ابوہریرہ تھی جس کی سند کا یہ حال ہے کہ اس کے راوی ابو عبدالرحمن محمد بن مروان السدی الصغیر پر خود امام بیہقی نے وفیہ نظر کہہ کر جرح کی پھر ان کے رسالہ حیات الانبیاء کے شارح نے اسے ضعیف اور متہم بالکذب کہا اور امام ذہبی کے حوالہ سے یہ بتایا کہ انہوں نے میزان الاعتدال میں اسی کے تذکرہ میں تھانوی صاحب کی پیش کردہ حدیث کو ذکر کیا ہے۔

۵۱

حدیث ابوہریرہ پر امام ذہبی کی جرح

اب میزان الاعتدال اصل کتاب کو ملاحظہ فرمائیے امام ذہبی فرماتے ہیں۔

(محمد بن مروان) السدی الکوفی وھو السدی الصغیر عن ھشام بن عروۃ و الاعمش ترکوہ واتھمہ بعضھم بالکذب وھو صاحب الکلبی قال البخاری سکتوا عنہ وھو مولی الخطابین لایکتب حدیثہ البتہ وقال ابن معین لیس بثقۃ وقال احمد ادرکتہ وقد ھرم فترکتہ العلاء بن عمرو الحنفی حدثنا محمد بن مروان عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مرفوعا من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ " انتہی (میزان الاعتدال جلد ثالث ص۳۲ طبع مصر)

ترجمہ :۔ محمد بن مروان السدی کوفی ہے۔ اور وہ سدی صغیر ہے وہ ہشام بن عروہ اور اعمش سے روایت کرتا ہے۔ محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے اور بعض نے اسے متہم بالکذب کہا اور وہ صاحب کلبی ہے بخاری نے کہا سکتوا عنہ اور وہ مولائے خطابین ہے اس کی حدیث یقیناً نہیں لکھی جاتی اور ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد نے کہا میں نے اسے پایا وہ بوڑھا ہو گیا تھا۔ میں نے اسے ترک کر دیا علاء بن عمرو الحنفی نے کہا ہم سے محمد بن مروان نے حدیث بیان کی۔ اس نے اعمش سے روایت کی اعمش نے ابو صالح سے ابو صالح نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی کہ جس نے میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے" انتہی (میزان الاعتدال جلد۳ ص۱۳۲)

میزان الاعتدال سے علامہ ذہبی کا جو بیان ہم نے نقل کیا۔ اس سے یہ شبہ بھی دور ہو گیا۔ کہ امام بیہقی نے فیما اری فرمایا ہے جو تردد کا مظہر ہے۔ میں عرض کروں گا کہ اگر فی الواقع یہ محل تردد ہوتا تو امام ذہبی اس کو ظاہر فرما دیتے۔ لیکن انہوں نے اس کے ترجمہ میں بعینہا اسی روایت کو نقل کر کے اس شبہ کی جڑ کاٹ دی اور حقیقت حال کو بے نقاب کر دیا۔ ہمارے ناظرین نے تھانوی صاحب کی جرح بھی دیکھی اب ان کی پیش کردہ روایت پر ہماری جرح بھی ملاحظہ فرمائیں۔

ہماری پیش کردہ حدیث کی سند میں کسی راوی کو تھانوی صاحب متہم بالکذب ثابت نہیں کر سکے مگر ان کی پیش کردہ حدیث کی سند میں محمد بن مروان کو ہم نے متہم بالکذب ثابت کر دیا۔ اگرچہ جرح۔

علماء دیوبند نے یہ عقیدہ کتاب وسنت سے وراثۃً پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث ہی رہا ہے۔ حتیٰ کہ جب بریلوی حلقوں سے ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ برزخ میں حیات انبیاء کے منکر ہیں اور اس افتراء سے علماء حرمین شریفین کو ان کی طرف سے بدظن بنا کر اور دھوکہ دے کر ان کے خلاف فتویٰ بھی حاصل کر لیا گیا۔ لیکن جب علماء حرمین شریفین پر اس دھوکہ دہی کی حقیقت کھلی اور انہوں نے اس قسم کے تمام مسائل کے بارے میں از خود ایک مفصل استفتاء مرتب کر کے علماء دیوبند سے جواب مانگا۔ جس میں حیات انبیاء کا سوال بھی شامل تھا تو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مفصل جوابی فتویٰ بنام المہند علی المفند مرتب فرما کر علمائے حرمین کے پاس ارسال فرمایا جس میں مسئلہ حیات النبی وحیات انبیاء کرام کے بارے میں علماء دیوبند کا نقطہ نظر غیر مشتبہ اور واضح الفاظ میں تحریر فرمایا جس کا حاصل یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور برزخ میں ان کی یہ حیات، حیات دنیوی ہے۔ نیز اسی ذیل میں اس نقطہ نظر کو مزید واضح اور مضبوط تر کرنے کے لئے انہوں نے بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے رسالہ آب حیات کا حوالہ بھی دیا جو اسی موضوع پر ایک مستقل اور پر از حقائق ومعارف کتاب ہے جس کا مقصد اس مسئلہ کی ایک مستحکم تائید کے علاوہ یہ بھی تھا کہ علماء دیوبند کا یہ عقیدہ (حیات انبیاء) انہیں ان کے اسلاف سے بطور توارث کے ملا ہے۔ کوئی انفرادی رائے یا وقتی ہنگامی فتویٰ نہیں ہے۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۲۲ اگست ۱۹۶۲ء زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب مدیر سجاد بخاری)

قارئین کرام! موجودہ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے افراد المہند علی المفند سے اعتبار اٹھانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ تاکہ خان صاحب بریلوی نے جو علماء دیوبند پر الزام لگایا تھا۔ وہ اس میں سچا ثابت ہو جائے اور علماء دیوبند جھوٹے اور تقیہ باز ہو جائیں۔ (معاذ اللہ) جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ خان صاحب بریلوی کی بھرپور تائید کر رہی ہے۔ گویا ایک مشن ہے۔ (نعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا)

المہند کے بارے سوال نمبر ۱: المہند علی المفند میں جو عقیدہ حیات النبی ﷺ تحریر کیا ہے، یہ قرآن کے خلاف ہے۔

الجواب ۱: قرآن کو کیا علماء دیوبند نے نہیں سمجھا اور تمہیں قرآن کی زیادہ سمجھ ہے۔

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے — اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

الجواب ۲: جو سوال آپ نے اٹھایا ہے یہ سوال تو مرزائیوں کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور پھر قرآن مجید کی چند آیات بھی تلاوت کرتے ہیں۔

۱...... ''یاعیسٰی انی متوفیک ورافعک الی''

۲...... ''ومامحمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل''

۳...... ''فلما توفیتنی''

ان آیات سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بزعم خویش وفات ثابت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ تمہارا عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن کے خلاف ہے۔ مسلمان جواب میں کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو مسلمانوں نے نہیں سمجھا اور مرزائیو! تم نے سمجھا ہے تمہاری یہ سمجھ خالص گمراہی ہے۔ پھر مرزائیوں سے پوچھا جاتا ہے کہ جو مطلب قرآن مجید

سے تم نے سمجھا ہے۔ کیا مفسرین حضرات بھی صراحۃً تمہاری تائید کرتے ہیں تو مرزائی صراحۃً ایسا کوئی حوالہ نہیں پیش کر سکتے اور یہی حالت منکرین حیات النبی ﷺ کی ہے۔ جب وہ قرآن مجید پڑھ کر مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں تو ان سے پوچھا جاتا ہے کہ ایک مفسر اہل سنت نے صراحۃً یہ لکھا ہے کہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہیں اور عندالقبور صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے تو ان الفاظ سے صراحۃً یہ عقیدہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے — یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

لطیفہ: مرزا قادیانی کا پہلا عقیدہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کا تھا۔ (ازالۃ الاوہام وغیرہ) جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام بزرگوں کا بھی پہلا عقیدہ حیات جسمانی فی البرزخ اور سماع صلوٰۃ وسلام عند قبور الانبیاء علیہم السلام کا تھا تو اس وقت بھی قرآن مجید کے موافق تھا۔ پھر جب دونوں نے اپنا عقیدہ بدل دیا۔ یعنی مرزا قادیانی حیات مسیح کا منکر ہو گیا اور جمعیۃ اشاعۃ والسنۃ کے بعض بزرگ حیات جسمانی اور سماع صلوٰۃ وسلام عند قبور الانبیاء علیہم السلام کے منکر ہو گئے تو پھر بھی قرآن (ان کے زعم میں) ان کی موافقت کر رہا ہے۔ (ان ہذا البدیع) ؎

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں — کس درجہ ہوئے فقیہان حرم بے توفیق

المہند کے بارے میں سوال نمبر ۲: المہند علی المفند میں نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیویہ لکھی ہوئی ہے۔ مگر اردو ترجمہ میں ''دنیا کی سی'' کے الفاظ ہیں۔ دونوں میں تعارض ہے۔ نیز دنیوی حیات وہ ہوتی ہے جو عالم دنیا میں ہو۔ برزخی حیات وہ ہوتی ہے جو عالم برزخ میں ہو۔

الجواب: المہند کی عربی عبارت اور اردو ترجمہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ اس لئے کہ عربی عبارت (حیاۃ دنیویۃ) میں تشبیہ بلیغ ہے۔ یعنی حیات دنیاوی کی طرح ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ زید شیر ہے مراد ہوتا ہے کہ زید شیر کی طرح ہے۔ جیسے ''الحمی من فیح جھنم'' میں بعض محدثین کرام نے تشبیہ بلیغ والا قول اختیار کیا ہے۔ (دیکھئے حاشیہ مشکوٰۃ ص ۳۸۸)

مولانا سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: ''المہند کی اصل عربی عبارت اور اس کا اردو ترجمہ جو اکابر کی نگرانی میں شائع ہوا اور جس میں انہوں نے عربی عبارت کا مفہوم ومقصود واضح فرمایا۔ آپ کے سامنے ہے۔'' (اقامۃ البرہان ص ۲۰۲)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ فرماتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے بعض بزرگوں کی تحریروں میں مثلاً ''التصدیقات'' میں انبیاء علیہم السلام کی قبر والی حیات کو جو ''حیاۃ دنیویۃ'' کہا گیا ہے تو اس کا بھی ہرگز یہ مطلب نہیں ہے۔ اس کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ وہ حیات دنیا کی سی ہے۔ یعنی مع الجسد ہے۔ صرف برزخی روحانی نہیں ہے۔

تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ نومبر، دسمبر ۱۹۵۸ء ص ۳۹ زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نیز مولانا نعمانی فرماتے ہیں۔ بہر حال حیات انبیاء کا یہ مطلب کسی کے نزدیک بھی نہیں ہے کہ ان پر موت قطعاً طاری ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وفات کے بعد ان حضرات کو پھر حیات مع الجسد عنصری جاتی ہے اور وہ صحیح وسالم قبر میں محفوظ رہتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔ ''ھذا الجواب ویتوب اللہ علی من تاب''

محمد منظور نعمانی عفاء اللہ عنہ (تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ مئی ۱۹۵۹ء ص ۳۲) زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب مرتبہ ابوالجمیل سید معروف شاہ شیرازی

قارئین کرام! حیات دنیوی کے الفاظ جو ہمارے اکابر کی تحریروں میں آئے ہیں۔ اس سے مراد حیات

باعتبار ابدان دنیا کے لئے یعنی دنیاوالے جسم میں حیات ہے۔صرف روحانی نہیں بلکہ روح مع الجسد ہے۔ فلہذا یہ حیات دنیوی بھی ہے۔اس اعتبار سے اور برزخی بھی ہے۔کیونکہ یہ حیات برزخ میں حاصل ہے۔فلہذا بعض لوگوں کا علماء دیوبند پر بہتان لگانا کہ وہ موت کے قائل ہی نہیں۔سخت غلطی ہے اور خدا کا کوئی خوف ان کے دلوں میں نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔آمین! چونکہ بعض بے دین فرقے میت کے لئے قبر میں حیات جسد عنصری کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔اس لئے ہمارے اکابر نے ان کے مدمقابل حیات دنیویہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں جس طرح خارجیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سود اللہ وجہہ کے الفاظ استعمال کئے تھے تو ان کے مدمقابل علماء اہل سنت والجماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کرم اللہ وجہہ کے لفظ استعمال کئے ہیں۔

نیلوی صاحب نے نداء حق میں بعض ان بے دین فرقوں کی نشان دہی کی ہے جو قبر میں میت کے لئے حیات تسلیم نہیں کرتے۔(کما سیأتی) تعلیم القرآن بابت ماہ فروری ۱۹۶۱ء ص ۶ میں ہے۔مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے مولانا محمد علی صاحب کی طرف لکھ بھیجا کہ سلف تو سارے کے سارے حیات برزخی کے قائل تھے۔بعد میں علماء کے دو مسلک ہو گئے۔اکثر تو حیات برزخی ہی کے قائل رہے اور بعض حیات دنیوی کے قائل ہو گئے۔مگر ہم دونوں کو اہل سنت ہی سمجھتے ہیں۔مولانا محمد علی صاحب نے تحریر فرمایا کہ دیوبندی مسلک کے تمام علماء کرام حیات دنیوی ہی کے قائل ہیں۔اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب موصوف نے لکھ کر بھیجا کہ بزرگان دیوبند میں سے کئی حضرات حیات برزخی کے قائل ہیں۔چنانچہ یہی چیز موضوع مناظرہ قرار پائی۔شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہم بزرگان دیوبند ہی کی عبارتوں سے ثابت کریں گے کہ ان میں سے کئی حضرات حیات برزخی کے قائل تھے۔

(نوٹ) جب مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپس میں اختلاف واقع ہوا تھا تو اس کی نوعیت یہ تھی کہ مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ اور مولانا محمد علی صاحب جالندھری رحمہ اللہ یہ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ والا مسلک اختیار کیا جائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے روح کا اخراج موت کے وقت نہیں ہوتا۔دل میں روح سمٹ کر آجاتا ہے اور یہ حضرات اس کو حیات دنیاوی کے ساتھ تعبیر کرتے تھے۔دوسری طرف حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری و دیگر افراد جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے یہ کہتے تھے کہ بوقت موت اخراج روح عند الجسد العنصری ہوتا ہے۔لیکن پھر اس کا تعلق جسد عنصری سے قائم کیا جاتا ہے اور حیات جسمانی ہے اور درود وسلام بھی اپنی قبروں کے قریب سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور یہ حیات برزخی ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی تحریر مذکور بالا میں یہ الفاظ واقع ہوئے ہیں کہ ہم بزرگان دیوبند ہی کی عبارتوں سے ثابت کریں گے کہ ان میں کئی حضرات حیات برزخی کے قائل تھے۔شاہ صاحب کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب اس وقت دیوبندی تھے۔اس لئے وہ بزرگان دیوبند ہی کی عبارتیں پیش کرتے تھے اور موضوع مناظرہ کا دارومدار علماء دیوبند ہی کی عبارتیں تھیں۔مگر آج عقیدہ بدل چکا ہے۔اس لئے وہ اپنی تقریر میں علی الاعلان فرما دیتے ہیں کہ ہم دیوبندی نہیں ہیں۔ہم تو حنفی ہیں۔لیکن شاہ صاحب کی حالت یہ ہے کہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کے جنازہ کے موقع پر اعلان فرمایا کہ میں سنت کے مطابق نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔پھر سورۃ فاتحہ جہر کے ساتھ نماز جنازہ میں پڑھی۔معلوم ہوا، شاہ صاحب کے نزدیک حنفی بدعتی ہیں۔کیونکہ بقول شاہ صاحب کے سورۃ فاتحہ جہر کے ساتھ نماز جنازہ میں پڑھی جائے تو وہ جنازہ سنت کے مطابق ہوتا ہے۔اناللہ وانا الیہ راجعون!

باب الکذبات
(یعنی نیلوی صاحب کے جھوٹ)

جھوٹ نمبر ا: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد جلد ۴ ص ۳۱۸ بحوالہ حم (مسند احمد) ود (ابوداؤد) وہ (ابن ماجہ) ون (نسائی) وحب (ابن حبان فی صحیحہ) وک (مستدرک حاکم) روایت کیا ہے:
''عن عائشۃ ﷞ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء'' (ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۲۰۲)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے جھوٹ بولا ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ ﷞ سے ان کتابوں میں مروی ہے۔ان کتابوں میں حضرت عائشہ ﷞ سے یہ حدیث ہرگز مروی نہیں ہے اور نہ منتخب کنز العمال والے نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ ﷞ سے مروی ہے بلکہ اس نے اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد یوں لکھا ہے۔(حم، د، ن، ہ، حب، ک) عن اوس بن اوس۔ (دیکھئے منتخب کنز العمال برہامش مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۸)

کسی نے ایسے موقع پر بالکل سچ کہا ہے کہ ؎

دروغ گورا حافظہ نباشد

جھوٹ نمبر ۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں:''عہد نبوی میں ایک کم سن بچہ ایک قوم کی امامت کیا کرتا تھا۔(الیٰ ان قال) اور اس بچہ کا سجدہ میں جاتے ہوئے ننگ کھل جاتا تھا۔اس لئے پھٹے پرانے کرتے میں جتنی نمازیں۔'' (ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۲۱۱)

نیلوی صاحب نے پھٹے پرانے کرتے کا جو ذکر کیا ہے بالکل جھوٹ ہے اور حدیث پاک کی کتابوں سے ناواقفیت کی بناء پر ایسا کہا ہے۔ورنہ حدیث پاک کی کتابوں میں بردۃ (چادر) کا لفظ ہے۔

(دیکھئے صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۶، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۹۳، ۹۴ باب من احق بالامامۃ وسنن دارقطنی ج ۲ ص ۴۲)

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ (جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے)

جھوٹ نمبر ۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں:''سید انور شاہ صاحب نے (عرف شذی ص ۳۴۲) میں کہا ہے کہ امام اعظم مرنے کے بعد تلقین کے قائل نہیں۔(ندائے حق جلد ثانی ص ۲۲۲) نیلوی صاحب نے بالکل یہ جھوٹ بولا ہے۔حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب نے (عرف شذی ص ۳۴۲) میں ایسا ہرگز نہیں کہا۔بلکہ شاہ صاحب کی عبارت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تلقین بعد دفن کے کرنی چاہئے۔چنانچہ فرماتے ہیں:''وتلقین آخر بعد الدفن ذکر صاحب الدر المختار بکلماتہ وقال صاحب الدر لا یومر بہ ولا ینھی عنہ ولا حدیث اخرجہ الطبرانی فی معجمہ وابن قیم فی کتاب الروح (عن ابی امامۃ الباھلی) لکن سندہ ضعیف ولکنہ یصلح للعمل''

(عرف شذی ص ۳۴۲ باب ماجاء فی تلقین المریض عند الموت والدعاء لہ)

(ترجمہ) درمختار والے نے کہا ہے کہ دوسری تلقین دفن کے بعد ہے۔ان چند کلمات کے ساتھ تلقین کرنے کا نہ تو حکم کیا جائے اور نہ تلقین سے روکا جائے اور اس کے لئے ایک حدیث بھی ہے جس کو امام طبرانی نے اپنے معجم میں اور ابن قیم نے کتاب الروح میں حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت کیا ہے۔اس کی سند تو ضعیف ہے مگر عمل کے قابل ہے۔قارئین کرام! یہ ہے نیلوی صاحب کی صداقت دیانت، امانت (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

تمہیں کہو یہ ماجرا کیا ہے

جھوٹ نمبر ۴: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: (سوال) طحطاوی حنفی نے بھی ابن قیم کی بات کی طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں اور امام سیوطی نے شرح الصدور میں لکھا ہے۔ "الاحادیث و الآثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم به المزور و سمع کلامه" یعنی احادیث نبویہ اور آثار صحابہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ میت کی زیارت کرنے والا جب زیارت کرنے آتا ہے تو مزور اس کو پہچان جاتا ہے اور اس کی بات بھی سنتا ہے۔

الجواب: جواب یہ روایت طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں تو موجود نہیں ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۶۶)

نیلوی صاحب نے یہ بالکل جھوٹ بولا ہے کہ یہ روایت (عبارت) طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں موجود نہیں ہے۔ قارئین کرام! یہی عبارت طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۴۰ میں (باب زیارۃ القبور کی ابتداء میں موجود ہے) دروغ گورا حافظہ نباشد!

جھوٹ نمبر ۵: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "صحیح بخاری کتاب المغازی باب فضل من شہد بدراً ج ۲ ص ۵۶۷ میں ہے۔ حدثنی عثمان حدثنا عبدۃ" (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۵۶)

نیلوی صاحب نے یہ بالکل جھوٹ بولا ہے۔ بخاری شریف کتاب المغازی باب فضل من شہد بدراً میں یہ حدیث ہرگز مذکور نہیں ہوئی بلکہ اس روایت کے بعد باب فضل من شہد بدراً شروع ہوتا ہے۔ مگر

دروغ گورا حافظہ نباشد

جھوٹ نمبر ۶: نیلوی صاحب نے حدیث من صلی علی عند قبری سمعتہ کا ایک نقشہ تیار کیا ہے۔ ابوالشیخ کی سند میں ان کے استاد عبدالرحمن بن احمد الاعرج کے بارے میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ "مجهول العدالته قاله البیهقی" (ندائے حق جز ثانی از جلد اول ص ۵۸)

نیلوی صاحب نے جو یہ نقل کیا ہے کہ امام بیہقی نے عبدالرحمن بن احمد الاعرج کو مجہول العدالتہ کہا ہے۔ یہ نیلوی کا خالص جھوٹ ہے اگر کوئی ایک صریح حوالہ موجود ہو تو (نیلوی صاحب) پیش کریں۔ مگر وہ ہرگز پیش نہیں کر سکتے۔

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

جھوٹ نمبر ۷: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: "ابوالشیخ کے شاگرد بیہقی خود اسی حدیث کو معلول کہتے ہیں۔ دور کیوں جاتے ہو خود ابوالشیخ کا شاگرد علامہ بیہقی" (ندائے حق جز ثانی از جلد اول ص ۴۷)

قارئین کرام! امام بیہقی ابوالشیخ کے شاگرد نہیں ہیں۔ یہ نیلوی صاحب نے جھوٹ بولا ہے کہ بیہقی ابوالشیخ کا شاگرد ہے۔ کیونکہ ابوالشیخ کی وفات ۳۶۹ھ میں ہوئی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ مترجم اردو ج ۳ ص ۱۴۴)

اور بیہقی کی ولادت ۳۸۴ھ میں ہوئی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۷۵۵ و اکمال لصاحب المشکوٰۃ)

یعنی امام بیہقی، ابوالشیخ کی وفات کے تقریباً پندرہ سال بعد پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن نیلوی صاحب فرماتے ہیں کہ بیہقی ابوالشیخ کے شاگرد ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

علم دین مفقود ہے گم ہے صراط مستقیم خضر راہ بنتا ہے ہر غول بیاباں ان دنوں

جھوٹ نمبر ۸: نیلوی صاحب امام ترمذی پر نقد و جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ابوالتیاح مجہول ہے۔ اس کی حدیث کو ص ۱۲۲ سطر ۱ میں حسن صحیح کہہ دیا۔ (ندائے حق طبع اول ص ۲۰، ندائے حق جزء ثانی از جلد اول ص ۳۱۵)

۶۰
بینت ليلتين الخ ومعنى الحديث انه يجاز لي ان يكون غير مكتوبة الوصية عنه الى يومين لا بعدهما - وقيل الخبر
ما الا ووصيته مكتوبة الخ واما ما قبله فصفات لرجل فعلى هذا معنى الكلام ان المرء مأمور يكون الوصية عنده ولا
مدار على الليلتين وبين التركيبين فرق ظاهر وللحافظين ههنا كلام في شرح البخاري وللطيبي شارح المشكوٰة كلام
آخر لطيف مما قال الحافظان -

باب ما جاء في الوصية بالثلث والربع اتفقوا على عدم جواز الوصية ازيد من ثلث المال **قوله**
سعد بن مالك الخ اي سعد بن ابي وقاص والروايات مختلفة في بعضها انه مرض في فتح مكة وفي بعضها انه مرض في
حجة الوداع **قوله** انا نقصه الخ في شرحه احتمالان اما ان يقال انه يقول كنت اعد ما يقول النبي صلى الله
عليه وسلم ناقصا واما ان يقال اني اوصيت بكل المال فنهاني النبي صلى الله عليه وسلم عنه فاذا نقصت نقص
شيئا فشيئا **باب ما جاء في تلقين المريض عند الموت** والذي عليه التلقين يستحب للمحتضر بقرب
عنده ولا يومر بها حال السكرات يحتمل ان يتكلم بكلام خلاف الشريعة وقال الفقهاء ان المحتضر لو تكلم بكلمة الكفر
حالة السكرات لا يحكم بها ولا يحكم عليه بالكفر وتلقين آخر بعد الدفن ذكر صاحب الدر المختار بكلماته وقال صاحب
الدر لا يؤمر به ولا ينهى عنه وله حديث اخرجه الطبراني في معجمه وابن قيم في كتاب الروح لكن سنده ضعيف ولكنه
يصلح للعمل **قوله** موتاكم الخ اتفقوا على ان المراد من الموتى المحتضرون فلا يكون حديث الباب حجة للتلقين
بعد الدفن **باب في التشديد عند الموت** الغرة في اللغة عمق الماء والمراد الشدة في السكرات والمؤ
بها المصائب والتشديد عند الموت قال العلماء ان الشدة عند الموت ليس علامة سوء حالة الميت
ولا التخفيف علامة صلاحية حاله بل يكن الشدة للصالح لرفعة درجاته ويكن السهولة لغيره ليجزي خيره
في الدنيا ولا يبقى له حظ في الآخرة -

باب حدثنا ابن بشار الخ **قوله** المؤمن يموت بعرق الجبين الخ في شرح حديث الباب قوال قيل
ان عرق الجبين حسا عند الموت من علامات الخير وقيل ليس العرق حسا بل المراد انه يكون في الشدة قبل النزع
ويكون الشدة كفارة للسيئات وان قيل ان هذا يخالف ما في المشكوٰة يدل على خروج روح المؤمن بالهو
فقال العلماء القائلون بالشرح الثاني ان المؤمن تحمل الغمرات قبل النزع واما حالة النزع فيخرج روحه سهلا
والظالم لا يخرج روحه الا بالتشديد وحكي في تذكرة عبد المطلب جد رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان يقول
ان الظالم لا بد له من ان يصاب . وكان القريش يسافرون الى الشام وكان ثمة ظالم فقالوا سمعنا انه مات
بلا شدة قال عبد المطلب اظن ان وراء هذا العالم عالما يكون فيه انتقام الشرار الخ فان الظالم لم يتجاوز عن
جزاء ظلمه اقول ولينظر الى قول عبد المطلب الذي في زمان الفترة وقول من يدعي انه من العقلاء وقيل في شرح حديث

الجواب: نیلوی صاحب، ابو التیاح متوفی ۱۲۸ھ مجہول نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کا ثقہ راوی ہے بلکہ صحاح ستہ کا مرکزی راوی ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ؎

یزید بن حمید الضبعی بضم المعجمة وفتح الموحدة ابو التیاح بمثناة ثم تحتانیة ثقیلة وآخره مهلمته بصری مشهور بکنیته ثقة ثبت من الخامسة مات سنته ثمان وعشرین

(تقریب التہذیب ص ۳۸۱)

اسی طرح مبارک پوری غیر مقلد نے (تحفۃ الاحوذی شرح الترمذی ج ۳ ص ۱۴۱) میں لکھا ہے۔ خود امام ترمذی فرماتے ہیں۔ حدیث عمران حدیث حسن صحیح وابو التیاح اسمہ یزید بن حمید (ترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ خاتم الذہب ج ۱ ص ۳۰۴)

نیز فرماتے ہیں: ''حدثنا هناد ناوكيع عن شعبة عن ابی التیاح الضبعی قال سمعت انس بن مالک (الی ان قال) حدیث انس حدیث حسن صحیح ترمذی باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی البسط ج ۱ ص ۷۵ مع عرف شذی''

اور (ج ۱ ص ۷۶) میں فرماتے ہیں: ''واسمہ ابی التیاح یزید بن حمید''

نیز فرماتے ہیں: ''هدثنا هنادثنا وكيع عن شعبة عن ابی التیاح عن انس نحوه هذا حديث حسن صحیح وابو التیاح اسمہ یزید بن حمید الضبعی'' (ترمذی باب ماجاء فی المزاح ج ۲ ص ۱۹ مع عرف شذی)

(بخاری شریف ج ۱ ص ۲۵۱) میں ہے: ''عن ابی التیاح عن انس''

امام مسلم فرماتے ہیں: ''وابو التیاح اسمہ یزید بن حمید'' (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۲)

قارئین کرام! یہ ہے نیلوی صاحب کا علمی مقام جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بے چارے نے حدیث کی کتابوں کو بغور دیکھا ہی نہیں۔ چہ جائیکہ پڑھایا ہو۔

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی جا کر کے جو دیکھا تو عمامے کے سواء ہیچ

جھوٹ نمبر ۹: نیلوی صاحب زاذان کے متعلق لکھتے ہیں: تقریب میں لکھا ہے۔ لین الحدیث (حدیث میں نرم ہے) وفیہ شیعیۃ (ندائے حق طبع اول ص ۲۰۹ وجز ثانی از جلد اول ص ۱۷۳) نیز نیلوی صاحب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''پھر اتنی بڑی کتاب تہذیب التہذیب جو بارہ جلدوں میں ہے۔ اس کا مطالعہ کر لیا۔ مگر مختصر سی کتاب تقریب نہ دیکھ سکے، یا دیکھی مگر مخالف پا کر بند کر کے رکھ دی۔ کیونکہ اس میں لکھا تھا۔ زاذان لین الحدیث فیہ شیعیۃ'' (ندائے حق طبع اول ص ۲۹۰)

الجواب: نیلوی صاحب! جھوٹ نہ بولا کرو۔ (تقریب التہذیب ص ۱۰۵) میں زاذان ابو عمر الکندری کا ترجمہ موجود ہے۔ مگر لین الحدیث کے الفاظ ان کے ترجمہ میں ہرگز موجود نہیں ہیں۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

نیلوی صاحب کو دوسروں پر کیچڑ اچھالنے کا بہت شوق ہے۔

کرنے لگی زمین ستاروں پر تبصرہ ہونے لگا خزاں کا بہاروں پر تبصرہ

جھوٹ نمبر ۱۰: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ''قال شعبة سالت سلمة بن كهيل عنه فقال ابو البختری اعجب الی'' (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۳)

اب ابوالبختری کون تھا۔ اس کا حال بھی سن لیجئے۔ ''ابو البختری، (وھب بن وھب بن کثیر بن عبداللہ بن زمعة بن الاسود) کان جواداً ممدحاً مکنه متهم فی الحدیث قال یحی بن معین کان یکذب عدو اللہ وقال عثمان بن ابی شعیبة اری انه یبعث یوم القیامة دجالاً... وقال احمد کان یضع الحدیث وضعاً فیما نری وقال البخاری سکتوا عنه'' (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۳۵۴)

جب ابوالبختری کا یہ حال ہے تو زاذان تو اس سے بھی برا ہوا۔ جب ابوالبختری واضع الحدیث اللہ کا دشمن تو زاذان کے متعلق سلمة بن کھیل کیا کہیں گے۔ جو کہتے ہیں ابوالبختری بہ نسبت زاذان کے مجھے اچھا لگتا ہے۔

(ندائے حق طبع اوّل ص ۲۰۹، جز ثانی از جلد اوّل ص ۱۷۳)

الجواب: زاذان ثقہ اور صدوق راوی کو ابوالبختری وہب بن وہب سے برا سمجھنا نیلوی صاحب کی بدحواسی کا نتیجہ ہے اور ابوالبختری جس کا نام سلمة بن کھیل نے ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد ابوالبختری وہب بن وہب مراد لینا نیلوی صاحب کی بہت بڑی جہالت ہے۔ سب سے پہلے یہ بے عقلی ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی سے ہوئی تھی کہ اس نے اپنے پمفلٹ یہ قبریں یہ آستانے کے ص ۱۶ میں فرشتوں کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کو سلام پہنچانے کی وہ روایت جس میں زاذان ہے کہ موضوع (من گھڑت) قرار دیا تھا اور ابوالبختری سے مراد وہب بن وہب مراد لیا تھا۔ مگر بعد کے ایڈیشنوں میں اس نے ابوالبختری وہب بن وہب کا ترجمہ ساقط کر دیا ہے۔ لیکن نیلوی صاحب نے اس کو اپنے پلے میں باندھ لیا ہے اور اس پر اب تک قائم ہیں ؎

تیری مجلس میں اور بھی گل کھلیں گے اگر رنگ یاران محفل یہی ہے

امام شعبہ کی وفات ۱۶۰ھ میں ہوئی۔ (تقریب التہذیب ص ۱۴۵) اور سلمة بن کھیل کی وفات ۱۲۱ھ میں ہوئی۔ (التاریخ الصغیر للامام البخاری ص ۱۴۰) اور امام بخاری کی تحقیق کے مطابق ابوالبختری وہب بن وہب ۲۰۰ھ کے بعد اور ۲۱۰ھ سے پہلے فوت ہوا ہے۔ یعنی ابوالبختری وہب بن وہب سلمة بن کھیل کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے۔ فلہٰذا امام شعبہ کا اس ابوالبختری کے بارے میں سلمة بن کھیل سے پوچھنا اور پھر سلمة بن کھیل کا اس ابوالبختری کو زاذان سے اچھا کہنا ناممکنات میں سے ہے۔ بلکہ یہ بھی عین ممکن ہے کہ حضرت شعبہ کی وفات کے بعد یہ ابوالبختری وہب بن وہب پیدا ہوا ہو۔ حالانکہ امام شعبہ نے سلمة بن کھیل سے اس ابوالبختری کے بارے میں سوال کیا تھا جس کا نام سعید بن فیروز الطائی ہے۔ جس کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی ہے۔ چنانچہ امام بخاری نقل کرتے ہیں۔ عن سلمة بن کھیل قال رایت ابا البختری الطائی زمن الجماجم ضربه رجل فقصعه (التاریخ الصغیر ص ۹۰)

اور زاذان کی وفات بھی ۸۲ھ میں ہوئی ہے۔ (تقریب ص ۱۰۵)

قارئین کرام! یہ ہے نیلوی صاحب کی تحقیق و تدقیق۔

گر ہمیں مکتب وہمیں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد

مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی کا تبصرہ

مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے اپنے پرانے دوست ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کے خلاف تبصرہ کرتے ہوئے اس تحریر پر گرفت کی ہے کہ اس نے ابوالبختری سے مراد وہب بن وہب لیا ہے۔ شاہ صاحب کا تبصرہ ادخال الباغین

کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اگلے صفحات میں اس کا عکس ملاحظہ کریں۔ شاہ صاحب کا تبصرہ پڑھ کر راقم الحروف کو نہایت حیرت ہوئی کہ نیلوی صاحب یہی بات ندائے حق طبع اوّل و طبع ثانی میں بار بار لکھ رہے ہیں۔ مگر شاہ صاحب اس پر گرفت نہیں کرتے بلکہ نیلوی صاحب کے بارے میں شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''جاء المصنف بفضل اللہ و برحمتہ فی مسئلۃ عدم السماع بالدلائل من الکتاب و السنۃ الصحیحۃ و اقوال الائمۃ المجتہدین بالتحقیق و الانصاف''

(ترجمہ) مصنف نیلوی عدم سماع کے مسئلہ میں دلائل کتاب و سنت و اقوال ائمہ مجتہدین کے اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے عدل و انصاف و تحقیق کے ساتھ لایا ہے۔ (دیکھئے تقریظ شفاء الصدور طبع اوّل)

نیز لکھتے ہیں: ''وللہ در المصنف العلامہ المحدث الکبیر و الادیب القمقام السیخ الشاہ محمد حسین'' (شفاء الصدور طبع دوم ص ۲۲۶)

نیز لکھتے ہیں: مصنف علام نے تحقیق مسائل میں دیانت و امانت کا دامن نہیں چھوڑا۔ (رد منکرات ص ۶)

چونکہ نیلوی صاحب شاہ صاحب کی موافقت کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے سب جرم معاف ہیں۔ (من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو) لیکن ڈاکٹر عثمانی نے شاہ صاحب کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ اس لئے وہ شاہ صاحب کے نزدیک بڑا مجرم شمار ہونے لگا۔ حالانکہ اس نے بعد کے ایڈیشنوں میں اس کو کاٹ دیا ہے۔

کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو دو دن کا یہ مزاج ہے آگے کی خیر ہو

شاہ صاحب کے کلام پر نقد و جرح

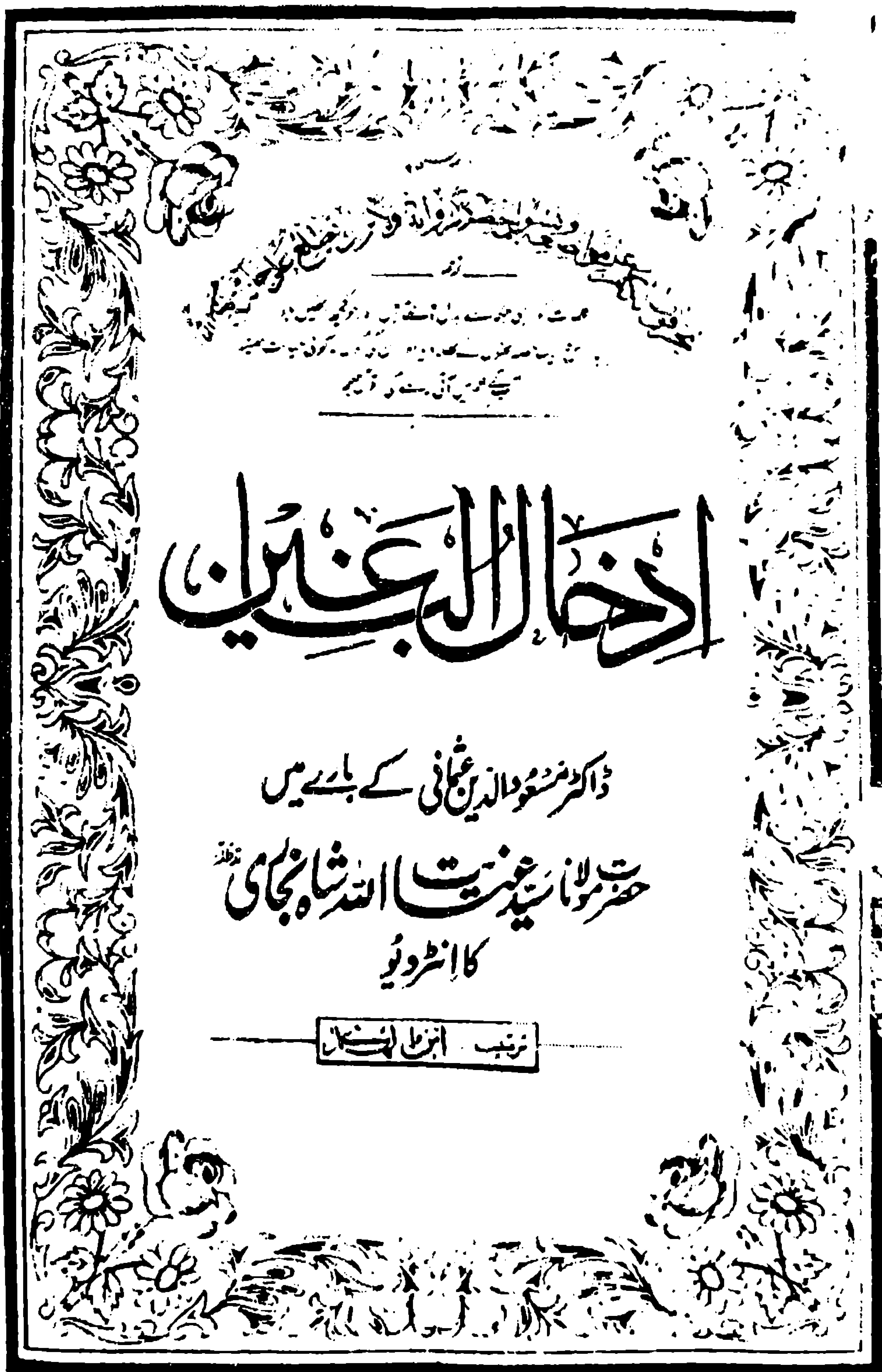
شاہ صاحب گجراتی نے جو ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی پر گرفت کی ہے۔ راقم الحروف نے جب اس کو پڑھا تو بے ساختہ زبان پر یہ شعر آیا۔

شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سواء ہیچ

شاہ صاحب فرماتے ہیں: ابو البختری سعید بن فیروز المتوفی ۱۲۱ھ (ادخال الباغین ص ۲۵) حالانکہ سعید بن فیروز المتوفی ۸۳ھ ہے۔ دیکھئے (تقریب التھذیب ص ۱۲۵) نیز شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''واضح رہے کہ امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں تین آدمیوں کا ذکر کیا ہے جو ابو البختری کے نام سے مشہور ہوئے۔'' (ادخال الباغین)

حالانکہ درست بات یوں تھی کہ جو ابو البختری کی کنیت مشہور ہوئے۔ کیونکہ نام اور کنیت میں فرق ہے جس کو اہل علم بخوبی جانتے ہیں۔ نیز شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ زاذان، امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ، سلمہ بن کہیل اور ابو البختری سعید بن فیروز ایک زمانہ میں ہوئے۔ سلمہ بن کہیل نے جو فرمایا کہ زاذان سے ابو البختری بہتر ہے۔ اس سے ان کی مراد سعید بن فیروز ہے جو اس وقت موجود تھے۔ (ادخال الباغین) سلمہ بن کہیل نے جو امام شعبہ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ زاذان سے ابو البختری بہتر ہے تو اس وقت نہ تو زاذان موجود تھے۔ نہ ہی ابو البختری سعید بن فیروز موجود تھے۔ شاہ صاحب بے چارہ کو اسماء الرجال کی تاریخ سے کیا خبر۔ وہ بیچارہ تو صرف واعظ ہے۔ سنئے: ''سعید بن فیروز کی وفات ۸۳ھ میں ہوئی۔ (کما مر)'' زاذان کی وفات ۸۲ھ میں ہوئی۔ (تقریب ص ۱۰۶) جب کہ امام شعبہ کی ولادت ۸۲ھ میں ہوئی۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۲۳)

۶۶


ادخال العنان
ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کے بارے میں
حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری مدظلہ
کا انٹرویو

۶۷

ڈاکٹر عثمانی صاحب کی تحقیق

شاہ جی نے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب کے لٹریچر پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا

" ڈاکٹر صاحب نے "یہ قبریں یہ آستانے" (پرانا ایڈیشن) میں صفحہ ۱۶ پر لکھا ہے کہ امام شعبہؒ نے سلمہ بن کہیلؒ سے سوال کیا کہ [1] زاذان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ سلمہ بن کہیلؒ نے جواب دیا میرے نزدیک زاذان سے ابوالبختری بہتر ہے۔ ڈاکٹر موصوف اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ زاذان ابوالبختری وہب بن وہب سے بھی گیا گزرا ہے۔ واضح رہے کہ امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں تین آدمیوں کا ذکر کیا ہے جو ابوالبختری کے نام سے مشہور ہوئے،

۱ ✦ ابوالبختری سعید بن فیروز المتوفی ۱۲۱ ہجری۔ یہ حدیث کے امام تھے اور سلمہ بن کہیل کے اساتذہ میں شامل تھے۔

۲ ✦ ابوالبختری [2] وہب بن وہب القاضی (کذاب) المتوفی ۲۰۰ ہجری ائمہ جرح و تعدیل نے اس کے بارے میں لکھا ہے۔ عَدُوُّ اللهِ يَكْذِبُ ۔ اللہ کا دشمن ہے جھوٹ بولتا ہے۔

۳ ✦ ابوالبختری شیخ کذاب (مجہول)۔ ان کے بارے میں کوئی صراحت نہیں ملتی کہ کس دور میں ہو اور کون ہے۔

شاہ جی نے فرمایا: زاذان، امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہؒ، سلمہ بن کہیلؒ اور ابوالبختری سعید بن فیروز ایک زمانہ کے ہیں۔ سلمہ بن کہیلؒ نے جو فرمایا کہ زاذان سے ابوالبختری بہتر ہے اس سے اُن کی مراد سعید بن فیروز ہے جو اس وقت موجود تھے ـــــ نہ کہ ابوالبختری وہب بن وہب جو کافی عرصہ بعد میں ہوا۔"

---

[1] زاذان اس روایت کا راوی ہے اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِي السَّلَامَ اَوْ كَمَا قَالَ۔ بے شک اللہ کے حکم سے فرشتے زمین پر چلتے پھرتے ہیں اور میرے امتی کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں ـــــ ڈاکٹر صاحب نے اسے رد کرنے کے لئے یہ الفاظ نقل کئے ہیں

[2] مَنْ صَلّٰى عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ جو میری قبر کے نزدیک درود پڑھتا ہے اسے میں خود سنتا ہوں) کے پانچ سندوں میں محمد بن مروان سُدی صغیر اور ایک سند میں ابوالبختری وہب بن وہب القاضی راوی ہے،

شاہ صاحب نے فرمایا:

یہ ڈاکٹر عثمانی صاحب کی تحقیق کی صرف ایک مثال ہے جس کی بنا پر وہ ائمہ دین اور بزرگانِ امت کو مشرک اور بدعقیدہ لکھ رہے ہیں۔ اب عوام خود فیصلہ فرمائیں کہ ایسے "محقق بے نظیر" کی تحقیق انہیں کس منزل پہ لا کھڑا کرے گی۔

حضرت شعیب سلام نے زور دیتے ہوئے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ ان محققین محدثین اور ائمہ پر لاکھوں رحمتیں برسائے جنہوں نے بخاری و مسلم جیسی اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں بھی پوری تحقیق و تفتیش کے بعد ان ضعیف شیعہ اور معتزلہ رواۃ کی نشاندہی کر دی ہے۔"

شاہ جی نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"کیا ڈاکٹر صاحب قرآن حکیم کا مطالعہ نہیں کرتے؟ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿ آل عمران ۷۸﴾

ترجمہ: اور ان میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو اپنی زبانوں کو اللہ کی کتاب میں موڑتے ہیں تاکہ تم ان کی بات کو اللہ کی کتاب سے سمجھو حالانکہ وہ اللہ کی کتاب سے نہیں ہوتا اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ یہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا اور وہ جانتے بوجھتے اللہ کے متعلق جھوٹ بولتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۲) ان پانچ سندوں میں سے ایک سند میں محمد بن مروان سدی صغیر کی بجائے ابو معاویہ عن الاعمش کا جو نام آیا ہے محدثین نے لکھا ہے ھٰذا غلط فاحش (ریاض نضرہ) اصل میں محمد بن مروان سدی صغیر ہے جو کذاب ہے۔

جب امام شعبہ، سلمہ بن کہیل المتوفی ۱۲۱ھ سے سوال کر رہے تھے تو اس وقت سعید بن فیروز موجود نہ تھے۔ شاہ صاحب گجراتی کی تحقیق پر قربان جایئے۔ ان جیسے محقق بے نظیر دنیا میں ناپید ہیں۔

یہ بلند مقام جس کو ملنا تھا مل گیا

شاہ صاحب نے اپنی علمی حالت کو محسوس کرتے ہوئے اور عیش وعشرت کا خیال کرتے ہوئے کسی علمی کتاب لکھنے کی جرأت نہیں کی۔ چنانچہ (ادخال الباغین ص ۱۰) میں ہے۔ شاہ جی گویا ہوئے ڈاکٹر صاحب کی طرف سے بھی کئی بار یہ پیغام ملا کہ اگر شاہ صاحب کو میری تحریروں سے اختلاف ہے تو ملاقات کرنے کی بجائے کتاب کی شکل میں میرے اعتراضات کا جواب پیش کریں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ تحریروں کی کشمکش شیطان کی آنت کی طرح طول پکڑتی جاتی ہے۔ بحثوں کا ایسا طویل سلسلہ چھڑ جاتا ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔

جھوٹ نمبر ۱۱: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ "مامن رجل یمر بقبر اخیہ المومن" کے جواب میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ابن رجب نے اس کو منکر کہا ہے اور یہی قول صحیح ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حمید بن زیاد مولیٰ بنی ہاشم ہے جو مسلم ابوداؤد ونسائی وترمذی کا راوی ہے۔ خلاصۃ التہذیب میں شیخ خزرجی نے اسے ضعیف کہا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۵۵، بسکہ ص ۲۵۶، شفاء الصدور طبع اول ص ۷۴) کے حاشیہ میں ہے۔ اذ فیہ حمید بن زیاد مولیٰ بنی ہاشم روی عنہ مسلم بن الحجاج وابوداؤد والنسائی والترمذی وضعفہ الخزرجی فی خلاصۃ التہذیب۔ (نیز دیکھئے شفاء الصدور طبع دوم عربی ص ۱۲۹، ۱۴۰)

قارئین کرام! حقیقت یہ ہے کہ یہ راوی حمید بن زیاد اس حدیث کی سند میں ہرگز نہیں ہے۔ یہ نیلوی صاحب کی مخبوط الحواسی کا نتیجہ ہے۔ خود نیلوی صاحب نے اس حدیث کی سند، ندائے حق جلد ثانی ص ۲۵۷، ۲۵۸ میں ذکر کی ہے۔ مگر حمید بن زیاد کا نام موجود نہیں ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد!

ان کو سعی بےکار کا مزہ آیا کامیابی انہیں مگر نہ ہوئی

جھوٹ نمبر ۱۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں: "کان یحدث ان رسول اللہ ﷺ قال انما نسمۃ المومن طائر یعلق فی شجر الجنۃ حتی یرجعہ اللہ الی جسدہ یوم یبعثہ ھذا حدیث صحیح اخرجہ الامام احمد فی مسندہ عن الشافعی عن مالک والنسائی وغیرہ" کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی جان جنت میں اڑتی پھرتی رہتی ہے۔ جنت کے درختوں کے ساتھ لٹکتی پھرتی ہے۔ یہاں تک کہ جس دن اللہ تعالیٰ بعث فرمائیں گے اس دن اس کے پہلے جسد عنصری کی طرف لوٹائیں گے۔ یہ حدیث امام احمد نے امام مالک سے بواسطہ شافعی اور نسائی اور اس کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی اس حدیث کو اپنی اپنی تصنیفات میں ذکر کیا ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ ج: ص ۳۶۱)

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ کعب اور ہذیل وغیرہ تو تابعی ہیں۔ (ندائے حق جز اول ج اول ص ۹۸)

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ بےچارے نیلوی صاحب کو اتنا بھی علم نہیں کہ کعب بن مالک صحابی ہیں یا تابعی۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم) کعب بن مالک صحابی ہیں اور ان تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کی

توبہ قبول کی گئی تھی۔ قرآن پاک میں بھی ان کا ذکر ہے۔ "وعلی الثلاثة الذین خلفوا (التوبة: ۱۱۸)" شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ یہ تین شخص کعب بن مالک ہلال بن امیہ اور مرارۃ بن الربیع ہیں جو باوجود مومن مخلص ہونے کے محض تن آسانی اور سہل انکاری کی بنا پر بدوں عذر شرعی کے تبوک کی شرکت سے محروم رہے۔

(تفسیر عثمانی ص ۲۶۶) امام احمد فرماتے ہیں: "ان کعب بن مالک الانصاری وھو احد الثلاثة الذین تیب علیھم کان یحدث ان النبی ﷺ قال انما نسمة المومن طائر" (مسند احمد ج ۳ ص ۴۵۶)

مگر نیلوی صاحب اتنے مشہور صحابی کو تابعی مان کر اس کی مرسل روایت کو حجت قرار دے رہے ہیں۔

بجید اپنا واعظ کھلوایا عبث　　　　دل جلوں کو تو نے گرمایا عبث

جھوٹ نمبر ۱۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ بحث نمبر ۲ حدیث کے رواۃ پر بحث پھر اس کی سند پر غور کرتے ہیں تو اس کے رواۃ میں کلام ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں اس کی سند اس طرح ہے۔ "اخبرنا ابو محمد عبداللہ بن یحیی بن عبدالجبار سکری حدثنا ابو عبدالرحمن المقری حدثنا حیوۃ بن شریح عن ابی صخر عن یزید بن عبداللہ بن قسیط عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال مامن احد یسلم علی الا رد اللہ الی روحی حتی ارد علیہ السلام" (ندائے حق جز ثانی از جلد اول ص ۱۳۱)

قارئین کرام! مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷) میں سند کا خط کشیدہ حصہ بالکل نہیں ہے۔ نیلوی صاحب مخبوط الحواس ہیں۔ ان کو ہوش ہی نہیں کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں۔

ناصح ناداں نے مطلب میرا سمجھا ہی نہیں　　　　کیا سمجھتا عالم دل میں تو وہ تھا ہی نہیں

جھوٹ نمبر ۱۴: حدیث "ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء" کے متعلق نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اس طرح (مسند احمد ج ۴ ص ۹، ۱۰۴) میں بھی ہے۔ (ندائے حق جز ثانی از جلد اول ص ۲۰۱)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے خالص جھوٹ کہا ہے۔ مسند احمد کے مذکورہ صفحات میں یہ حدیث نہیں ہے۔ دروغ گورا حافظہ نباشد

ٹھوکریں مت کھایئے چلئے سنبھل کر دیکھ کر　　　　چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

جھوٹ نمبر ۱۵: نیلوی صاحب! حدیث "ما انتم باسمع لما اقول منھم" کی توجیہ قتادہ سے نقل کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں۔ اسی طرح (مسلم ج ۲ ص ۳۸۷، مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۴، ۱۴۵) میں ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۱)

قارئین کرام! قتادہ کی مذکورہ توجیہ جو نیلوی نے نقل فرمائی ہے نہ تو (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷) میں ہے اور نہ (مسند احمد ج ۳ ص ۱۰۴) میں ہے۔ دروغ گورا حافظہ نباشد!

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی　　　　تو صاحب منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی

جھوٹ نمبر ۱۶: نیلوی صاحب نے (ندائے حق جز ثانی جلد اول ص ۵۸) میں نقشہ بنا کر امام عقیلی کے واسطہ سے جو روایت آئی ہے، اس کو یوں بیان کیا ہے۔ العقیلی، شیخ العقیلی احمد بن ابراہیم بن ملحان، العلاء بن عمرو الحنفی۔

قارئین کرام! امام عقیلی نے اس روایت کی سند میں احمد بن ابراہیم بن ملحان کا ذکر تک نہیں کیا مگر نیلوی صاحب اس کا اضافہ کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ بے چارہ سویا رہتا ہے۔ عقیلی کی سند کا بیان یوں ہے۔ "ومن حدیثہ ماحدثناہ اسمعیل بن نمیل الخلال البغدادی حدثنا العلا ابن عمرو" (الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۱۳۶)

صحرا ہماری آنکھ میں ایک مشت خاک ہے　　جوش جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد

جھوٹ نمبر ۱۷: نیلوی صاحب فرماتے ہیں۔ مستدرک حاکم کی روایت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ بات نقل کرنا کہ: "کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ ﷺ وانا واضع" (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۷۱)

قارئین کرام! ہمارے استاذ مکرم، محدث اعظم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر دامت برکاتہم نے یہ روایت نہ تو مستدرک حاکم سے نقل کی ہے اور نہ یہ حدیث مستدرک حاکم میں ہے۔ استاذ مکرم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ (رواہ احمد فی مسندہ ج ۶ ص ۲۰۲، مشکوۃ ج ۱ ص ۱۵۴، قال الہیثمی رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۷، سماع موتی ص ۳۰) مگر نیلوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بات مستدرک حاکم میں ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد!

نیلوی صاحب کی بات پر ایک شعر فٹ ہوتا ہے۔

چہ خوش گفت سعدی درزراوی　　کنی مانند طفلاں خاک بازی

جھوٹ نمبر ۱۸: نیلوی صاحب! مذکورہ بالا روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔ جب ہی تو ہم پہلے سے کہہ رہے ہیں کہ رافضی نے یہ روایت محض اس لئے وضع کی ہے تاکہ سنیوں کو ہم طعن دے سکیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۸۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے خالص جھوٹ بولا ہے۔ یہ روایت کسی رافضی کی وضع کردہ نہیں ہے بلکہ اہل سنت والجماعت کے امام احمد بن حنبل نے اس کو (مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۲) میں روایت کیا ہے جس کے تمام راوی ثقہ اور سنی ہیں۔ مگر نیلوی صاحب صحیح حدیث کا انکار کر رہے ہیں اور امام احمد کو رافضی بنا رہے ہیں۔ (معاذ اللہ)

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنہ پاکاں زند

جھوٹ نمبر ۱۹: نیلوی صاحب مذکورہ روایت کے بارے میں لکھتے ہیں اور جو اس حدیث کی صحت پر زور دیتا ہے وہ سنی نما شیعہ ہے یا کم از کم شیعوں کا دست راست اور معاون ضرور ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۸۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب جوش جنوں میں کیا کہہ رہے ہیں۔ اس حدیث کی صحت پر امام اہل سنت امام احمد بن حنبل نے اعتماد کیا ہے۔ اس لئے وہ اپنے مسند میں اس کو لائے ہیں۔ خود نیلوی صاحب اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ امام احمد جس حدیث کو مسند احمد میں لاتے ہیں، وہ ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔ چنانچہ (ندائے حق جز ثانی از جلد اول ص ۷۷) میں لکھتے ہیں۔ مزید برآں یہ بات ہے کہ امام احمد بن حنبل کے براہ راست استاذ ہیں۔ ابو معاویہ باوجود اس کے امام احمد نے ابو معاویہ کی یہ روایت ذکر نہیں کی۔ اگر صحیح ہوتی تو اس کی حدیث ذکر کرتے۔

آپ اپنے ہاتھ سے برباد ہو جاتی ہے قوم　　جب خدا کے خوف سے آزاد ہو جاتی ہے قوم

جھوٹ نمبر ۲۰: نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور حقیقت دیکھو تو یہ روایت حاکم کی ہے اور اس کی روایت کو اس کے سوا کسی دوسرے محدث نے صحیح نہیں کی۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۷۱)

قارئین کرام! نہ تو یہ روایت حاکم کی ہے اور نہ حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔ حاکم نے جب یہ روایت ذکر ہی نہیں کی تو تصحیح کیسے۔ مگر نیلوی صاحب ہیں کہ جھوٹ بول کر لذت محسوس کر رہے ہیں۔ درحقیقت یہ روایت مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۲ کی ہے جس پر امام احمد نے اعتماد کیا ہے اور محدث علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ مگر پتہ نہیں نیلوی صاحب کو کیا ہو گیا ہے

اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبو گے سارے　　بچو گے تم اور نہ ساتھی تمہارے

جھوٹ نمبر ۲۱: نیلوی صاحب! امام حاکم پر جرح میزان الاعتدال سے نقل کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں اور میزان ج ۲ ص ۶۰۲ میں ہے۔ حاکم خبیث تھا اور اس روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ عمل بیان کیا اور ساتھ ہی بخاری ومسلم کی شرط پر کہہ کر تصحیح بھی کر دی۔ (الیٰ ان قال) پس یہ روایت نہایت جھوٹی ہے اور کسی رافضی کی بنائی ہوئی ہے۔ جو کہ درپردہ اہل سنت ام المومنین عاصمہ رضی اللہ عنہا کی توہین جاری کرنا چاہتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک! (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۷۲)

قارئین کرام! اوّلاً یہ کہ نیلوی صاحب نے میزان الاعتدال سے حاکم کا رافضی خبیث ہونا تو نقل کیا ہے۔ مگر علامہ ذہبی نے جو اس قول کی تردید کی ہے، اس کو چھوڑ دیا ہے۔ میٹھا میٹھا ہپ کڑو کڑوا تھو۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ نیلوی صاحب کی خیانت عظیمہ ہے۔ وثانیاً اس حدیث کو نہ تو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور نہ بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ یہ نیلوی صاحب مخبوط الحواس کا جھوٹ محض ہے۔ وثالثاً یہ حدیث نہ تو جھوٹی ہے اور نہ کسی رافضی کی گھڑی ہوئی ہے۔ (کما مر)

دل کو بھا جائے تو بھانڈوں کی خرافات بجا
دل کو نہ بھائے تو پیغمبر کا ارشاد بھی غلط

جھوٹ نمبر ۲۲: ''الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (حدیث)'' کے متعلق نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ابن حجر کے نزدیک یہ حدیث منکر ہے۔ ابن حجر نے (لسان المیزان ج ۲ ص ۱۷۵) میں فرمایا: ''حجاج بن اسود عن ثابت البنانی نکرۃ'' (ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۳۲، ندائے حق طبع اوّل ص ۲۵۶)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے جھوٹ بولا ہے اور دجل وفریب سے کام لیا ہے۔ حافظ ابن حجر پر بہتان لگایا ہے۔ حافظ ابن حجر نے مذکورہ بالا خط کشیدہ عبارت کو میزان الاعتدال سے نقل کر کے اس کی تردید کی ہے اور حدیث کی تصحیح کی ہے۔ دیکھئے (تسکین الصدور طبع دوم ص ۲۱۳، ۲۱۷، ۲۱۸)

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

جھوٹ نمبر ۲۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حالانکہ امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیحین (صحیح بخاری ومسلم) میں بھی ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہیں۔ وہ یہ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی، بکری، بھیڑ، گائے، بھینس کے تھنوں میں کئی روز دودھ بند رکھا کرو۔ سو جوان کو خرید کرلے۔ اس کے بعد خریدار کو بیچنے والے کے اس دھوکہ کا علم ہوا تو وہ دودھ دوہنے کے بعد دو باتوں میں مختار ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۹۹)

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ نیلوی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی بہتان وافتراء باندھ دیا ہے کہ کئی روز دودھ بند رکھا کرو۔ (معاذ اللہ) یعنی دھوکہ دیا کرو۔ نیلوی صاحب سنئے ؎

دنیا میں ڈھیٹ اور بےحیاء اور بھی ہیں
مگر سب پر سبقت لے گئی بے حیائی آپ کی

جھوٹ نمبر ۲۴: نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور جو لوگ اس حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' کا ذکر کرتے ہیں جس کا راوی ابو معاویہ ہے۔ وہ صرف ابو یعلی کا حوالہ دیتے ہیں۔ ابو یعلی کے سواء کسی محدث کا نام نہیں لیتے۔ (ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۷۰)

قارئین کرام! یہ نیلوی صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔ کوئی محدث بھی اس حدیث کا حوالہ ابو یعلی سے نہیں دیتا اور نہ ابو یعلی میں یہ حدیث موجود ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد!

خود غلط املا غلط انشاء غلط
دیکھئے ہوتا ہے اب کیا کیا غلط

جھوٹ نمبر ۲۵: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: ابومخنف لوط بن یحییٰ بن مخنف بن سلیمان ازدی مورخ بھی اسی دور کا ہے جس نے بڑی بڑی کتابیں اپنے رفض کی اشاعت میں لکھ ماریں، جن میں سے اس کی یہ مشہور کتابیں ہیں۔ کتاب الردہ، فتوح الشام، فتوح العراق، کتاب الجمل، کتاب الصفین، کتاب النہروان، کتاب الفارات، مقتل علی، مقتل عثمان، مقتل حسین، مختار بن عبید، کتاب الشوریٰ، وقعۃ الحرہ وغیرہ! اس کا دادا مخنف حضرت علی کے اصحاب میں سے تھا۔ (ندائے حق جز اوّل از جلد اوّل ص ۳۴۳)

قارئین کرام! نیلوی صاحب بے چارہ مخبوط الحواس ہے۔ اوّلاً نیلوی نے ابومخنف لوط بن یحییٰ کا نسب نامہ صحیح بیان نہیں کیا۔ صحیح یوں ہے۔ ابومخنف لوط بن یحییٰ بن سعید بن مخنف بن سلیم الذی یروی الاخبار۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۷۸)

یہ مشہور اخباری ہے۔ وثانیاً فتوح الشام عربی میں ہے۔ یہ واقدی کی تصنیف ہے اور اس کا ترجمہ اردو، ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور نے شائع کیا ہے اور ؂

ان عقل کے اندھوں کو الٹا نظر آتا ہے مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

جھوٹ نمبر ۲۶: نیلوی صاحب امام ترمذی پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ نمبر ۱ عتاب بن اسید ۱۲ھ میں فوت ہوئے اور سعید بن مسیب ۱۵ھ میں پیدا ہوئے تو سعید کی روایت عتاب سے منقطع ہوگی۔ مگر امام ترمذی نے حسن غریب کہا۔ ص ۱۴ (ندائے حق طبع اوّل ص ۲۰۴، ۲۰۵، ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۳۱۵)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے یہاں بھی جھوٹ کا مظاہرہ کیا ہے۔ عتاب بن اسید ۱۲ھ میں ہرگز فوت نہیں ہوئے۔ ہاں! واقدی کذاب کی ایک روایت ہے کہ جس دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ اسی دن یہ صحابی حضرت عتاب بن اسید بھی فوت ہوئے تھے۔ لیکن امام طبرانی فرماتے ہیں کہ عتاب بن اسید ۱۲ رضی اللہ عنہ ھ میں مکہ مکرمہ پر عامل تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے (تقریب ص ۲۳۱) اور حضرت صدیق اکبر ۱۳ رضی اللہ عنہ ھ میں فوت ہوئے ہیں نہ کہ ۱۲ھ میں۔ سعید بن مسیب عن عتاب رضی اللہ عنہ کی روایت کو صرف امام ترمذی حسن غریب نہیں فرماتے بلکہ امام بخاری فرماتے ہیں۔ وحدیث سعید بن المسیب عن عتاب بن اسید اصح (ترمذی باب ماجاء فی الخرص ابواب الزکوۃ)

زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ نہیں ہے گھائل تیری نظر کا بنوع دگر ہر ایک

جھوٹ نمبر ۲۷: نیلوی صاحب! سعد بن ابراہیم کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ۱۲۶ھ میں فوت ہوئے۔ (ندائے حق جز ثانی از اوّل ص ۱۰۷)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے۔ کیونکہ ابن حجر فرماتے ہیں: ''مات سنة خمس وعشرين وقيل بعدها'' (تقریب ص ۱۱۷) کہ یہ راوی ۱۲۵ھ یا اس کے بعد فوت ہوا ہے ؂

ان كنت لا تدری فتلک مصيبة وان كنت تدری فالمصيبة اعظم

جھوٹ نمبر ۲۸: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: (۱) اوس بن اوس۔ (۲) ابوالدرداء۔ (۳) عائشہ صدیقہ۔ (۴) جابر بن عبداللہ۔ (۵) ابوہریرہ۔ (۶) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد طیبہ کو مٹی نہیں کھاتی۔ (ندائے حق جز ثانی از جلد اوّل ص ۲۰۸)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام اس سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔ یہ محض جھوٹ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی صراحۃً کوئی ایسی روایت مروی نہیں ہے جس میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہو ؎

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر

جھوٹ نمبر ۲۹: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ امام بیہقی ایک مقام پر لکھتے ہیں۔ ''فی ھذا الاسناد قوم مجھولون ولم یکلفنا اللہ تعالیٰ ان ناخذ دیننا عمن لا نعرفہ'' (کتاب المعرفۃ ص ۱۲۷، ندائے حق ج ۲ ص ۲۳۱)

جواب: یہ بھی نیلوی صاحب کا جھوٹ محض ہے۔ امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ ص ۱۲۷ میں یہ بات ہرگز نہیں لکھی۔ اگر نیلوی صاحب کے پاس کتاب المعرفۃ موجود ہے تو اس صفحہ کی فوٹو کاپی راقم الحروف کے پاس بھی بھیج دیں۔ شکریہ کے ساتھ وصول کی جائے گی۔ نیز امام بیہقی نے جس کتاب میں یہ بات لکھی ہے، اس میں وہ امام شافعی سے ناقل ہیں۔ یہ کلام امام بیہقی کا اپنا نہیں ہے۔ واہ نیلوی صاحب واہ!

رہے نہ اہل بصیرت تو بے خرد چمکے فروغ نفس ہوا عقل کے زوال کے بعد

جھوٹ نمبر ۳۰: نیلوی صاحب لکھتے ہیں: حافظ ابن اثیر نے (الاصابہ ج ۲ ص ۶۹) میں یہ بیان فرمایا ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۷)

جواب: اب تک تو ہم نے یہی سنا تھا کہ الاصابہ حافظ ابن حجر کی تصنیف ہے۔ خدا معلوم! نیلوی صاحب نے الاصابہ کو ابن اثیر کی طرف منسوب کیوں کر دیا ہے۔ شاید جھوٹ بولنا ان کی قسمت میں درج ہو چکا ہے، جس سے بچنا اس کے بس میں نہیں ہے ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

جھوٹ نمبر ۳۱: نیلوی صاحب! حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کے قول کا جواب دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''قلنا لا یصح فان منا لاحادیث الموضوعۃ باسناد واحد احادیث الشیخ المعروف بابن ابی الدنیا''

(ترجمہ) ہم کہتے ہیں کہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ابن ابی الدنیا کی احادیث جو ایک سند سے مروی ہوتی ہیں من گھڑت ہیں۔ (الموضوعات الکبیر ملا علی القاری ص ۸۷، شفاء الصدور طبع اوّل ص ۶۷، طبع ثانی عربی ص ۱۳۴)

جواب: یہ ابن ابی الدنیا جس کو ابوالدنیا بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اور ہے جس کے متعلق لوگ گمان کرتے ہیں کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے اور آپ کی سواری کی رکاب پکڑی تو رکاب نے اس کو زخمی کر دیا۔ جیسا کہ ملا علی قاری نے ذکر فرمایا ہے۔ علامہ ذہبی (میزان ج ۳ ص ۳۳) میں فرماتے ہیں۔ (۵۵۰۰) عثمان بن خطاب ابوعمرو البلوی المغربی ابوالدنیا الاشج ویقال ابن ابی الدنیا (پھر علامہ ذہبی فرماتے ہیں) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص اہل بغداد کے پاس آیا اور حیاء کی کمی کی باعث تین سو سال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرنا شروع کر دیا۔ محدثین کرام نے اسے جھوٹا قرار دیا جس کی وجہ سے شرمندہ و رسواء ہوا۔ اس راوی سے روایت کرنے والا المفید (راوی) وغیرہ میں خطیب بغدادی نے فرمایا کہ علمائے حدیث اس کی بات کو ثابت نہیں مانتے۔ یہ ابوالدنیا ۳۲۷ھ میں فوت ہوا۔ المفید راوی نے کہا کہ میں نے اس سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں پیدا ہوا ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مادہ خچر کی رکاب جنگ صفین میں پکڑی ہے اور لمبا قصہ بیان کیا۔ (پورا قصہ (لسان المیزان ج ۴ ص ۱۳۵) میں ہے۔ نیز علامہ ذہبی (میزان ج ۳ ص ۱۴۵) میں فرماتے ہیں۔ (۵۸۹۰) علی بن عثمان الاشج ابوالدنیا وقیل حطان وقیل غیر ذالک یاتی فی الکنی کہ یہ شخص

بہت بڑا اچھا ہے۔اس کا مزید ذکر کئی میں آئے گا۔ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے بھی اس ابو الدنیا کا ذکر سلسلۃ الاحادیث (الضعیفۃ والموضوعۃ ج ۱ ص ۱۷۵) میں کیا ہے۔ نیز دیکھئے (الاعلان بالتوبیخ للسخاوی ص ۱۵۹) لیکن نیلوی صاحب نے کمال ہی کر دیا کہ ایک ثقہ اور صدوق محدث عالم کو اور اس کذاب کو ایک ہی بنا دیا ہے۔ حالانکہ جس روایت کا نیلوی صاحب جواب دے رہے ہیں۔اس کی سند میں ابن ابی الدنیا محدث اور ثقہ راوی ہیں جس کے متعلق علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ ابن ابی الدنیا محدث العالم الصدوق (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۲۴) اس محدث نے کئی کتابیں حدیث وتاریخ میں تصنیف فرمائی ہیں، جن میں کتاب القبور بھی ہے اور ابن ابی الدنیا سے جو حوالے اہل قبور کے بارے میں نقل کئے جاتے ہیں۔اس سے مراد یہی محدث ہوتا ہے۔ چنانچہ حافظ (ابن کثیر نے تفسیر ج ۳ ص ۴۳۸، ۴۳۹) میں اور ابن قیم نے (زاد المعاد ج ۱ ص ۱۱۳) و کتاب الروح میں اسی محدث کی روایتیں بیان فرمائی ہیں۔ علامہ زبیدی ایک روایت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:''قال العراقی رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور بسند جید'' (اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۳۶۲) کہ اس روایت کو محدث ابن ابی الدنیا نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ محدث ابن ابی الدنیا، امام ابن ماجہ کا استاد بھی ہے۔ دیکھئے (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۹)

(لطیفہ) خود نیلوی صاحب نے اس محدث ابن ابی الدنیا کی روایتیں (ندائے حق ج ۱ اول ص ۷۵، ۷۶) میں نقل فرمائی ہیں اور (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۶۲) میں فرماتے ہیں اور ابن ابی الدنیا کی کتب کا شمار طبقہ رابعہ میں ہے۔ بہر حال راقم الحروف نے نیلوی صاحب کو وہاں تک پہنچا دیا ہے۔ جہاں یہ مصرعہ صادق آتا ہے۔

دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید

جھوٹ نمبر ۳۲: حدیث القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران کا نیلوی صاحب یہ جواب دیتے ہیں۔''وان کان ضعیفاً (لان حسین بن نجیح الجعفی الکوفی ذکرہ الطوسی من رجال الشیعۃ من الرواۃ عن جعفر الصادق کما فی لسان المیزان ج ۲ ص ۳۰۲)'' (ضیائے حق ص ۱۸)

جواب: اس حدیث کی سند میں حسین بن نجیح واقع ہی نہیں۔ یہ نیلوی صاحب کی مخبوط الحواسی ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۷۲، مشکوۃ ص ۴۷۵) میں یہ حدیث موجود ہے۔ لیکن سند میں یہ راوی نہیں ہے۔ خود نیلوی صاحب کی کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حسین بن نجیح اس حدیث کی سند میں نہیں ہے۔ (ندائے حق طبع اول ص ۳۲۶)

جھوٹ نمبر ۳۳: حسین بن علی بن نجیح الجعفی الکوفی کے بارے میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ شیعہ ہے۔ (ندائے حق طبع اول ص ۳۲۶، ج ۱ اول ص ۲۸۸)

جواب: یہ راوی شیعہ نہیں ہے بلکہ شیعہ کا دشمن ہے۔ دیکھئے (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۱۰) ترجمہ سالم بن ابی حفصہ۔ یہ راوی صحاح ستہ کا مرکزی راوی ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حسین بن علی جعفی اگرچہ فی حد ذاتہ ثقہ، صالح، صدوق اور صحاح ستہ کا راوی ہے۔ (ندائے حق ج ۱ اول ص ۴۰۰) نیز نیلوی صاحب نے (ندائے حق ج ۲ ثانی ص ۲۰۱ تا ۲۰۸) میں بہت سے محدثین کرام سے اس راوی کی حدیث کے صحیح ہونے کے حوالے نقل کئے ہیں۔ اگر طوسی نے اس کو شیعہ راویوں میں شمار کر دیا ہے، جو امام جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ راوی شیعہ ہے۔ کیونکہ شیعہ کتابوں میں تو حضرت جعفر صادق، حضرت محمد باقر، حضرت زین العابدین، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت علی، کا ذکر بھی ہے تو کیا یہ حضرات نیلوی صاحب کے نزدیک شیعہ ہیں؟ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ سنن بیہقی میں ہے کہ عبداللہ بن عمر بن ابان الجعفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے ماموں حسین جعفی رحمہ اللہ نے کہا کہ تو جانتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام ذوالنورین کیوں رکھا گیا ہے۔ میں نے کہا نہیں تو حسین جعفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ہے۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ کسی شخص نے بھی نبی (علیہ السلام) کی دو بیٹیوں کو اپنے نکاح میں جمع نہیں کیا۔ سوائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے۔ اس لئے انہیں ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ دیکھئے (تاریخ الخلفاء عربی ص ۱۴۹) نیلوی صاحب توبہ کرلو الٹے کام چھوڑ دو۔ ان شاء اللہ! آخرت سنور جائے گی۔ ورنہ تو پھر یاد رکھنا ؎

بنے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

جھوٹ نمبر ۳۴: عبداللہ بن مبارک امام بخاری کے استاذ ہیں۔ (فتح الرحمن ص ۳۶، رد منکرات ص ۳۵)

جواب: حضرت ابن المبارک ۱۸۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ جب کہ امام بخاری تقریباً ۱۳ سال کے بعد ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ جب کہ نیلوی صاحب امام عبداللہ بن المبارک کو امام بخاری کا استاد بنا رہے ہیں۔ نیلوی صاحب پر بہت افسوس ہے۔

اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان طوق زریں ہمہ درگردن خرے بینم

جھوٹ نمبر ۳۵: امام صاحب کے شاگرد بشر مریسی نے کہا گدھا حلال ہے۔ (فتح الرحمن ص ۶۶)

جواب: بشر مریسی نے جو گدھا کے حلال ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس کا نیلوی صاحب نے حوالہ نہیں دیا۔ (۲) بشر مریسی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا شاگرد بھی نہیں ہے بلکہ امام ابو یوسف کا شاگرد ہے۔ (۳) نیز امام ابو یوسف اس کو سزاء دیتے تھے اور امام احمد بن حنبل اس کو کافر قرار دیتے تھے۔ دیکھئے (کتاب السنہ لعبداللہ بن امام احمد بن حنبل)

نیلوی صاحب نے امام اعظم کی توہین کرنے کے لئے بشر مریسی کو ان کا شاگرد بنا دیا۔ لیکن پھر بھی دعویٰ حنفی ہونے کا قائم ہے ؎

شیشہ ہے بغل میں پنہاں ہے لب پہ دعویٰ ہے پارسائی کا

جھوٹ نمبر ۳۶: سعید بن مسیب ۸۳ھ میں فوت ہوئے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۴۲)

جواب: ۹۵ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ (ترمذی ابوالعلم ج ۲ ص ۹۶)

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

جھوٹ نمبر ۳۷: ابن عباس ۶۳ھ میں طائف میں فوت ہوئے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۴۲)

جواب: ۶۸ھ یا ۶۹ھ یا ۷۰ھ میں طائف میں فوت ہوئے۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۸)

نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔ فتیح رونے سے چپ رہنا ہی اچھا ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۵۵)

جھوٹ نمبر ۳۸: حدیث: ''ان للہ ملائکۃ لسیا حین فی الارض یبلغونی من امتی السلام'' بے شک اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں چلتے رہتے ہیں۔ میری امت کے جانب سے سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

نیلوی صاحب لکھتے ہیں: من گھڑت حدیث ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۸۳)

جواب: یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ امام احمد نے (مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۷، ۴۴۱، ۴۴۱) میں، امام نسائی نے (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۳) میں، امام حاکم (مستدرک ج ۲ ص ۴۲۱) میں، (امام حاکم و علامہ ذہبی دونوں فرماتے ہیں کہ یہ

حدیث صحیح ہے) امام ابوبکر بن ابی شیبہ (مصنف ج ۲ ص ۵۱۷ طبع دکن ہند) امام عبداللہ (سنن دارمی ج ۲ ص ۲۲۵) میں، ہیثمی (موارد الظمان ص ۵۹۴) میں، صاحب مشکوۃ (مشکوۃ ص ۱۸۶) میں اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے (الرد علی الاخنائی ص ۲۵۱) میں فرمایا۔ وہ احادیث صحیح ہیں۔ جن میں مروی ہے کہ آپ ﷺ پر صلوۃ وسلام پہنچانے کے لئے فرشتے مقرر ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۶) نیلوی صاحب اسی حدیث کے بارے میں ناصر الدین البانی غیر مقلد سے اس کا صحیح ہونا نقل کرتے ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۵۹) علامہ ابن' لہادی فرماتے ہیں: من طرق مختلفة باسانيد صحيحة لا ريب فيها (الصارم المنکی ص ۲۶۵ طبع لاہور) یہ حدیث مختلف واسطوں سے صحیح سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہے، جس کی صحت میں شک نہیں۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں رواہ احمد والنسائی والدارمی وابونعیم والبیہقی والخلعی وابن حبان والحاکم فی صحیحہما وقال صحیح الاسناد۔ (القول البدیع ص ۱۵۱) علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ سند صحیح ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۴) علامہ عزیزی فرماتے ہیں۔ حدیث صحیح (السراج المنیر ج ۱ ص ۵۱۸) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴) علامہ ابن القیم فرماتے ہیں۔ وہذا اسناد صحیح۔ (جلاء الافہام ص ۲۳) نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''اخرجه النسائي وابن حبان والحاكم في المستدرك وقال صحيح واقره الذهبي وصححه ابن حبان وقال الهيثمي رجاله رجال الصحيح واخرجه ايضاً احمد في المسند'' (نزل الابرار ص ۱۶۲)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ ان تمام حضرات کے ہاں یہ حدیث صحیح ہے۔ مگر نیلوی صاحب اس کو من گھڑت لکھتے ہیں۔ ''لاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم''

یہی وجہ ہے کہ ہمارے استاذ محترم نے نیلوی صاحب کو تسکین الصدور طبع دوم ص ۵۶ میں مولف مذکور کا پرویزی ذہن کے الفاظ سے تعبیر کیا تھا۔ فقد اصاب فیما قال ؎

آج اس بزم میں ہم آگ لگا کر اٹھے ۔۔۔ یاں تک روئے کہ ان کو بھی رلا کر اٹھے

جھوٹ نمبر ۳۹: ہمارا ذہن بفضل اللہ تعالیٰ اہل السنۃ والجماعۃ کا ہی ذہن ہے اور والعیاذ باللہ پرویزی ذہن نہیں۔ جیسے آپ نے ناحق کا طعن مجھ کو دیا ہے۔ خدا کے دربار میں پیش ہونا ہے۔ آپ اس جرم کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم ولا تلمزوا انفسکم ولا تنابذوا بالالقاب کی خلاف ورزی کی ہے۔ میرا کچھ نہیں بگڑتا۔ میں نے تو آپ کے الفاظ معاف ہی کر دیئے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۵۸)

جواب: نیلوی صاحب جھوٹ بولنا بہت بڑا گناہ۔ آپ نے یہ الفاظ معاف نہیں کئے۔ چنانچہ آپ پہلے لکھ آئے ہیں۔ ہاں! اگر کوئی پرویزی ذہن کا نہ مانے تو ہم اس کو منوانے کے مکلف نہیں۔ (ندائے حق جز اول ص ۱۵)

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں ۔۔۔ ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

جھوٹ نمبر ۴۰: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یعنی میں نے امام صاحب (احمد) سے یزید اور ابن حرملہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو ان کے پاس بھی جانا نہیں چاہتا۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۳۱، ۱۳۲)

جواب: نیلوی صاحب! آپ قابل رحم ہیں۔ جناب کو ما اقربہما کا معنی بھی معلوم نہ ہوسکا۔ بہت افسوس ہے۔ امام احمد کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ جب کہ یزید بن عبداللہ بن قسیط کی وفات ۱۲۲ھ میں۔ (تقریب ص ۳۸۳) اور ابن حرملہ کی وفات ۱۴۵ھ میں۔ (تہذیب ج ۶ ص ۱۶۱) اب اگر آپ والا معنی ما اقربہما (میں تو ان کے

پاس بھی جانا نہیں چاہتا) لیا جائے تو کیسے درست ہو سکتا ہے۔ جب کہ ان دونوں حضرات کے زمانہ کو امام احمد نے نہیں پایا۔ اگر نیلوی صاحب آپ یہ تاویل کریں کہ پاس نہ جانے سے مراد یہ ہے کہ ان حضرات سے روایت نہیں لی تو یہ بھی درست نہیں۔ کیونکہ "مامن احد یسلم علی" (الحدیث مسند احمد ج ۲ ص ۵۲۷) میں یزید بن عبداللہ بن قسیط کی سند سے مروی ہے۔ فلہٰذا آپ اپنی جہالت پر ماتم کریں۔ محترم نیلوی "ماالقربھما" صیغہ تعجب کا ہے متکلم کا نہیں ہے۔ (معنی یوں بنے گا) کیا ہی وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۱ باب ماذکر فی الشرب)

(منھین وتحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۱۱۳، ترمذی ج ۲ ص ۱۶۳، سورۃ الطور وتحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۱۸۸، ترمذی کتاب العلل ج ۲ ص ۲۳۷، تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۳۹۸، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۷۰) نیلوی صاحب جو معنی آپ نے "ماالقربھما" کا کیا ہے، وہی معنی آپ کے لائق شاگرد نے (آئینہ تسکین الصدور ص ۵۷) میں کیا ہے۔ ماشاء اللہ بہت خوب ؎

قیامت خیز افسانہ ہے پر درد غم میرا — نہ کھلواؤ زباں میری نہ اٹھواؤ قلم میرا

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے بتایا جھوٹ حصہ دوم میں ملاحظہ کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اب آخر میں ایک بہت بڑا جھوٹ پیش کیا جاتا ہے جو کئی جھوٹ کا مجموعہ ہے۔ (مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ حدیث شریف)

ایک زبردست جھوٹ

موجودہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام افراد یہ جھوٹا دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قلیب بدر (سماع موتی) والی روایت پیش کی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کی آیت: "انک لا تسمع الموتی" پڑھ کر ابن عمر کی روایت کو رد کر دیا۔ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بات کو سنا، لیکن خاموش رہے۔ حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے۔ فلہٰذا عدم سماع موتی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا اور اس کو اجماع سکوتی کہا جاتا ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں: (۵) اور یہ جو کہا "ماانتم باسمع منھم" سو اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ کسی وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنایا تو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رد کر دیا ہے اور فرمایا کہ تم نے سنا نہیں یا سمجھا نہیں۔ جیسا تم کو بکاء علی المیت کے مسئلہ میں غلطی لگی ہے۔ ایسے ہی آج بھی اس مسئلہ میں تمہیں غلطی لگی ہے۔ کیونکہ جب قرآن شریف میں آتا ہے: "ماانت بمسمع من فی القبور" تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کے خلاف کیسے فرما سکتے ہیں۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۱۳۵)

جھوٹ نمبر ۱: قارئین کرام! نیلوی صاحب نے اس عبارت میں کئی جھوٹ بولنے کا ارتکاب کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا براہ راست یہ حدیث سنانا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس کا ذکر بخاری میں نہیں ہے۔ بلکہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۲: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے جواب دینا کہ تم کو غلطی لگی ہے۔ یہ بھی نہ تو بخاری میں ہے اور نہ حدیث کی کسی دوسری کتاب میں ہے۔

سوال: نیلوی صاحب نے یہ جھوٹ خود نہیں بولے بلکہ علامہ شبیر احمد عثمانی کی صحیح بخاری کی تقریر والی کاپی سے نقل کیے ہیں جو مولانا عطاء محمد صاحب صدر مدرس مدرسہ تعلیم القرآن میانوالی کے پاس تھی۔

جواب: مولانا عطاء محمد صاحب علامہ عثمانی کے شاگرد نہیں ہیں۔ فلہذا ایسی کاپی کا کیا اعتبار ہے۔ جب کہ نیلوی صاحب کے ہاں مطبوعہ کتابوں میں بھی تحریف واقع ہو چکی ہے اور باغی اس میں گھس کر اپنی کارروائی کر چکے ہیں۔ نیلوی صاحب بزرگوں کی طرف جھوٹی باتوں کی نسبت کرتے رہتے ہیں۔ یہ ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ مثلاً حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کی طرف سے نیلوی صاحب ایک فتویٰ شائع کرتے رہتے ہیں کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ مردہ دفن کیا ہوا انہیں آنکھوں سے اور انہیں کانوں کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اس شخص کا یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ) یہ فتویٰ بھی بالکل جھوٹا ہے۔ نیلوی صاحب نے خود بنا کر حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے ذمہ لگا دیا ہے۔ اس کی مکمل تردید تو بعد میں آرہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مگر چند چیزیں یہاں بھی ذہن نشین کر لیں۔

۱...... فتویٰ پوچھنے والا کون تھا۔ اس کا نام درج نہیں ہے کہ کون تھا۔ نتو تھا یا پھتو تھا۔

۲...... کفایت المفتی حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ اس میں بھی یہ فتویٰ درج نہیں ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے متعلق نیلوی صاحب نے ایک عبارت منسوب کی ہے جو ان کی وفات کے بعد میدان تحریر میں لائی گئی ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ آیت: "انک لا تسمع الموتیٰ" کی تشریح بطرز دیگر از شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں رحمہ اللہ الرحمن و جعل مثواہ الجنان (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۴۲)

پھر نیلوی صاحب شیخ القرآن سے نقل کرتے ہیں۔ پس حق یہی ہے کہ سماع موتی بالکل نہیں اور کوئی حدیث صحیح یا آیت سماع موتی پر دال نہیں ہے بلکہ سماع موتی لوگوں کے لئے منجر الی الشرک ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۴۳)

قارئین کرام! یہ شیخ القرآن کی عبارت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ تفسیر (جواہر القرآن جلد دوم ص ۹۰۲) کی تحقیق کے بالکل مخالف ہے۔ نیلوی صاحب کو تفسیر جواہر القرآن کی اس تحقیق سے بہت پرانا دکھ ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: باوجود ان قطعی دلائل کے ہمارے بعض معاصرین کا مطلقاً یہ لکھ دینا کہ اس مسئلہ میں عہد صحابہ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ تحقیق کے خلاف بھی ہے اور اجلہ اکابر کے خلاف بھی ہے اور زمانہ حال کے نامناسب بھی ہے۔ (ندائے حق طبع اول ص ۵۸)

اس لئے نیلوی صاحب نے ایک جھوٹی عبارت اپنی طرف سے بنا کر شیخ القرآن کے ذمہ لگا دی ہے تاکہ شیخ القرآن کے فرزند حضرت مولانا قاضی احسان الحق مدظلہ کو گمراہ کیا جا سکے اور اس جھوٹی عبارت کی مدد سے تفسیر جواہر القرآن کی عبارت و تحقیق کو تبدیل کیا جا سکے۔ جیسا کہ سجاد بخاری صاحب اس کے مریض ہیں۔ چنانچہ سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں: "ایک ضروری توضیح" بعض حضرات نے لکھا ہے کہ مسئلہ سماع موتی دور صحابہ سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ لیکن احقر راقم کو تفسیر جواہر القرآن (سورۂ روم) اور پھر اقامۃ البرہان (ص ۶۷) میں خود یہی لکھنے کے باوجود ہمیشہ اس میں تامل رہا ہے۔ زمانہ صحابہ میں اس مسئلہ میں اختلاف رونما ہوا۔ اسی وقت ہی اس پر دور صحابہ میں بھی اختلافی ہونے کا حکم لگا یا گیا۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن نومبر ۱۹۸۱ء ص ۲۷)

پھر سجاد صاحب (ص ۲۸) میں لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قلیب بدر والی حدیث کی توجیہ فرمائی اور اس سے سماع موتی ثابت کرنے کا راستہ بند کر دیا۔ اگر یہ مسئلہ اس دور میں اختلافی صورت اختیار کر چکا تھا تو قائلین سماع نے حضرت عائشہ کی توجیہ و تاویل کا کیوں جواب نہ دیا۔ بعد والوں نے تو اتنے ڈھیر سارے جواب سوچ لئے مگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا کوئی جواب نہ سوجھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سکوت ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے

یہاں اس مسئلہ میں اختلاف موجود نہیں تھا۔''ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم احقر الوریٰ سجاد بخاری'' (۱۸/ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ)

قارئین کرام! مماتی حضرات کی کتابوں کی صرف عبارتیں ہی نہیں بدلتیں بلکہ ان بے چاروں کے عقائد بھی بدلتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ اس کا آگے بیان آرہا ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

ابھی کیا ہے ابھی تو ابتداء ہے دیکھتے جاو ہمارے حال پر یاروں کے احسان اور بھی ہوں گے

نیلوی صاحب کا شیخ القرآن پر ایک اور بہتان

نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں اور امام مسلم نے خطبہ میں لکھا ہے کہ جن احادیث کو میں نہیں لایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے رواۃ پختہ نہیں تھے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۴۴)

نیلوی صاحب نے یہ بھی شیخ القرآن پر جھوٹ و بہتان باندھا ہے۔ یہ عبارت بھی شیخ القرآن کی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ شیخ القرآن نہ تو مقدمہ مسلم سے ناواقف تھے اور نہ صحیح مسلم سے ناواقف۔ وہ ایسی جھوٹی بات کیسے کرسکتے ہیں؟ یہ محض نیلوی صاحب کی کارروائی ہے اور شیخ القرآن کی طرف منسوب کردی گئی ہے۔ (صحیح مسلم ج۱ ص ۱۷۴) میں ہے کہ امام مسلم کے شاگرد ابوبکر بن اخت ابی النضر نے امام مسلم سے پوچھا۔ ''فحدیث ابی ھریرہ قال ھو صحیح یعنی واذا قرا فانصتوا فقال ھو عندی صحیح فقال لم لم تضعہ ھاھنا قال لیس کل شی عندی صحیح وضعتہ ھاھنا انما وضعت ھاھنا... ما اجمعوا علیہ'' پس حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے جس میں آتا ہے کہ جب امام قراۃ کرے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ امام مسلم نے جواباً فرمایا۔ ہاں! میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ شاگرد نے پھر عرض کیا کہ آپ نے صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو روایت کیوں نہ کیا۔ امام مسلم نے فرمایا کہ میرے نزدیک جو حدیثیں صحیح ہیں وہ سب میں نے صحیح مسلم میں درج نہیں کیں۔ میں نے صرف وہ حدیثیں روایت کی ہیں جن کی صحت پر محدثین کرام کا اجماع ہو چکا ہے۔

قارئین کرام! امام مسلم کی اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ امام مسلم نے بہت سی صحیح حدیثیں صحیح مسلم میں ذکر نہیں فرمائیں۔

نیلوی صاحب کا شیخ القرآن کی طرف منسوب کرکے یہ کہنا کہ جن احادیث کو میں نہیں لایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے رواۃ پختہ نہیں تھے۔ کتنا بڑا دجل اور فریب ہے۔ مقدمہ مسلم ص ۵ میں امام مسلم نے جو کچھ بیان فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کذاب وضاع اور ضعیف قسم کے راویوں کی روایتیں میں نے صحیح مسلم میں روایت نہیں کیں۔ اس عبارت اور نیلوی صاحب کی منسوب کردہ عبارت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

ببیں تفاوت راہ است از کجا تا بکجا

بہرحال نیلوی صاحب جو سازش ومنصوبہ تیار کریں اس کا ہمیں علم ہوجاتا ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش من انداز قدت را مے شناسم

قارئین کرام! اصل مسئلہ چل رہا تھا کہ حضرت ابن عمر کی حدیث سماع موتی والی کا جواب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی خاموش رہے۔ یہ مماتی حضرات کا جھوٹا دعویٰ ہے۔ اب ان

حضرات کو اس کی دلیل دینی پڑے گی کہ مجمع صحابہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا تو سب صحابہ خاموش رہے۔ نیلوی صاحب نے یہ جھوٹا دعویٰ کئی مقامات پر کیا ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۶۲، ۱۶۴، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۶، ۳۲، ۳۲۳، ۳۴۸)

مگر نیلوی صاحب نے ایک عجیب بات لکھ دی ہے جس سے اس دعویٰ کی ساری جھوٹی عمارت ہی گر جاتی ہے۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ نیلوی پوچھتا ہے کہ یہ بات کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ اگر ام المومنین کو حدیث کی نص نہیں پہنچی تو آیات قرآنی کس غرض کے لئے پڑھ رہی ہیں اور صحیح بخاری کی اس عبارت کے کیا معنی ہوں گے۔ ذکر عند عائشہ ان ابن عمر رفع الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو اس کے معنی یہی سمجھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے آگے کسی نے ذکر کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت بیان فرمائی ہے۔

اب اس سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت ام المومنین کے پاس یہ حدیث کسی واسطہ سے ملی ہے اور وہ واسطہ صحابی ہوگا یا تابعی اگر صحابی تھا تو الصحابۃ کلھم عدول کے قاعدہ کے مطابق ان کو صحیح سند کے ساتھ حدیث پہنچی ہے جن کی صحت میں کچھ شک نہیں ہو سکتا اور اگر تابعی کے ذریعے پہنچی۔ تب بھی وہ ثقہ اور معتمد علیہ تھا جس پر اعتماد کر کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسی ہستی کی طرف وہل کی نسبت فرما رہے ہیں۔ (مسلم ج ۱ ص ۳۰۳، ندائے حق جلد ثانی ص ۱۸۱ تا ۱۸۲)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ نہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجمع و جم غفیر جمع تھا اور نہ ابن عمر موجود تھے اور نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ کے مجمع میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی تردید کی ہے۔ مگر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے واعظین خانہ خدا (مسجد) میں اور کلام اللہ (قرآن مجید) کے سامنے یہ جھوٹ بار بار دہراتے رہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تردید کی تو ابن عمر رضی اللہ عنہ سمیت سب صحابہ خاموش رہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) ان لوگوں کو نہ تو خوف خدا ہے نہ فکر آخرت ہے ؂

اور جو ہے حقیقت اسے کہتے ہیں فسانہ
افسانوں کو دیتے ہیں حقیقت کے مراتب

باپ ان کا زمانہ ہے یہ ہیں ابن زمانہ
چڑھتے ہوئے سورج کے پجاری ہیں یہ ظالم

سوال: نیلوی صاحب نے ایک مقام پر ایسی عبارت لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مجمع تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سماع موتی کی تردید کی ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اب ہدایہ کی شروح اٹھا کر دیکھیں عنایہ و کفایہ، عنایہ شرح ہدایہ اور کفایہ شرح ہدایہ میں ہے۔ "لما بلغ ھذا الحدیث عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کذبتم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ انک لا تسمع الموتی وما انت بمسمع من فی القبور" یعنی جب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو بدر کے مردوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کلام ہونے کی حدیث پہنچی تو صاف فرمایا کہ لوگو! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتے اور آپ پر اتہام لگاتے ہو۔

(ندائے حق جلد ثانی ص ۱۵۹، شفاء الصدور طبع اول ص ۴۵)

جواب: نیلوی صاحب نے یہ جھوٹی روایت نقل کی ہے۔ روافض کو خوش کرنے کے لئے تاکہ روافض یہ کہہ سکیں کہ حضرات صحابہ کرام (معاذ اللہ) جھوٹے تھے۔ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کو جھوٹا کہہ رہی ہے۔

نیلوی صاحب نے جان بوجھ کر ایسی جھوٹی و من گھڑت روایت نقل کر دی ہے تاکہ روافض کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حملہ کرنے کی مزید جرأت پیدا ہو جائے۔ ورنہ نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔ ذیل کی کتب میں احادیث موضوعہ کی بھرمار ہے۔ (الی ان قال) احادیث صاحب نہایہ و سائر شراح ہدایہ (رق منشور ص ۱۰۸) نیلوی صاحب جو جی میں آئے کہتے جاؤ۔

بے حیاء باش وہرچہ خواہی کن

پھر کفایہ شرح ہدایہ کے مصنف کے بارے کہ کون ہے۔اس میں اختلاف ہے۔ (ندائے حق جز اول ص ۴۸۰)

پھر نیلوی صاحب نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے

کہ عنایہ شرح ہدایہ میں یہ روایت ہے۔حالانکہ یہ جھوٹی و من گھڑت روایت عنایہ کے حاشیہ میں ہے نہ کہ عنایہ میں دیکھئے۔ (حاشیہ عنایہ مع فتح القدیر ج ۴ ص ۱۰۱)

دید لیلیٰ کے لئے دیدۂ مجنوں ہے ضرور　　　میری آنکھوں سے کوئی دیکھے تماشا تیرا

سوال: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔محترم مولانا صاحب نے (سماع الموتی ص ۲۹۴) میں لکھا ہے۔وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدستور زور وشور کے ساتھ سماع موتی کی حدیثیں بیان کرتے رہے۔کیا آپ اس کا تاریخی ثبوت دے سکتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کس سنہ میں پہنچی،جس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بدستور قرآنی استدلال سن کر بھی حدیثیں بیان کرتے رہے۔(الی ان قال) اس کے برعکس (فتح الباری ج ۳ ص ۲۸) میں ہے۔"اقول... ماقال ابن عمر رضی اللہ عنہ شیئاً قال الطیبی وغیرہ ظہرت لابن عمر الحجۃ فسکت مذعنا" یعنی ام المومنین کا قرآنی استدلال سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کچھ بات نہیں کہی۔طیبی غیرہ شرح حدیث نے فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے قطعی دلیل ظاہر اور واضح ہوگئی تھی۔اس لئے۔سچے دل سے تصدیق کر کے اور یقین کر کے خاموش ہوگئے۔مگر میرے محترم نے اسے گپ سمجھ رکھا ہے۔مخدوما اگر یہ گپ ہے تو یہ گپ سب سے پہلے حافظ ابن حجر نے ماری ہے۔والعیاذ باللہ! (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۸۷)

جواب: قارئین کرام! جب راقم الحروف نے نیلوی صاحب کی یہ عبارت پڑھی تو ششدر رہ گیا۔فتح الباری جلد سوم کھولی تو اس کے ج ۳ ص ۲۰۴ طبع مصر البابی الحلبی کے اندر اس عبارت کا بغور مطالعہ کیا تو نیلوی صاحب کے متعدد جھوٹ اور دھوکہ بازیوں پر مطلع ہوا۔ملاحظہ کریں۔

جھوٹ نمبر ۱: لفظ اقول کے بجائے وہاں قولہ لکھا ہوا ہے۔

جھوٹ نمبر ۲: سب سے پہلے یہ گپ ابن حجر نے ماری ہے۔یہ بھی جھوٹ ہے بلکہ ابن حجر نے یہ حوالہ طیبی کا دیا ہے جس کی وفات ۷۴۳ھ میں ہوئی ہے۔

جھوٹ نمبر ۳: نیلوی صاحب نے اس کو سماع موتی کے جواب میں درج کر دیا ہے۔یہ بھی خالص جھوٹ ہے۔کیونکہ یہ بحث بکاء علی المیت کی وجہ سے جو عذاب ہوتا ہے۔اس کے بارے میں ہے۔نہ سماع وعدم سماع کے بارے میں۔(صحیح بخاری ص ۱۷۱، ۱۷۲) میں اصل حدیث موجود ہے۔ملاحظہ کریں۔

جھوٹ نمبر ۴: یہ واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کے دور کا ہے۔یہ بھی نیلوی صاحب نے دھوکہ دیا ہے اور جھوٹ بولا ہے بلکہ یہ واقعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کا ہے۔چنانچہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ والقصہ کانت بعد موت عائشہ لقولہ فیہا فجاء ابن عباس یقودہ قائد" (فتح الباری ج ۳ ص ۲۰۴) یہ قصہ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان مکالمہ کا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کا ہے۔کیونکہ اس روایت میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو قائد کھینچ کر لا رہا تھا۔ (کمافی صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۲)

(کیونکہ ابن عباس آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے)

جھوٹ نمبر ۵: کہ ابن حجر نے گپ ماری ہے۔ یہ بھی نیلوی صاحب کا جھوٹ ہے۔ ابن حجر نے طیبی کا حوالہ نقل کر کے خاموش بھی نہیں ہوئے بلکہ خوب تردید کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "ان ابن عمر كان حدث بهمرارا وسياتى فى الحديث الذى بعده انه حدث بذالك ايضا لمامات رافع بن خديج" (فتح الباری ج ۳ ص ۲۰۲)

کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس حدیث کو کہ میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ بار بار بیان کرتے رہے اور عنقریب اس حدیث کا ذکر بعد والی حدیث میں بھی آ رہا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث حضرت رافع بن خدیج کی موت کے وقت بھی ذکر فرمائی تھی۔

قارئین کرام! رافع بن خدیج ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ (تقریب لابن حجر ص ۹۹)

اور قریباً ابن عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا سن بھی یہی ہے۔ (تقریب ص ۱۸۲)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (۵۷ھ) میں وفات پا چکی تھی۔ (تقریب ص ۴۷۰)

معلوم ہوا کہ ابن حجر نے نہ تو سب سے پہلے گپ ماری ہے اور نہ بعد میں گپ ماری ہے۔ بلکہ اس گپ کی تردید فرمائی ہے۔ بہت افسوس کی بات ہے کہ نیلوی صاحب ابن حجر کی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔

ایک نقطہ نے ہمیں محرم سے مجرم کر دیا ہم دعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے

جھوٹ نمبر ٦: پھر نیلوی صاحب نے جس روایت کو صحیح سمجھ کر اس سے استدلال کیا ہے اور اس سے راہنمائی حاصل کی ہے۔ اس کی سند میں ابن جریج ہے جس کے بارے میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۳٦ طبع لکھنؤ) میں "قد تزوج نحوا من تسعين امراة نكاح المتعة وكان يرى الرخصة فى ذلك" یہ حضرت عورتوں سے متعہ کرنا جائز سمجھتے تھے اور بذات خود نوے عورتوں سے متعہ کر چکے تھے۔ پس ایسے متعہ باز راویوں کی حدیث سے استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱٦۹)

قارئین کرام! پس نیلوی صاحب کا اس روایت کو صحیح سمجھنا اور ہمارے سامنے حجت بنانا دھوکہ اور خالص جھوٹ ہے۔ اگر ہماری طرف سے شواہد میں بھی ایسی روایت پیش ہو جائے تو نیلوی صاحب کا مزاج بگڑ جاتا ہے اور عجیب قسم کا حاشیہ چڑھا دیتے ہیں۔

اگرچہ ہو چکے ہیں تم سے پہلے فتنہ گر لاکھوں نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ستم کیشی کو

نیز ابن جریج کی روایت ابن ابی ملیکہ سے ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۱)

اور نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یعنی ابن جریج جو ابن ابی ملیکہ و عکرمہ سے روایت کرتا ہے۔ اس میں اپنے استاذ کا نام نہیں لیتا۔ لہٰذا اس کی روایت ابن ابی ملیکہ و عکرمہ سے منقطع ہوتی ہے۔ صحیح نہیں ہوتی۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۳٦) میں ہے۔ "قال عبدالله بن احمد بن حنبل قال ابى بعض هذه الاحاديث التى كان يرسلها ابن جريج احاديث موضوعة كان ابن جريج لا يبالى من اين ياخذها" یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو حدیثیں ابن جریج لفظ عن سے روایت کرے۔ وہ جھوٹی اور موضوع ہوتی ہیں اور ابن جریج لاابالی شخص تھا۔ اسے یہ تمیز نہ تھی کہ وہ کہاں سے حدیث لیتا ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱٦۹)

نیز ابن جریج نے اس روایت میں او کا لفظ داخل کر دیا ہے جو تشکیک کے لئے آتا ہے۔ "والی لجالس بینھما او قال جلست الی احدھما" (بخاری ج ۱ ص ۱۷۱)

ابن حجر فرماتے ہیں: "ھذا شک من ابن جریج" (فتح الباری ج ۳ ص ۲۰۱)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے کس کس جھوٹ پر ہم آپ کو مطلع کریں۔ نیلوی صاحب کی کتابیں کذب بیانی، دھوکہ سے بھری ہوئی ہیں۔ میزان الاعتدال کے حوالہ سے نیلوی نے جو امام احمد بن حنبل نے ابن جریج کے بار میں جرح نقل کر کے ترجمہ کیا ہے۔ اس ترجمہ میں بھی جھوٹ بولا ہے۔ عربی عبارت میں بعض ہذہ الاحادیث کا لفظ ہے۔ ترجمہ میں جو حدیثیں ابن جریج بطور ضابطہ کلیہ کے بیان کر دیا ہے۔

قارئین کرام! اب تک نیلوی صاحب کے بہت سے جھوٹ ذکر ہو چکے ہیں اور بقایا جھوٹ، قہر حق بر صاحب ندائے حق حصہ دوم میں ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کر دیے جائیں گے۔

خدا جب عقل لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

تنبیہ: نیلوی صاحب نے جو بعض ہذہ الاحادیث کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ جو حدیثیں ابن جریج لفظ عن سے روایت کرے، وہ جھوٹی اور موضوع ہوتی ہیں۔ یہ نیلوی صاحب کی خالص کذب بیانی ہے۔ حالانکہ بعض ہذہ الاحادیث سے امام احمد بن حنبل کی مراد یہ ہے کہ اخبرت وحدثت عن فلاں کے صیغہ سے جو ابن جریج روایت کرے، ان میں سے بعض حدیثیں موضوع (من گھڑت ہوتی ہیں) چنانچہ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ج ۱ ص ۱۹۱) میں میزان الاعتدال کے حوالہ سے یہی بات نقل کی ہے۔

باب التحریفات

نیلوی صاحب کا قرآنی آیات میں ہیر پھیر کرنا

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ میں بفضل اللہ تعالیٰ قرآن پاک کا حافظ ہوں۔

(ندائے حق جز ثانی از جلد اول ص ۲۳۷)

قارئین کرام کی خدمت میں جناب نیلوی حافظ صاحب کی تحریفات کی وہ فہرست لکھی جاتی ہے جو جناب حافظ صاحب نے قرآن مجید کی آیات کے سلسلہ میں کی ہیں۔

تحریف نمبر ۱: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: "والذین تدعون من دون اللہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون" (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۱۰) حالانکہ (سورۃ النحل: ۲۰) دیکھئے۔ وہاں آیت یوں لکھی ہے: "والذین یدعون من دون اللہ"

تحریف نمبر ۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ دلیل نمبر ۶: "ومن اضل ممن یدعو من دون اللہ من دون اللہ" (ندائے حق ج ۲ ص ۱۸) قارئین کرام پارہ نمبر ۲۶ کی ابتداء میں دیکھیں۔ وہاں "من دون اللہ" ایک مرتبہ ہے تکرار کے ساتھ نہیں ہے۔

تحریف نمبر ۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ارشاد رب تعالیٰ ہے۔ "ام یحسبون ان لا نسمع سرھم ونجوٰھم (الآیۃ)" (ندائے ج ۲ ص ۳۸۴)

ناظرین کرام! سورۃ الزخرف آیت: ۸۰ کھول کر دیکھ لیں۔ وہاں "انا لا نسمع سرھم" ہے۔ صرف ان نہیں جیسا کہ حضرت حافظ صاحب نے تحریف کرتے ہوئے آیت کو پیش کیا ہے۔

تحریف نمبر ۴: حافظ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ سورۃ حدید (پارہ نمبر ۲۷) کے شروع میں بطور دعویٰ و دلائل عقلیہ کے خدائے تعالیٰ کی مخصوص صفات کا ذکر ہے۔ مثلاً "وسبح للہ مافی السموات والارض" (ندائے حق جز ثانی ص ۷)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے سبح کے ساتھ واو کا اضافہ اپنی طرف سے قرآن مجید کی اس آیت میں کر دیا ہے۔ صحیح یوں ہے۔ (سبح للہ)

تحریف نمبر ۵: حافظ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایسے قرآن پاک سورۃ اعراف صالح و شعیب علیٰ نبینا وعلیہم کے واقعہ میں ہے کہ ان دونوں پیغمبروں نے اپنی قوم کی تباہی کے بعد قوم ہلاک شدہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "قال یاقوم لقد بلغتکم رسالۃ ربی و نصحت لکم ولکن لا تحبون الصالحین" (ندائے حق ج ۲ ص ۱۳۹)

قارئین کرام! سورہ اعراف کھول کر دیکھیں۔ وہاں الصالحین کی بجائے الناصحین ہے۔ نیز حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعہ کے یہ الفاظ ہیں۔ "وقال یقوم لقد ابلغتکم رسلت ربی و نصحت لکم فکیف اسیٰ علیٰ قوم کفرین (الاعراف)"

قارئین کرام! آپ اندازہ کریں کہ حضرت صالح علیہ السلام و حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعہ میں الفاظ کا کتنا اختلاف ہے۔ مگر نیلوی صاحب ان کو متحد سمجھ کر قرآن مجید پر افتراء کرتے ہیں۔ فلہٰذا نیلوی صاحب سے سچ بات کی توقع فضول ہے۔

تحریف نمبر ۶: نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور "ولا تقولو المن یقتل فی سبیل اللہ امواتا"

(ندائے حق جز اول ص ۲۶۰)

حالانکہ قرآن مجید میں اس مقام پر اموات کے الفاظ ہیں۔

تحریف نمبر ۷: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ آیت: "لا تنکحوا ازواجہ من بعدہ" (ندائے حق جز اول ص ۳۳۹، ۳۶۲، ۵۹۴، عقائد علمائے دیوبند (نوراللہ مراقدہم) اور مسئلہ حیات الانبیاء (علیہم السلام) گلستان پریس سرگودھا ص ۷، از نیلوی صاحب)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے ان چار مقامات میں قرآن مجید کی آیت غلط لکھی ہے اور اس میں تحریف کر دی ہے۔ صحیح آیت یوں ہے۔ "ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا" نیلوی صاحب نے ان کے لفظ کو قرآن مجید کی آیت سے کاٹ دیا ہے۔ نیلوی صاحب نے جب قرآن مجید کو معاف نہیں کیا تو دوسری کتابوں میں تحریف و خیانت سے کیسے باز آ سکتے ہیں۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں　　　　کس درجہ ہوئے فقیہان حرم بے توفیق

نیلوی صاحب کی خیانتیں

باب الخیانات

حضرت نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ منصف اور عقل سلیم والے تو نہ خائن کی شہادت قبول کرتے ہیں اور نہ خود غرض مطلبی آدمی کی۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۷۹) نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ عہد حاضر کے علماء میں دیکھا ہے کہ دین حق میں ملاوٹ کرنے میں بڑے ماہر ہیں۔ (ندائے حق جز اول ص ۳۰۴) نیلوی صاحب گستاخی

معاف ہمیں تو اس کا مصداق جناب کی ذات نظر آئی ؎

شیشہ بغل میں پنہاں ہے لب پہ دعویٰ ہے پارسائی کا

خیانت نمبرا: مولانا سجاد بخاری صاحب نے (اقامۃ البرہان ص۸۹، ۲۱۳) میں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ نقل کیا ہے۔" انبیاء علیہم السلام کے سواء اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں، درست نہیں۔" پھر سجاد بخاری صاحب نے اس فتویٰ کو ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۸۱ء میں اپنے مضمون ارشاد الاصاغر الی مسلک الاکابر فی سماع المقابر میں درج کیا۔ ۳۰ر دسمبر ۱۹۸۱ء کو مجلس شوریٰ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کل پاکستان کے فیصلہ کے مطابق اس مضمون کو الگ ایک رسالہ کی صورت میں شائع کرنے کا پروگرام طے ہوا جس کا نام عقائد علمائے دیوبند (نور اللہ مرقدہم) اور مسئلہ سماع الموتی تجویز ہوا۔ نیلوی صاحب نے اس مضمون کے ساتھ اپنا مضمون (البیان الاوفی فی رد سماع الموتی) ملحق کر کے گلستان پریس جناح مارکیٹ سرگودھا سے شائع کیا۔ اس رسالہ کے (ص۱۰) میں حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا مذکورہ بالا فتویٰ موجود ہے۔ لیکن نیلوی صاحب نے اس رسالہ کو جب دوبارہ شائع کیا تو حضرت مفتی صاحب کے اس فتویٰ کو کاٹ کر اس کی جگہ تعلیم الاسلام کی ایک عبارت لکھ دی۔ حالانکہ مضمون سجاد بخاری صاحب کا تھا۔ ان کو حق تھا۔ تبدیلی کرنے کا اور رجوع کرنے کا نیلوی صاحب کو کوئی حق نہیں تھا۔

سوال نمبرا: نیلوی صاحب نے اس خیانت کا ارتکاب کیوں کیا۔

الجواب: چونکہ حضرت مفتی صاحب کی اس عبارت میں انبیاء علیہم السلام کا استثناء کیا گیا ہے۔ (یعنی انبیاء علیہم السلام سنتے ہیں اور حضرت مفتی صاحب نیلوی صاحب کے استاذ ہیں اور نیلوی صاحب ہمیشہ یہ جھوٹا دعویٰ کرتے رہتے ہیں کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو میرے استاذ مفتی اعظم ہند کا ہے۔ (ندائے حق جزاول ص۳۰۸ جز ثانی ص۱۲۶)

اس لئے حضرت نیلوی صاحب نے اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لئے مجبوراً اس جرم وخیانت کا ارتکاب کیا ہے۔

سوال نمبر ۲: ہوسکتا ہے دوبارہ جب رسالہ طبع ہوا تو کسی اور نے اس خیانت کا ارتکاب کیا ہو اور فرشتہ سیرت وصورت انسان حضرت نیلوی کو اس کا علم ہی نہ ہو۔

الجواب: ہرگز نہیں خود حضرت نیلوی صاحب نے (ندائے حق ج ۲ ص ۶۸ تا ۷۸) میں سجاد صاحب بخاری کا یہ مضمون درج کیا ہے اور (ص۶۹، ۷۴) میں سجاد بخاری کا ذکر موجود ہے۔ لیکن نیلوی صاحب نے (ص ۷۳) میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے مسلک کے نقل کرنے میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس خیانت کے موجد حضرت نیلوی ہیں اور بس ؎

گرچہ میں سب سے آخر ہوا لاؤں وہ جو اگلوں سے ممکن نہ تھا

سوال نمبر ۳: نیلوی صاحب نے جو تعلیم الاسلام کی عبارت نقل کی ہے تو اس کا کیا جواب ہے۔

الجواب: اس عبارت کا سماع عند القبور سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس عبارت میں یہ لکھا ہوا موجود ہے۔" یعنی خدا کی صفت سمع یا بصر میں کسی دوسرے کو شریک کرنا مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور ونزدیک سے سن لیتے ہیں یا ہمیں اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں۔ سب شرک ہے۔" (تعلیم الاسلام ج ۴ ص ۲۱)

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ نزدیک ودور سے برابر سننا، بندہ کی یہ صفت نہیں ہوسکتی۔ بندہ صرف

نزدیک سے سنتا ہے۔ دور سے نہیں سن سکتا۔ کیونکہ بندہ عالم الغیب نہیں ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ ہر جگہ سے دیکھنا چاہے قریب ہو یا بعید۔ بندہ کی یہ صفت نہیں ہو سکتی۔ بندہ صرف قریب سے دیکھتا ہے۔ کیونکہ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ہے۔ نزدیک سے سننا و نزدیک سے دیکھنا یہ شرک نہیں۔ خود نیلوی صاحب کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ بندے نزدیک سے دیکھتے اور سنتے ہیں۔ اگر یہ شرک ہوتا تو نیلوی صاحب مشرک اعظم شمار کئے جاتے یا تو نیلوی صاحب بے چارہ کو اردو کے رسالہ تعلیم الاسلام کی اردو عبارت ہی سمجھ نہیں آئی۔ اس لئے اپنی جہالت کی بناء پر اس عبارت کو پیش کیا ہے یا دجل وفریب سے حق میں ملاوٹ کرنے کا ارتکاب کیا۔ جو شخص اردو عبارت (جو اپنے مطلب میں واضح ہے) سے دھوکہ دینے کی جرأت کرتا ہے۔ وہ قرآن مجید، حدیث شریف و دیگر عربی عبارات کے مطالب بیان کرنے میں کس طرح دیانت و امانت کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ

سوال نمبر ۴: حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ جو (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰ باب العقائد) میں موجود ہے جس میں صراحۃً حضرت نبی اکرم ﷺ کے سماع عند القبر وحیات فی القبر کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیلوی صاحب اس کا کیا جواب دیں گے۔

الجواب: اگر نیلوی صاحب کے اندر ذرہ بھر دیانت وامانت ہوتی تو وہ اپنے جھوٹ سے رجوع کر لیتے اور صاف اعلان کر دیتے۔ "الئن حصحص الحق" اب حق ظاہر ہو گیا ہے۔ حق کا بول بالا، جھوٹ کا منہ کالا، میں نے اپنے استاذ مفتی اعظم ہند پر بہتان باندھا تھا اور جھوٹ بولا تھا۔ میرا عقیدہ وہ نہیں جو میرے استاذ مفتی اعظم کا ہے۔ اب میں جھوٹ بولنے سے توبہ کرتا ہوں اور وہی عقیدہ اختیار کرتا ہوں جو میرے استاذ مفتی اعظم کا (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰) میں درج ہے۔ مگر نیلوی صاحب سے حق قبول کرنے کی امید نہیں کی جا سکتی ؎

ہزاروں دعووں میں اگر ایک ہی وفا کرتے قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

نوٹ: مولانا سجاد بخاری صاحب نے مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ ادھورا نقل کیا ہے۔ اس فتوے میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ اس بزرگ کے طفیل سے میرا فلاں کام پورا کر دے، یہ مباح ہے۔ (مسالک العلماء طبع اول ص ۱۴۷)

اس لئے راقم الحروف، ماہنامہ تعلیم القرآن نومبر ۱۹۸۱ء و رسالہ عقائد علماء دیوبند (نور اللہ مراقدہم) اور سماع موتی طبع اوّل اور طبع دوم محرف شدہ اور مسالک العلماء کے صفحات کا عکس قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی ادنیٰ کوشش کر دی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

امید ہے کہ قارئین کرام ان صفحات کے ملاحظہ کرنے سے نیلوی صاحب کی دیانت اور امانت، سے بخوبی واقف ہو جائیں گے اور اس جھوٹے فتوے کی حقیقت بھی ان پر ظاہر ہو جائے گی جو نیلوی صاحب نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے متعلق منسوب کر رکھا ہے کہ اس شخص کا یہ اعتقاد (کہ مردہ دفن کیا ہوا انہیں آنکھوں اور انہیں کانوں کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے) صحیح نہیں اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ! اس جھوٹے فتوے کی مفصل تردید اپنے مقام میں ملاحظہ کریں ؎

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لدعوۃ الحق



عقائد علمائے دیوبند

نور اللہ مراقدھم

اور

مسئلہ سماعِ موتیٰ



أولئك آبائي فجئني بمثلهم
إذا جمعتنا يا جرير المجامع



جمعیت اشاعت التوحید والسنت پاکستان

۱۰۳

حافظ الحدیث حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا مسلک

آپ فرماتے ہیں کہ ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے اور وہ مواقع اس ضابطہ عدم سماع سے مستثنیٰ ہیں جن میں نصوص سے مُردوں کا سننا ثابت ہے۔

۱۔ اِنَّ الضَّابِطَةَ اِنَّمَا هُوَ عَدَمُ السَّمَاعِ لٰكِنَّ الْمُسْتَثْنَيَاتِ فِىْ هٰذَا الْبَابِ كَثِيْرَةٌ

(فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۹)

ترجمہ: بیشک ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے۔ لیکن مستثنیات اس باب میں بہت ہیں۔

۲۔ فقیہ الامت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کا مسلک

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

۱۔ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی آدمی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں

(یعنی انبیاء علیہم السلام کا سننا ثابت ہے)　　(محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی)

حضرت مفتی صاحب کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا یہ فتویٰ احقر کے پاس موجود ہے۔

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

۲۔ حنفیہ تلقین کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت نہیں۔ جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے۔ اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مُردوں کا زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔ خواہ مُردہ سُنے یا نہ سُنے یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے"

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۶۷)

مدرسہ امینیہ، دہلی کے نائب مفتی مولانا حبیب المرسلین صاحب نے ایک سوال کے جواب میں تلقین میت بعد دفن کو اہل سنت کے نزدیک مشروع بلکہ مستحب لکھا تھا۔ یہ فتویٰ کفایت المفتی جلد چہارم کے صفحہ ۶۴، ۶۵ پر موجود ہے۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے مفتی مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ نے مفتی کفایت اللہؒ کی خدمت میں

معروف شدہ

۵۔ حافظ الحدیث حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا مسلک

آپ فرماتے ہیں کہ ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے اور وہ مواقع اس ضابطہ عدم سماع سے مستثنیٰ ہیں جن میں نصوص سے مُردوں کا سننا ثابت ہے۔

۔ إنَّ الضَّابِطَةَ إِنَّمَا هُوَ عَدَمُ السَّمَاعِ لٰكِنَّ الْمُسْتَثْنَيَاتِ فِي هٰذَا الْبَابِ كَثِيْرَةٌ

(فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۷۹)

ترجمہ: بیشک ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے لیکن مستثنیات اس باب میں بہت ہیں۔

۶۔ فقیہ الامت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کا مسلک

۔ شرک فی السمع والبصر: یعنی خدا تعالیٰ کی صفت سمع یا بصر میں کسی دوسرے کو شریک کرنا مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ فلاں پیغمبر یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں۔ یا ہمارے اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں۔ سب شرک ہے۔ (تعلیم الاسلام ج ۴ ص ۲۱)

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں۔ جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے۔ اور اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔ معتزلہ کے نزدیک چونکہ مُردہ کا سننا ہونا ہی صحیح نہیں ہے اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنفیہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے ذکر مسنون کے قائل ہیں۔ خواہ مُردہ سنے یا نہ سنے یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے"

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۳۷)

مدرسہ امینیہ، دہلی کے نائب مفتی مولانا حبیب المرسلین صاحب نے ایک سوال کے جواب میں تلقین میت بعد الدفن کو اہل سنت کے نزدیک مشروع بلکہ مستحب لکھا تھا جو کفایت المفتی جلد چہارم کے صفحہ ۶۴، ۶۵ پر موجود ہے۔ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے مفتی مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے مفتی کفایت اللہؒ کی خدمت میں

۱۰۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی



جلد : ۱۹
عدد : ۱۱

محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق نومبر ۱۹۸۱ء

مدیر خط و کتابت :
سید ابو احمد سجاد بخاری ——— محلہ سراج گنج حافظ آباد (گوجرانوالہ)

زر سالانہ : ۱۵ روپے — — — — — فی شمارہ : ۱/۵۰ روپے

ملک محمد ارشاد پبلشر نے سرفراز ظاہر پریس راولپنڈی سے چھپا کر دفتر ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی سے شائع کیا

۱۰۶

تفہیم القرآن راولپنڈی دسمبر ۱۹۸۱ء

قریب ہوتا (بلغۃ الحیران ص ۲۵۶)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

۲۔ فالقول الثابت ان اجزاء البدن من المیت لا سماع لہا ولا شعور ولا فرح ولا سرور فی البرزخ (تجربات حدیث ص ۲۱۰)

(ترجمہ) پختہ بات یہ ہے کہ بدن میت کے اجزاء میں سننے کی صلاحیت نہیں اور نہ برزخ میں ان کو شعور اور فرح اور سرور حاصل ہے۔

۵۔ حافظ الحدیث حضرۃ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا مسلک:

آپ فرماتے ہیں کہ ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے اور وہ مواقع اس ضابطہ عدم سماع سے مستثنیٰ ہیں جن میں نصوص سے مُردوں کا سننا ثابت ہے

۱۔ ان الضابطۃ انما ھو عدم السماع لکن المستثنیات فی ھذا الباب کثیرۃ (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۷۹)

(ترجمہ) بیشک ضابطہ تو یہی ہے کہ مُردے نہیں سنتے لیکن اس باب میں مستثنیات بہت ہیں۔

۶۔ فقیہ الاُمت مولانا مفتی کفایت اللہؒ کا مسلک:

حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

۱۔ "انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی آدمی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں، درست نہیں"

(محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی)

حضرت مفتی صاحب کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا یہ فتویٰ احقر کے پاس موجود ہے۔ حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

۱۰۶

بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

جمیع العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنہ افہام الرجال۔

المسمّٰی بہ

مسالک العلماء فی حیاۃ الانبیاء

(مصنفہ و مؤلفہ)

حضرت محقق العلماء شیخنا مولانا شمس الدین صاحب مد ظلہ العالی

ناشر

قاری بشیر احمد و مولوی عبدالمجید کوثر

(ملنے کا پتہ)

مکتبہ ربانی نئی آبادی شاہ مکرو متصل سیمن بانہ لاہور

(قیمت ۳ روپے)

سے زیادہ اور اعلیٰ ہے۔ ملفوظات حکیم الامت مولانا تھانوی مرحوم کہ مسلمان کو موت کے بعد جو حیات حاصل ہوتی ہے وہ اس حیات سے بدرجہا افضل و اکمل و اقویٰ و ادوم ہے۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ تم موت کو گھبراتے ہو مگر وہ بھی ایک قسم کی ولادت ہے جو اس ولادت ناسوتیہ (ظاہریہ عنصریہ) سے بہتر ہے۔ الملفوظات حکیم الامت ص

حضرت تھانوی مرحوم کی عبارات اظہر من الشمس ہیں کسی تبصرہ کی محتاج نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب احقر ان بزرگان اکابرین دیوبند کی تصریحات دیکھتا ہے اور ان کے برعکس اپنے معاصرین کی ہٹ دھرمی اور مزید برآں یہ دیکھتا ہے کہ معتزلہ اور روافض کا قول اختیار کیا اور اس کو اکابر دیوبند کی طرف منسوب بھی نہیں کیا بلکہ شب و روز اس تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں کہ عوام کے ذہنوں میں یہ نقش کر دیں کہ علمائے دیوبند کا حقیقی مسلک یہ ہے (معتزلہ اور روافض والا) جو ہم نے اختیار کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ارواح طیبہ بعد از موت ان کے ابدان مبارکہ میں دوبارہ داخل ہو چکے ہیں اور یوم الحشر والا احیاء پہلے سے ہو چکا ہے صرف خروج من القبور قیامت تک موقوف ہے۔ تو ڈر لگتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہو کر سب کچھ نہ بہا دے۔ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔ حضرات دیوبند قدس اللہ اسرارہم کی آئینی تحقیقات تدقیقات اور تحریرات کو یہ لوگ زیر زمین بالکل دفن کر رہے ہیں۔ اعاذنا اللہ من ہذا التعصب والعناد۔

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مرحوم کا مسلک

ایک شخص حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم سے استفسار کرتا ہے جس کی عبارت حسب ذیل ہے

بخدمت جناب مولانا مولوی صاحب سلام مسنون گذارش ہے تحریر فرمادیں مردہ ولی جو یا نبی ہو سنتے ہیں یا نہیں۔ بہت لوگ حضرت مجدد شرک پاک کا کہیو ہے بہت سے حاجتیں طلب کرتے ہیں کسی ولی جو لوگ کہتے ہیں اے بزرگ میری تمہارے پاس اللہ تمہاری اللہ تعالیٰ کے یہاں اللہ یہ سن لوگ کہتے ہیں جو بغیر وسیلہ کے نہیں مل سکتا تو اللہ تعالیٰ بغیر وسیلے کہاں مل سکتا ہے یہ عقیدہ ٹھیک ہے وسیلے سے کیا مراد ہے اگر کوئی آدمی قبر پر جا کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بزرگ

۱۰۹

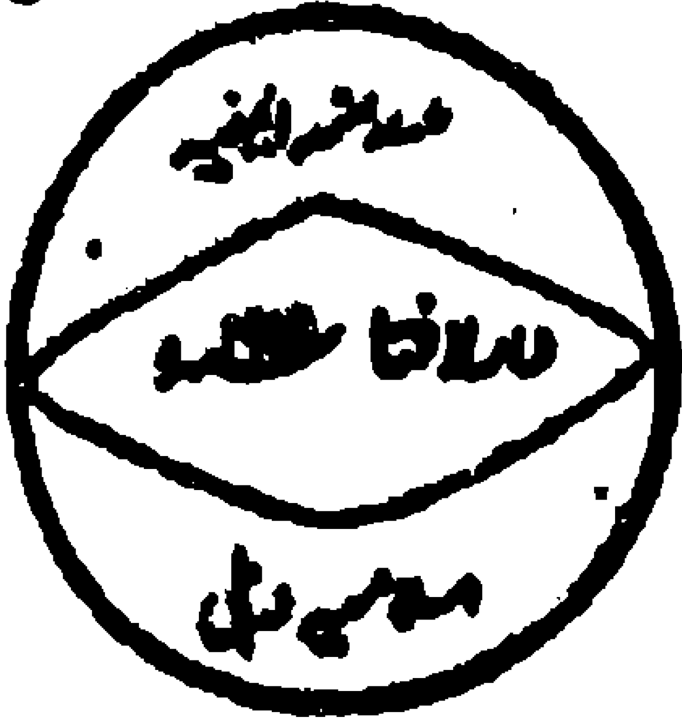
کسی طفیل پیری فلاں صاحب حاجت پوری کر دو کہنا جائز ہے یا نہیں قبر پر جا کر ایسے دعا کر سکتا ہے یا نہیں
اور امام فرض نماز کے بعد دعا پکار کر کریں یا آہستہ پکار کر دعا کرنی چاہئے۔ نیز یہ کہ تیجہ
ساتواں دسواں اور ختم وغیرہ میں جو کھانا ہے مردے جیں کن سکتے ٹھیک ہے یا نہیں گیارہویں وغیرہ
کیسی ہے کس طرح تقسیم کرنی چاہئے کوئی خاص دن مقرر ہے یا نہیں مرنے سے کوئی کھانا
ملتا ہے اس کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے لوگوں نے اپنی طرف سے بنائی ہے یا کوئی ثبوت اور کون
اس کے مستحق ہیں قبروں پر چادر چڑھانا اور چڑھاوا وغیرہ چڑھاتا اور اس کا کھانا کیسا ہے قبروں پر
گنبد یا کوئی اور چیز تعمیر کرنا کیسا ہے قبروں پر سجدہ کرنا جمعرات کے دن ختم پڑھ کر مردے کو بخشنے
یا ہر روز جمعرات کا دن مقرر کر لینا کیسا ہے مہربانی کر کے تحریر کر دو تاکہ ایمان بچ جاوے
اس کے جواب میں حضرت والا تحریر فرماتے ہیں۔

الجواب

انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی ہے ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست نہیں کسی قبر پرست کو اس خیال سے پکارنا کہ یہ متصرف ہے جائز نہیں ان سے حاجتیں طلب کرنا شرک ہے۔ یہ سمجھنا کہ جیسے وزیر اعظم افسر بغیر وسیلے کے نہیں ملتے ایسے ہی خدا تعالیٰ بغیر وسیلے کے نہیں ملتا جہالت ہے۔ وہ حی قیوم ہر بندے کی حاجت سنتا اور دیکھتا ہے اور حاجت روائی کرتا ہے قبر پر جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور یہ کہنا کہ یا اللہ اس بزرگ کے طفیل سے میرا فلاں کام پورا کر دے یہ مباح ہے۔

امام فرض کے بعد دعا آہستہ مانگے یا بلند سے مباح ہے بہتر یہ ہے کہ آہستہ دعا مانگے گیارہویں کرنا بدعت ہے۔ قبروں پر چراغ جلانا اور چادر چڑھانا ناجائز اور بدعت ہے۔ ہاں قبرستان میں اگر راستہ ہو جاتے ہوئے لوگوں کے لئے راستے میں چراغ جلانا مباح

ہے - قبروں کو سجدہ کرنا حرام ہے - مردوں کو ثواب بخشنے کے لئے جمعرات کا دن مخصوص نہیں ہے جس دن چاہے بخش دے - محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔



یہ فتوے مولوی عبدالمجید صاحب ملک نوشہرو ملتان کے پاس موجود ہے اور ہم نے اصل سے نقل کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم کا دوسرا فتویٰ۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارہ میں کہ خلدالیکہ کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں بحیثیت دنیوی اس جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں کیا یہ صحیح ہے -

الجواب

آنحضرت کو ایک قسم کی حیات برزخی حاصل ہے جس کی کیفیت خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن حیات دنیوی کہنا خلاف اہل سنت والجماعت ہے -

اس فتوے کی نقل ہمیں مولوی محمد امیر صاحب بندیالوی سے پہنچی ہے اصل انکے پاس ہے اصل ان سے دریافت کر لیا جاوے -

دوسرا طبقہ

اس طبقے میں ہم صرف ان حضرات کا ذکر کرتے ہیں جن کا بہت کچھ چرچا ہمارے معاصر نے کیا ہے اور چونکہ ہم نے اپنی اس کتاب میں ادوار اور طبقات بلحاظ تقدم و تاخر زمانی علماء کرام کے نہیں بنائے بلکہ علماء کرام کے خاص واسطہ نظریات اور ان کے مسئلہ حیات الانبیاء کے تعبیرات کے بنائے ہیں ، اور پہلے طبقے میں ہم نے جن اکابر کی عبارات پیش کی ہیں ان میں حیات کے ساتھ دنیوی

خیانت نمبر ۲: نیلوی صاحب (ندائے حق ج ۲ ص ۸۰) میں عنوان قائم کرتے ہیں۔ امام الاولیاء حمید الدین ناگوری ۔ پھر نیلوی صاحب غائبانہ پکار وغیرہ کے بارے میں حوالہ نقل کرتے ہیں جس کا سماع عند القبور سے کوئی تعلق نہیں اور عبارت میں حاضرۃ کا لفظ تھا۔ نیلوی صاحب نے خیانت کرتے ہوئے اس کو کاٹ دیا ہے۔ (جواہر التوحید ص ۲۷۲) میں اصل عبارت موجود ہے۔ "ان ارواحھم حاضرۃ" (اور عبارت کا ترجمہ یوں ہے) اور ان مشرکین میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو انبیاء اور اولیاء کو حاجات و مشکلات میں اس اعتقاد سے پکارتے ہیں کہ ان کی روحیں حاضر ہیں۔ پکار سن رہی ہیں اور ان کو حاجات کا علم ہے اور یہ بدترین شرک اور صریح جہالت ہے۔ (جواہر التوحید ص ۲۷۲) اس لئے راقم الحروف جواہر التوحید کے ٹائٹل اور اس صفحہ کا عکس آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ نیلوی صاحب کیسی کیسی خیانتیں کرتے ہیں ۔

شیخ کی صلوات پر ہرگز تو اے نادان نہ بھول — خانہ قصاب میں بھی روز و شب تکبیر ہے

خیانت نمبر ۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (۳) قول ابن زاغونی وابن جریر وطائفہ سوال صرف بدن سے ہوتا ہے۔ بلا اعادہ روح (شرح الصدور ص ۵۷، ندائے حق طبع اول ص ۱۶۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے اس عبارت کے نقل کرنے میں کئی خیانتوں کا ارتکاب کیا ہے۔ (۱) مثلاً ابن زاغونی بدعتی اور معتزلی ہے۔ (لسان المیزان ج ۴ ص ۲۴۲) نیلوی صاحب نے اس بات کو چھپا کر خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ (۲) اصل عبارت یوں تھی۔ "قول طائفۃ منھم ابن الزاغونی وحکی عن ابن جریر" ابن زاغونی اس گروہ سے ہے اور ابن جریر سے حکایت کیا گیا ہے۔ حکی مجہول کا صیغہ ہے جو ضعف وتمریض پر دلالت کرتا ہے۔ مگر نیلوی صاحب نے ابن جریر کا مذہب بنا دیا ہے۔ (۳) پھر عبارت کے آخر میں تھا وھو غلط یہ مذہب غلط ہے۔ نیلوی صاحب نے اس کو بھی ہضم کر لیا اور ڈکار تک نہ لیا۔ (اصل حوالہ دیکھنے کے لئے تسکین الصدور طبع دوم ص ۱۳۲، ۱۳۳ ملاحظہ کریں)

لباس خضر میں یہاں سینکڑوں رہزن بھی پھرتے ہیں — اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

خیانت نمبر ۴: (ندائے حق جز ثانی ص ۱۴۹) میں امام بخاری کے قول "ویقال" جو مجہول کے صیغہ سے ہے کا ترجمہ نیلوی صاحب نے، کہتے ہیں، کر دیا ہے۔ حالانکہ کہتے ہیں ترجمہ "یقولون" کا ہے جو مضارع معلوم جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ چونکہ مجہول کا صیغہ ضعف وتمریض پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ خود نیلوی صاحب نے اس کا اقرار کیا ہے۔ (ندائے حق طبع اول ص ۱۰۶، جز اول ص ۴۳۹، جز ثانی ص ۲۷۴)

اس لئے نیلوی صاحب نے خیانت کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کو جمع مذکر معلوم کے صیغہ کے ساتھ بدل دیا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے — ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہئے

خیانت نمبر ۵: نیلوی صاحب، حضرت استاذ مکرم شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "آپ تو دیوبندیت کے مدعی ہیں۔ بریلویہ کے پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے ہمارا استدلال ہی بیان کیا۔ (جب دنیا میں سمع بعیدی ثابت نہیں تو حیات برزخی میں کیونکر ہو سکتا ہے)" (مکتوبات طیبہ ص ۱۲۰، ندائے حق طبع اول ص ۹۳، ۹۴)

نیلوی صاحب نے اس حوالہ کو دوبارہ (ندائے حق جز ثانی از جلد اول ص ۲۵۴) میں بڑی مدو شد کے ساتھ لکھا ہے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے بہت بڑی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ عبارت حضرت شاہ صاحب گولڑوی کی نہیں ہے بلکہ یہ سائل کا سوال ہے۔ اتنی بڑی خیانت تو شاید شیطان بھی نہ کرے ۔

وَمَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ
(قرآن حکیم)

جواہر التوحید

افادات
شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان مدظلہ العالی

ترتیب و تالیف
سید ابو احمد سجاد بخاری

کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ ○ راولپنڈی
پاکستان

۱۱۴

۳۰۔ امام محمد بن شہاب بزازی، علامہ ابن نجیم، علامہ عبدالرحمٰن آفندی، اور مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہم اللہ فرماتے ہیں۔

من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر (فتاوی بزازیہ ص۳۲۶ البحر الرائق ج ۵ ص۱۲۴ مجمع الانہر ج ۲ ص۶۹۹ مجموعہ فتاوی ج ۳ ص۵)	جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر و ناظر ہوتی ہیں اور سب کچھ جانتی ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے۔

۳۱۔ حضرت مولانا قاضی حمیدالدین ناگوری استاذ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ فرماتے ہیں۔

ومنهم الذين يدعون الانبياء والاولياء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحهم حاضرة تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلك شرك قبيح وجهل صريح (تفہیم المسائل ص بحوالہ توشیح)	اور ان (مشرکین) میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو انبیاء اور اولیاء کو حاجات و مشکلات میں اس اعتقاد سے پکارتے ہیں کہ ان کی روحیں حاضر ہیں پکار سن رہی ہیں اور ان کو حاجات کا علم ہے اور یہ بدترین شرک اور صریح جہالت ہے۔

۳۲۔ ملا حسین خباز فرماتے ہیں۔

واز کلمات کفر است ندا کردن اموات غائبان را بگمان آنکہ حاضر اند۔ مثل یا رسول اللہ	اور فوت شدہ بزرگوں کو یہ سمجھ کر پکارنا کہ وہ حاضر ہیں (اور پکار سن رہے ہیں) مثلاً (یوں کہنا)

شیخ و شیطان خصلت میں ایک ہیں گرچہ شیطان شیخ سے کچھ نیک ہیں

خیانت نمبر ۶: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ علماء علم عقائد کا موقف ملا علی قاری نے (شرح فقہ اکبر ص ۱۵۹) میں کہا: "ان المیت لا یسمع بنفسه" مردہ اپنے آپ کچھ نہیں سنتا۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۶۲ و شفاء الصدور طبع اول ص ۶۵)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کا حضرت ملا علی القاری کو منکرین سماع موتی میں شمار کرنا اور اس عبارت سے دھوکہ دینا نہایت بددیانتی و خیانت ہے۔ کیونکہ ملا علی القاری سماع موتی کے قائل ہیں اور خود نیلوی صاحب نے بھی کئی مقامات پر اس کا اقرار کیا ہے۔ اس کی تفصیل باب التعارضات میں مذکور ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۵۹) کی اصل عبارت یوں تھی۔ "والموصل للثواب الی المیت هو الله سبحانه لان المیت لا یسمع بنفسه" میت کی طرف ثواب پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ میت بالذات (خودبخود) نہیں سنتا۔ اصل عبارت میں سے کچھ کاٹ کر خیانت کر کے نیلوی صاحب نے دھوکا فریب سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے۔ آمین!

خیانت نمبر ۷: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (صاحب تسکین کے پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی فرماتے ہیں) حاصل یہ ہے کہ جسم تو بالکل زندہ نہیں ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ آیا روح مع النفس ہے یا محض روح۔ روح آگ کی شکل ہے اور نفس کی شکل...... اور حق بات یہی ہے۔ (بلغۃ الحیران ص ۶۷، ندائے حق طبع اول ص ۲۲۴)

نیلوی صاحب نے یہاں ایک بہت بڑی خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب کی پہلی عبارت جو نیلوی صاحب کے عقیدہ کے خلاف تھی، اس کو نقل ہی نہیں کیا۔ چنانچہ اصل عبارت یوں تھی تو اسی میں نزاع ہے۔ آیا حیات فقط روح کے واسطے ہے یا روح مع الجسد۔ پہلے معنی کی تائید میں ہے۔ (قول رسول اللہ ﷺ) ارواح شهداء فی حواصل طیر خضر اور لفظ یرزقون کا دوسرے معنی کو تائید دیتا ہے۔ یہ ساری عبارت نیلوی صاحب نے خیانت کرتے ہوئے چھوڑ دی ہے۔ کیونکہ اس میں صراحت ہے کہ قرآن پاک کا لفظ "یرزقون" حیات روح مع الجسد پر دلالت کرتا ہے۔ چونکہ نیلوی صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سماع موتی میں کہتے ہیں کہ آیت کو اپنی حالت پر برقرار رکھا جائے اور حدیث میں تاویل کی جائے۔ (دیکھئے ندائے حق ج ۱ ص ۱۸۵)

اور یہاں نیلوی صاحب قرآن چھوڑ کر تاویل کر کے حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اس لئے نیلوی صاحب نے اس عبارت کو نقل نہیں فرمایا ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

خیانت نمبر ۸: نیلوی صاحب محدث محمد بن جریر طبری کے متعلق لکھتے ہیں۔ امام ذہبی فرماتے ہیں: "کان سنیا من ائمة الاسلام... فیه تشیع و موالاة لا تضر" (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۵، ندائے حق طبع اول ص ۲۱۷)

قارئین کرام! خط کشیدہ الفاظ "کان سنیا من ائمة الاسلام" یہ میزان الاعتدال میں بالکل نہیں ہیں۔ نیلوی صاحب زبردست خائن ہیں جس طرح الفاظ کو عبارتوں میں کاٹ دیتے ہیں، اسی طرح عبارتوں میں بڑھا دینا الفاظ کا ان کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے یا نیلوی صاحب کو یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ لکھنے کے وقت مجھے ہوش نہیں ہوتا۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ خدا کرے کہ کچھ نہ سمجھے کوئی

قارئین کرام! نیلوی صاحب کی خیانتیں اور بھی ہیں۔ مگر اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

طالب دنیا کو اکبر کس طرح سمجھوں میں خضر خود جو گم ہے فکر میں وہ راہنما کیونکر ہوا

باب الهفوات

نیلوی صاحب کی یاوہ گوئیاں

حیات النبی ﷺ کا عقیدہ مرزائیوں کا ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حیات النبی ﷺ کے بارے میں مرزائیوں کا عقیدہ۔ ایک مرزائی نے اپنی تصنیف" محمد صادق" (ص ۴۹) میں مرزا قادیانی کا کلام نقل کیا ہے جس میں سے ایک یہ مصرعہ بھی ہے ۔

کاملاں حی اندوز زیر زمین

یعنی جتنی کامل ہستیاں ہیں اولیاء، صلحاء، شہداء، صدیقین اور انبیاء یہ سب کے سب زمین کے نیچے (قبر عرفی میں) زندہ جاوید ہوتی ہیں۔ (ندائے حق ج ۱ اوّل ص ۴۲۳)

نیلوی صاحب اس عبارت سے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ حیات النبی ﷺ کا عقیدہ رکھنے والے مرزائیوں کے ہم نوا ہیں۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

حالانکہ مرزا قادیانی کا عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں صراحۃً (ازالۃ الاوہام تحتی کلاں ص ۱۳۰) میں موجود ہے (اور یہ خیال کہ انبیاء زندہ ہو کر قبر میں رہتے ہیں، صحیح نہیں ہے۔ ہاں! قبر سے ایک قسم کا ان کا تعلق باقی رہتا ہے اور اسی وجہ سے وہ کشفی طور پر اپنی اپنی قبروں میں نظر آتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہ وہ قبروں میں ہوتے ہیں بلکہ وہ ملائک کی طرح آسمانوں میں جو بہشت کی زمین ہے، اپنے اپنے مرتبہ کے موافق مقام رکھتے ہیں۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب کا عقیدہ مرزا قادیانی سے بعض شقوں میں موافقت رکھتا ہے)

۱...... انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ نہیں ہیں۔

۲...... اس زمین عرفی میں زندہ نہیں۔ بہشت کی زمین میں زندہ ہیں۔

۳...... جس طرح مرزا قادیانی کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہو کر اپنے جسد عنصری سے آسمان کی طرف چلے جاتے ہیں، اسی طرح نیلوی صاحب کا عقیدہ بھی نیلوی صاحب کی اپنی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت ملا علی القاری نے مرقاۃ ج ۱ ص ۱۹۷) میں فرمایا ہے۔"کل موضع فیہ مقرہ فھو قبرہ" یعنی ہر ایسی جگہ جس میں میت قرار پکڑتا ہے (علیین یا سجین) وہی اس کی قبر ہے۔ (القول الرجی فی القبر الشرعی ص ۲۷)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ البتہ روح نکل جائے تب اسے آدمی یا انسان نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ میت ہے۔ فلاں بندے کی نعش (لاش) ہے۔ (ندائے حق ج ۱ اوّل ص ۲۷۵)

نیلوی صاحب نے ملا علی القاری کے حوالہ میں بین القوسین (علیین یا سجین) کا اضافہ کر کے اپنا پوشیدہ عقیدہ ظاہر کر دیا ہے کہ میت کا جسد عنصری علیین یا سجین میں جاتا ہے اور اس قبر عرفی میں نہیں ہوتا اور یہی کچھ مرزا قادیانی نے کہا ہے۔ معلوم ہوا کہ دونوں کا پروگرام ایک ہے۔ یہ برزخ کا حال موسیٰ علیہ السلام آپ پر اس وقت منکشف ہوا جب آپ ﷺ کثیب احمر کے پاس سے گزر رہے تھے۔ راوی نے عرفی معنی سمجھ کر ایسے انداز پر روایت بیان کی کہ جس سے لوگوں کو دھوکہ لگ گیا۔ (ندائے حق ج ۲ ثانی ص ۳۴)

بے وجہ تو نہیں ہیں چمن کی تباہیاں　　کچھ باغباں ہیں برق و شرر سے ملے ہوئے

یاوہ گوئی نمبر ۲: حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے بارے میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (پھر اب یہ سمجھائیں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ آیا۔ اسی متعارف معنی کی رو سے موت نبی کے قائل ہیں یا موت کے، کوئی اور معنی لے رہے ہیں۔ اس معنی کو لے کر موت کا انکار نہیں ہو سکتا تو خاتم النبیین کی بھی قادیانی تفسیر اختیار کر کے ختم نبوت کا انکار نہیں ہو سکتا۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ! (ندائے حق طبع اول ص ۶۲)

اگر موت کے یہ معنی اختراع کرنے جائز ہیں تو مرزائیوں کو جواب کیا دو گے، جنہوں نے خاتم النبیین کے نئے معنی اختراع کئے ہیں۔ نیز آپ ہی لکھتے ہیں کہ منکر اجماع کے جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں وہ سب بلا شبہ اس شخص (عنایت اللہ شاہ گجراتی) پر چسپاں ہیں۔ اب فرمایئے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ پر کیا فتویٰ ہے۔ اگر ان پر فتویٰ نہیں تو عنایت اللہ شاہ بخاری پر فتویٰ کیوں؟ بینوا توجروا! (ندائے حق طبع اول ص ۶۹)

اور حضرت حجۃ الاسلام حضرت محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے سواء سب علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت نبی ﷺ بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ سب انبیاء پر یہ گھڑی آ کر رہی۔ (ندائے حق طبع اول ص ۲۵۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کی ان عبارتوں سے واضح ہوا کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ موت کے منکر ہیں۔ یہ نص قطعی کا انکار ہے جو کفر ہے۔ جس طرح ختم نبوت کا انکار نص قطعی کا انکار ہے، جو کفر ہے، جس طرح ختم نبوت کے معنی میں قادیانی تفسیر قبول نہیں اور کفر سے نہیں بچا سکتی، اسی طرح موت کے معنی میں نانوتوی رحمہ اللہ تفسیر بھی قبول نہیں اور کفر سے نہیں بچا سکتی۔ تعجب اور حیرانگی کی بات تو یہ ہے کہ ادھر نیلوی صاحب، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو موت کا منکر قرار دیتے ہیں جو نص قطعی کا انکار ہے۔ پھر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو حضرت حجۃ الاسلام حضرت محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے القاب سے بھی یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (حضرت قاسم العلوم والخیرات کا فرمان واجب الاذعان، حضرت شیخ مشائخ مشائخنا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۷) حجۃ الاسلام محقق اعظم حضرت شیخ شیخی مولانا محمد قاسم صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ واسعۃ وافرۃ کاملۃ سابقۃ بانی دارالعلوم دیوبند (ندائے حق جز اول ص ۲۷۷) پھر نیلوی صاحب حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا مسلک بیان کرتے ہیں۔ مگر وہ نبی اکرم ﷺ بدستور زندہ ہیں۔ ممکن نہیں۔ (محال ہے) کہ ان کی حیات زائل ہو جائے۔ (گویا آپ حی لا یموت ہیں) (ندائے حق جز ثانی ص ۸۵)

نیلوی صاحب کبھی حضرت نانوتوی رحمہ اللہ پر فتویٰ لگا دیتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی بھی کہتے جاتے ہیں۔ معلوم ہوا نیلوی صاحب لوگوں کے خوف سے دورنگی چال چلتے ہیں۔ ورنہ قرآن مجید پر ان کا ایمان نہیں ہے۔

خدا سے ڈرو اور مکروفریب سے کام نہ لو　　یا اسلام پہ چلنا سیکھو یا اسلام کا نام نہ لو

نبی کی موت اور کافر کی موت میں کوئی فرق نہیں (معاذ اللہ)

ورنہ فی نفسہ موت میں فرق کرنا اعلان قرآنی کے خلاف ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا: ''انک میت و انہم میتون'' اے نبی تجھے مرنا ہے تو انہیں بھی مرنا ہے۔ یعنی نفس موت میں سب شریک ہیں۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن دسمبر ۱۹۵۹ ص ۸)

قارئین کرام! جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے عقائد و خیالات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ حضرات شان نبی (ﷺ) کے بارے میں کس نظریہ کے حامل ہیں۔ حالانکہ نبی (ﷺ) اور کافروں کی موت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

حوالہ نمبر ا: نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں۔ (اور ایسا ہی رسول اللہ ﷺ کا یہ قول ہے۔ "انبیاء اللہ لا یموتون ولکن ینقلون" میں دار الی دار) یعنی خدا تعالیٰ کے نبی نہیں مرتے بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کر دیئے جاتے ہیں۔ (ندائے حق جز اول ص ۲۱۹)

حوالہ نمبر ۲: موت کے کئی معنی ہیں۔ عدم محض جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ "کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا (سورۃ البقرۃ)" کس طرح کفر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے حالانکہ تم مردہ تھے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب فرماتے ہیں۔ "اے اللہ صاحب، ہم کو تو نے دو دفعہ فوت کیا ہے۔ ایک تو عدم جیسا کہ "کنتم امواتا فاحیاکم" سے معلوم ہوتا ہے۔" (بلغۃ الحیران ص ۲۹۳)

نیند کو بھی موت کہا گیا ہے۔ چنانچہ سونے سے بیدار ہو کر اٹھنے کی دعاء میں آتا ہے۔ "الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا" (حمد تعریف سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمیں موت سے زندہ کیا) اس لئے علامہ ابن الہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "والحیاۃ جنس تحتھا انواع وکذالک الموت فاثبات بعض انواع الحیاۃ لا یزیل اسمہ الموت کالحیاۃ البرزخیۃ واثبات بعض انواع الموت لا ینافی الحیاۃ کما فی الحدیث الصحیح عن النبی ﷺ انہ کان اذا استیقظ من النوم قال الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور"

(الصارم المنکی مطبوعہ لاہور ص ۲۹۴)

موت اور حیات جنس ہیں ان کے تحت کئی انواع (قسمیں) ہیں۔ پس بعض اقسام حیات کا ثابت کرنا موت کے نام کو زائل نہیں کرتا۔ مثل حیات برزخیہ کے اور اسی طرح موت کے بعض انواع (قسموں) کا ثابت کرنا حیات کے منافی نہیں۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نیند سے بیدار ہوتے تھے تو فرماتے تھے۔ "سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں زندہ کیا مارنے کے بعد اور اسی کی طرف متفرق ہو کر جانا ہے۔" اس عبارت سے ثابت ہوا کہ موت و حیات کا جمع ہونا منع نہیں ہے۔

فلہٰذا حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کو موت کا منکر قرار دینا اور فتویٰ لگانا بہت بڑی گستاخی اور دریدہ دہنی ہے۔ ڈیرہ اسماعیل خان کی جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنت نے حیات النبی ﷺ کے نام سے ایک پمفلٹ شائع کیا جس کے ص ۲ میں لکھا ہے۔ (انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ جب ابدان مبارکہ سے جدا ہوتے ہیں تو اپنے مقام پر پہنچائے جاتے ہیں۔ موت کا منکر کافر ہے)

منافقانہ انداز میں یہ اشارہ و فتویٰ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ پر لاگو کیا ہے۔ (اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے) حالانکہ جناب مولانا قاضی شمس الدین صاحب حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ہم آپ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں نہ (خاکم بدہنم) آپ کے خلاف یاوہ گوئی کرتے ہیں۔ نہ گستاخی نہ آپ کے ادب واحترام کے خلاف کوئی حرکت کرتے ہیں اور نہ ہی آپ کے زہد وتقویٰ، للہیت، خلوص نیت، جلالیت، شان فضیلت علم میں بحمد اللہ ہمیں شک وشبہ ہے۔ آپ کی ذات گرامی تو برتر اور بالاتر ہے۔ (القول الجلی فی حیات النبی ﷺ ص ۵۲)

مولانا سجاد بخاری صاحب تحفہ ابراہیمیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ (یہ الزامات سراسر غلط اور بے اصل ہیں۔ شاہ صاحب (گجراتی) زندہ موجود ہیں۔ اب بھی ان سے دریافت کیا جاسکتا ہے کہ واقعی وہ سماع موتیٰ کے قائلین کو ابوجہل کا ٹبر اور مشرک سمجھتے ہیں۔ راقم الحروف نے بارہا تقریروں میں اور نجی مجلسوں میں شاہ صاحب کو یہ فرماتے سنا ہے

اور کئی دوسرے احباب بھی اس کے شاہد ہیں۔ میں حضرت مولانا نانوتوی، مولانا احمد علی لاہوری اور دیگر اکابر علماء حق کو اولیاء اللہ سمجھتا ہوں اور دل وجان سے ان کا احترام کرتا ہوں) آپ کے خیال میں یہ تمام علماء کرام سماع موتی کے قائل ہیں۔ مگر شاہ صاحب نہ صرف احترام کرتے بلکہ ان کو اولیاء اللہ سمجھتے ہیں۔ البتہ یہ درست ہے کہ شاہ صاحب سماع موتی کے ساتھ موتی کو حاجات میں پکارنے والوں کو ابوجہل کا ٹبر اور مشرک کہتے ہیں۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۸ء ص ۳۶)

نیلوی صاحب! کیا فتویٰ ہے حضرت نانوتوی کے بارے میں۔ کیا وہ موت کے منکر ہو کر نص قطعی کے منکر ہیں یا نہ۔ اگر نہیں تو وجہ بتاؤ۔ اگر نص قطعی کے منکر ہیں تو کیا وہ مسلمان ہیں یا نہ۔ جو شخص حضرت نانوتوی ﷫ کو اولیاء اللہ میں سے مانے یا ان کی ذات گرامی کو برتر و بالاتر سمجھے اس شخص کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے۔ بینوا توجروا!

حوالہ نمبر ۳: حضرت محدث بنوری لکھتے ہیں: حضرت نانوتوی ﷫ نے جس انداز سے آب حیات میں تقریر فرمائی ہے وہ بھی متفرد نہیں ہیں بلکہ امام غزالی ﷫ کے شیخ امام الحرمین قرن خامس میں کہہ چکے ہیں۔ اس کے بعد قرطبی محدث اور امام سبکی نے اس کی تصریح کی ہے۔ اس وقت اتنا لکھ سکتا ہوں۔ والسلام!

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ ۲۹ / جمادی الاوّل ۱۳۷۹ھ

(ماہنامہ حنفیہ حیات النبی ﷺ نمبر بابت جنوری وفروری ۱۹۶۰ء مطابق رجب وشعبان ۱۳۷۹ھ ش ۵، ۶ ص ۳۳ ایڈیٹر مولانا محمد عبدالحلیم القاسمی مرحوم سابق امیر جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ لاہور)

حوالہ نمبر ۴: ملا علی القاری فرماتے ہیں: "قلت وقد قدمنا ان الانبياء لا يموتون كسائر الاحياء بل ينتقلون من دار الفناء الى دار البقاء وقد ورد به الاحاديث والانباء وانهم احياء في قبورهم" (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۴۳)

میں (ملا علی قاری) کہتا ہوں ہم نے پہلے یہ بات بیان کر دی ہے کہ انبیاء ﷩ پر موت عام لوگوں کی طرح واقع نہیں ہوتی بلکہ دار فنا سے دار بقاء کی طرف کوچ کر جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے (اور انبیاء ﷩ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ حضرت نانوتوی ﷫ اس عقیدہ میں متفرد نہیں ہیں۔ حکیم الامت حضرت محمد اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اس عقیدہ کو اپنی کتاب (المصالح العقلیہ ص ۲۴۵) میں اختیار کیا ہے اور شیخ الادب مفتی اعظم حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب حاشیہ نور الایضاح باب زیارۃ قبر النبی ﷺ میں وہی عقیدہ اختیار کرتے ہیں جو حضرت نانوتوی ﷫ کا ہے۔ عربی عبارت ملاحظہ ہو۔ "فمثله ﷺ بعد وفاته كمثل شمع في حجرة اغلق بابها فهو مستور عمن هو خارج الحجرة ولكن نوره كما كان بل ازيد ولهذا احرم نكاح ازواجه بعده ﷺ ولم يجر احكام الميراث فيما تركه لانهما من احكام الموت" محمد اعزاز علی غفرلہ!

نیلوی صاحب ان بزرگوں کے حق میں اپنی یاوہ گوئی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔ بعض حضرت نانوتوی کے اندھے مقلد کہتے ہیں کہ آپ کی روح پر فتوح آپ کے جسم عنصری کے اندر ہی سمٹ گئی ہے۔ باہر نکلی ہی نہیں۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۵۶۸)

حضرت تھانوی اور حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب کو حضرت نانوتوی کا اندھا مقلد کہنا نیلوی صاحب کی کمال درجہ کی حماقت ہے۔

بلبل ہمہ تن خون شد وگل ہمہ تن چاک — اے وائے بہارے اگر ایں است بہار

یاوہ گوئی نمبر ۳: نیلوی صاحب نے عنوان جلی قلم سے یوں قائم کیا ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ان پیغمبروں

کی حیات کے بارے میں (ندائے حق جز اول ص ۴۲۴) نیلوی صاحب نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ گویا حیات النبی ﷺ کا عقیدہ دراصل ہندوؤں کے عقیدہ سے ماخوذ ہے۔ (معاذ اللہ)

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینہ کے داغ سے اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یاوہ گوئی نمبر ۴: فرقہ معطلہ حیات النبی ﷺ کا قائل ہے۔ (ندائے حق جز اول ص ۴۱۹) نیلوی صاحب اس حوالہ سے بھی یہی تاثر دینا چاہتے ہیں کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ معتزلہ جھمیہ اور معطلہ کا ہے۔ لہذا حیات النبی ﷺ کے قائل معطلہ ہیں۔ معاذ اللہ!

یاوہ گوئی نمبر ۵: عقیدہ حیات النبی ﷺ مفضی الی الشرک ہے۔ (معاذ اللہ) (ندائے حق جز اول ص ۵۸۸)

یاوہ گوئی نمبر ۶: عقیدہ حیات النبی ﷺ غالیوں کا عقیدہ ہے۔ (معاذ اللہ) (ندائے حق جز اول ص ۴۲۸، ۴۳۹)

یاوہ گوئی نمبر ۷: عقیدہ حیات النبی ﷺ اہل بدعت وروافض کا ہے۔ (ندائے حق جز اول ص ۲۵۰، ۴۱۷، ۵۷۰)

لیکن ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر رافضی فرقہ حیات النبی ﷺ کا قائل ہوتا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے میراث (وباغ فدک) کا مسئلہ کیوں کھڑا کرتا۔ نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں: "مسلک اہل حق میراث کا مطالبہ کرنا خود دلیل ہے وفات النبی ﷺ کی۔" (ندائے حق جز اول ص ۵۷۰)

نیلوی صاحب آگے چل کر اس کا اقرار صریح الفاظ میں کرتے ہیں کہ شیعہ سنی متفق ہیں اس مسئلہ میں۔ (ندائے حق جز اول ص ۵۷۴) نیلوی صاحب کے مطابق نیلوی صاحب شیعہ کے اس مسئلہ میں موافق ہیں۔ فلہذا نیلوی صاحب شیعہ بن گئے ہیں۔

کند جنس باہم جنس پرواز

یاوہ گوئی نمبر ۸: حیات جسد عنصری ثابت کرنا خام لوگوں کا کام ہے۔ (ندائے حق جز اول ص ۱۳۳)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کی تفسیر (معارف القرآن ج ۱ ص ۳۹۷) سے نیلوی صاحب یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ سلامت جسم کے علاوہ اس حیات برزخی کے کچھ آثار ظاہری احکام پر بھی پڑتے ہیں۔ مثلاً ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ ان کی ازواج دوسروں کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ نیلوی کہتا ہے کہ یہ آثار جو ظاہری احکام پر پڑتے ہیں ان سے حیات جسد عنصری پر استدلال کرنا خام لوگوں کا کام ہے۔ (ندائے حق جز اول ص ۱۳۳)

نیلوی صاحب کے نزدیک حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب خام لوگوں میں سے ہیں۔

پھر تو یہ معاملہ صرف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب تک محدود نہ رہے گا بلکہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ حیات شہداء کی آیت کے تحت یہی بات لکھتے ہیں۔ (بیان القرآن ص ۷۸، ۷۹)

اور اسی طرح حضرت نانوتوی رحمہ اللہ آب حیات میں یہی بات لکھتے ہیں اور حضرت مولانا مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمن صاحب فرماتے ہیں۔ (حیات النبی ﷺ) اس مسئلہ کی پوری تحقیق آب حیات مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس سرہ میں مذکور ہے۔ اس کو دیکھ لیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۳۹۷) اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں۔ "ولان النبیین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین لما کانوا احیاء فلا معنی لتوریث الاحیاء منہم" (الکوکب الدری ج ۱ ص ۴۲۳) اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام چونکہ

زندہ ہیں تو زندوں کی وراثت تقسیم کرنے کا کوئی مقصد ہی نہیں اور حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ (تفسیر مظہری ج ۷ ص ۴۰۸) میں آیت: "ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا" کے تحت یہی بات لکھتے ہیں اور تفسیر کشف الرحمن میں زیر آیت شہداء حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی رحمہ اللہ یہی بات لکھتے ہیں۔

قارئین کرام! مفسرین اہل سنت والجماعت کے حوالے اس سلسلہ میں بہت ہیں۔ اس مقام میں پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

اتمام حجت نیلوی صاحب کا عقیدہ

اور دلیل اس امر کی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے ممتاز ہے۔ یہ ہے کہ انبیاء کی وفات کے بعد ان کی ازواج مطہرات کے ساتھ کسی کو نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا: "ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً" (عقائد علماء دیو بند نور اللہ مرقدہم اور مسئلہ حیات الانبیاء علیہم السلام ص ۷)

پس معلوم ہوا۔ نیلوی خام لوگوں میں سے ہے اور نیلوی کے خام ہونے میں تو شک بھی نہیں ہے۔ جو کبھی کچھ عقیدہ اختیار کرے، کبھی کچھ۔ کبھی کوئی بات کرے کبھی کچھ۔ وہ کس طرح پختہ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح حیات جسمانی کے عقیدہ پر دستخط مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب، حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب اور پیر طریقت حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی نے بھی کر دیئے تھے۔ (دیکھئے تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء ص ۱۹)

فلہٰذا نیلوی صاحب کے نزدیک یہ لوگ بھی خام ہوں گے۔

جھنجھلا کے مجھ کو ذبح تو صیاد نے کیا اب رو رہا ہے منہ کو قفس پر دھرے ہوئے

یاوہ گوئی نمبر ۹: سب سے پہلے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ بلند کرنے والے منافق تھے۔ (معاذ اللہ)

(ندائے حق جز اوّل ص ۴۱۳)

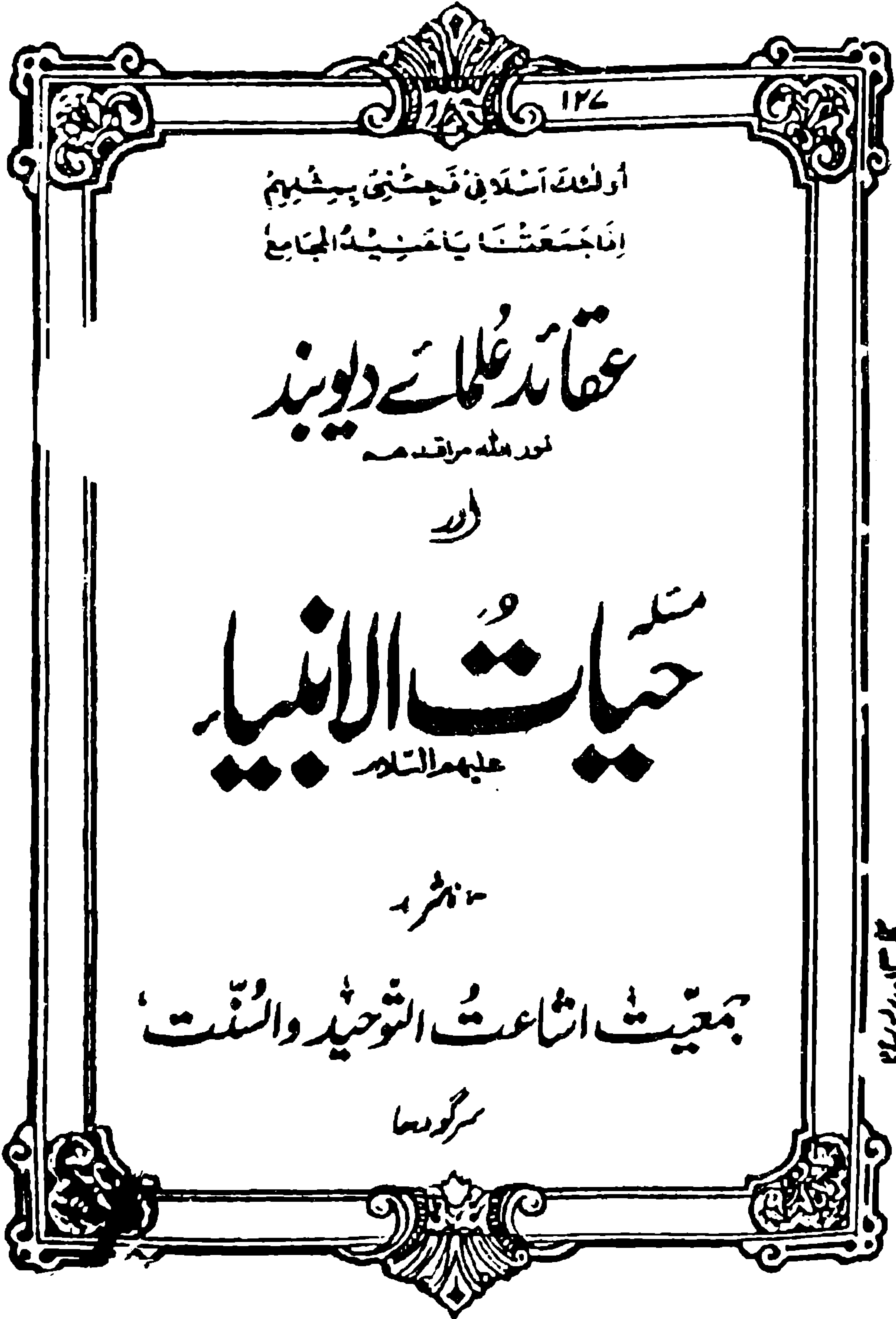
یاوہ گوئی نمبر ۱۰: سماع موتی کا عقیدہ نص قطعی کا انکار ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ مع ہذا جو سماع موتی کا قائل ہے وہ صریح قطعی نصوص "ان تدعوھم لا یسمعوا دعاء کم" اور "وھم عن دعائھم غافلون" کا منکر ہے اور نص قطعی کا علم ہونے کے بعد اس کا انکار کیا حکم رکھتا ہے۔ جب سماع موتی مشیت ایزدی پر موقوف ہوا اور مشیت ایزدی کا تحقق ہمیں معلوم نہیں کہ کب ہوتا ہے اور کب نہیں اور کوئی صحیح غیر مؤول حدیث اس بارے میں ہمیں ملی نہیں ہے۔ لہٰذا سماع کی نفی قطعی ہوئی۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۲۵۵، طبع اوّل ص ۹۵)

نیلوی کہتا ہے: "اب مانحن فیہ" میں نقلی قطعی دلیل اور عقلی قطعی دلیل ہر دو متحد ہیں اس فیصلہ پر کہ مردے نہیں سنتے اور نقلی قطعی دلیل قرآنی آیت ہے: "ان تدعوھم لا یسمعوا دعاء کم" اگر تم ان مرے ہوئے بزرگوں کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۶۵، ۲۰۹)

نیلوی صاحب کی معنوی تحریف

نیلوی صاحب نے جو آیت کے ترجمہ میں (مرے ہوئے بزرگوں) کے الفاظ اپنی طرف سے داخل کر دیئے ہیں، یہ زبردست معنوی تحریف ہے۔ یہودی محرفین بھی شاید ایسی مجرمانہ تحریف کا ارتکاب نہ کرتے۔

۱۲۷



۱۲۷

اُولٰئک آبائی فجئنی بمثلہم
اِذا جمعتنا یا عُبید المجامع

عقائد علمائے دیوبند

نور اللہ مراقدھم

اور

مسئلہ حیات الانبیاء علیہم السلام

ناشر

جمعیت اشاعت التوحید والسنت

سرگودھا

۱۲۸

اسی عبارت کا ترجمہ اپنے رسالہ الہدیۃ المکیہ میں لکھا۔ اور ہمارے شیخ الشیخ مولانا قطب العالم رشید احمد گنگوہی نے بھی فتاوی رشیدیہ میں یہی عبارت نقل فرمائی اور اس پر مہر تصدیق ثبت فرمائی

نیلوی کہتا ہے کہ المہند علی المفند میں جو لفظ دنیاوی کی تحقیق کا ہوا ہے اس کی اگر تاویل نہ کی جائے تو اپنے اکابر کے قول کے بھی مخالف ہے اور قرآن و حدیث کے بھی مخالف ہے بلکہ خود اس رسالہ پر دستخط کرنے والے اکابر کے مسلک کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ نے کفایۃ المفتی میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے اور مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا عزیز الرحمن (ثانی مفتی صاحب) نے روحانی زندگی کی تصریح فرمائی ہے۔

پھر المہند کی عبارت کئی وجوہ سے منظور فیہ ہے چنانچہ ندائے حق میں اس کو کھول کر بتایا گیا ہے۔

دلیل

اور دلیل اس امر کی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے ممتاز ہے یہ ہے کہ انبیاء کی وفات کے بعد ان کی ازواج مطہرات کے ساتھ کسی دوسرے کو نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے کیونکہ اللہ نے قرآن علی حکیم میں فرمایا ہے وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا

بخلاف شہداء کے کہ ان کی شہادت باسعادت کے بعد ان کی بیویاں عدت وفاۃ گزارنے کے بعد اور حاملہ ہونے کی حالت میں وضع حمل کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنے کی مجاز ہیں۔ یعنی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہیں

ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات طبعی کے بعد ان کے ترکہ کا وارث کوئی نہیں ہوتا یہ بتواتر ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نَحْنُ مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورَثُ وَمَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ یعنی صرف ہم انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیت ہے کہ ہمارے مال کا کوئی آدمی وارث نہیں ہوتا بعد ہمارا جو ترکہ ہے وہ صدقہ ہے اور یہ حدیث متواتر ہے جس کے بیان کرنے والے خلفاء اربعہ عبادلہ خمسہ، تو ازواج مطہرات، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، عباس بن عبد المطلب، عبد الرحمن بن عوف، طلحہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن حکم الزہری اور باقی صحابہ کا سکوت اجماع پر مہر ہے

بخلاف شہداء کے کہ ان کی وفاۃ (شہادت باسعادت) کے بعد باقاعدہ دوسرے اموات کی طرح تقسیم

قارئین کرام! قرآن مجید کی اس آیت کے تراجم اٹھا کر پڑھ لیں۔ کسی مترجم نے بھی یہ معنی نہیں کئے جو نیلوی صاحب نے اپنی طرف سے خواہش نفسانی کا اتباع کرتے ہوئے مجرمانہ تحریف وخیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ نیلوی صاحب کے دل سے خدا کا خوف اٹھ چکا ہے ؎

یہ بات تو اب کوئی راز نہیں سب اہل گلستان جان گئے ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستان کیا ہوگا

اس آیت کی تشریح وتوضیح یادہ گوئی نمبر ۱۲ میں آرہی ہے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

یادہ گوئی نمبر ۱۱: نص قطعی کا منکر کافر نہیں۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک وہم کا ازالہ اگر کسی کو وہم ہو کہ نص قطعی سے جب عدم سماع ہو گیا تو اس شخص کو کافر کہنا چاہئے جو سماع کا قائل ہو۔ کیونکہ نص قطعی کا منکر تو کافر ہو جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کفر کا فتویٰ اس لئے نہیں لگاتے کہ عام غیر مخصوص منہ البعض ہم حنفیہ کے نزدیک گو خاص کی طرح قطعی ہے، مگر شافعیہ عام غیر مخصوص منہ البعض کو قطعی نہیں مانتے ہیں، بلکہ کہتے ہیں: ''ان من عام الا وقد خص منه البعض'' ہر عام مخصوص منہ البعض ہوتا ہے اور مخصوص منہ البعض ظنی ہوتا ہے۔ قطعی نہیں ہوتا اس لئے ان کے نزدیک قطعی نہ ہوا۔ پس یہ اختلاف مجتہدین قول بالکفر سے مانع ہے۔ جیسے آج کل قائلین سماع موتی کو کافر اور مشرک کہنے والا فرقہ بھی پیدا ہو گیا ہے اور ہمارے محترم مولانا (صفدر) صاحب نے بھی نیلوی کو اس کا ایک فرد سمجھ رکھا ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۲۵۶)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (البتہ امام شافعی کا اصول اور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کوئی عام قطعی نہیں بلکہ ہر عام میں تخصیص کا احتمال ہے۔ اسی لئے وہ خبر واحد کے ذریعے بھی عام کتاب اللہ کی تخصیص کر لیتے ہیں۔ کیونکہ اس تخصیص سے حکم عام کتاب اللہ میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ کیونکہ خبر واحد سے پہلے جس طرح عام کتاب اللہ ظنی تھا اور اب خبر واحد کے ذریعے تخصیص کرنے سے بھی ظنی کا ظنی ہی رہا۔ اس اصول کے تحت امام شافعی یہاں بھی اس عام کتاب اللہ کو خبر واحد کے ذریعے مخصوص فرما رہے ہیں۔ اسی لئے وہ قریب سے اہل قبور کے سننے کے قائل ہیں اور یہی مسلک ان کے شاگرد امام احمد بن محمد بن حنبل کا ہے۔ جب عام اموات کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوا تو انبیاء علیہم السلام کے بارے میں تو بطریق اولیٰ یہی عقیدہ ہوگا۔ مگر حنفیہ کا اصول اس تخصیص کی اجازت نہیں دیتا۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۰۵، ۲۰۶)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (پھر ضدی مجھے کہتے ہیں میں نے کسی قائل سماع کو کافر تو نہیں کہا)

(ندائے حق ج ۲ ص ۱۱۷)

خلاصہ: (۱) نیلوی صاحب کے نزدیک سماع موتی کے قائل کافر نہیں ہیں۔ (۲) عدم سماع موتی نص قطعی سے ثابت ہے جس کا منکر کافر ہوتا ہے۔ (۳) حنفیہ عام غیر مخصوص منہ البعض کو خاص کی طرح قطعی مانتے ہیں۔ (۴) امام شافعی رحمہ اللہ عام غیر مخصوص منہ البعض کو ظنی مانتے ہیں۔ (۵) نیلوی صاحب کے نزدیک بھی امام شافعی رحمہ اللہ کا اصول قابل عمل ہے اور حنفیہ کو نیلوی صاحب نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نیلوی صاحب پھر بھی پکے حنفی ہیں۔ (ماشاء اللہ) نیلوی کے گویا ہر چیز ماتحت ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ بگاڑ دیں تو ان کے ایمان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ حنفی اصول چھوڑ کر شافعی اصول اختیار کر لیں تو ان کی حنفیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جھوٹ بولیں تو ان کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ خیانت کا ارتکاب کریں تو ان کی دیانت میں کوئی فرق نہیں آتا ایک شخص بہت بڑا جھوٹا اور فاسق فاجر تھا۔ ہم نے اس کو اس جرم سے باز رہنے کی نصیحت کی اس نے جواب دیا کہ میرا ایمان

رتی بھر یا تولہ بھر نہیں بلکہ کئی من ہے۔ اگر جھوٹ بولنے سے یا فسق و فجور کرنے سے کئی رتیاں یا کئی تولے ایمان چلا جائے تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نیلوی صاحب کا ایمان بھی شاید اسی شخص کی طرح ہو۔

آگ لگا کر خوش ہونا ہے کام جمالو بی بی کا

یاوہ گوئی نمبر ۱۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور دوسری آیت جو ہے ''ان تدعوھم لا یسمعوا دعاکم'' (اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے) یہاں تو سماع ہے۔ اسماع نہیں اس کا کیا جواب دو گے۔ کیا وہی بریلویوں والا جواب دو گے کہ یہ آیت بتوں کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ اگر یہی جاہلانہ جواب دو گے تو کوئی تمہیں یہ قاعدہ بھی یاد دلا سکتا ہے کہ العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب (رد منکرات ص ۴۶)

نیلوی صاحب نے اب اس آیت کا ترجمہ تو درست کیا ہے۔ مگر یہاں بھی انہوں نے ایک مجرمانہ حرکت کا ارتکاب ضرور کیا ہے کہ ان مفسرین حضرات کو نیلوی نے جاہل اور بریلوی کہہ دیا ہے جنہوں نے اپنی تفاسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت بتوں کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ ملاحظہ کریں کہ وہ مفسرین حضرات کون ہیں۔

۱...... امیر علی ملیح آبادی لکھتا ہے (اگر تم ان کو پکارو گے تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے)

ف...... کیونکہ تم جس مورت کو بناتے ہو وہ تم سے زیادہ عاجز ہے۔ کیونکہ تم میں اللہ تعالیٰ نے سننے کی روح رکھی ہے اور ان مورتوں میں کچھ بھی نہیں ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن ص ۲۲۰)

۲...... (تفسیر مدارک ج ۴ ص ۱۴۰) میں آیت: ''ومن اضل ممن یدعو من دون اللہ'' کے تحت لکھا ہے کہ اس سے مراد اصنام (بت) ہیں۔ پھر لکھا ہے: ''ونحوہ قولہ تعالیٰ ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم'' اور اسی طرح آیت: ''ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم'' میں بھی ''بت'' مراد ہیں۔

۳...... مفسر مولانا عبدالحق فرماتے ہیں: ''تم ان ''بتوں'' سے کیا عزت ڈھونڈتے ہو۔ اوّل تو ان کو کچھ اختیار ہی نہیں۔ دوم ''ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم'' اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہارا پکارنا نہیں سنتے۔ کس لئے کہ جمادات بے حس و حرکت ہیں۔'' (تفسیر حقانی ج ۰ ص ۱۲۸)

۴...... حافظ ابن کثیر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''لانھا جمادات لا ارواح فیھا'' (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۵۱) اس لئے کہ یہ جمادات ہیں جن میں روح نہیں۔ نیلوی صاحب نے بھی تفسیر ابن کثیر کا حوالہ (ندائے حق ج ۲ ص ۴) میں دیا ہے۔ مگر ترجمہ تحت اللفظ نہیں کیا بلکہ جناب نیلوی صاحب نے خلاصہ بیان کیا ہے تاکہ وہ اس میں اپنے مقصد کی بات گھسیڑ سکیں۔

۵...... (تفسیر روح المعانی ص ۱۲۸) کا حوالہ (ندائے حق جلد ثانی ص ۴) میں موجود ہے۔ مگر ترجمہ نیلوی صاحب نے نہیں کیا بلکہ خلاصہ بیان کیا ہے۔ لیکن (شفاء الصدور طبع اوّل ص ۱۵ میں روح المعانی ص ۱۶۸) بنا کر حوالہ دیا ہے۔ مترجم مولانا محمد امیر بندیالوی نے ترجمہ میں خیانت کی ہے۔ ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ اگر دونہ سے مراد جماد ہوں تو پھر تو ان کا نہ سننا ظاہر ہے اور اگر من دونہ سے مراد ملائکہ، انبیاء، عیسیٰ وغیرہ یا دیگر اولیاء ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ بھی نہیں سنتے۔ کیونکہ ان کا کام غیب سے سننا نہیں یا بوجہ دوری اور مشغولیت تمہاری پکاریں نہیں سنتے اور بالفرض سن بھی لیں تو جواب نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ان کو تکلم اور سننے کی قدرت نہیں دی گئی۔ قارئین اصل ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ کریں (جن کو تم اللہ کے سواء پکارتے ہو وہ تو جماد محض ہیں۔ یہ تفسیر اس بنا پر ہے کہ کلام بتوں کے پجاریوں سے ہے

اور یہ بھی احتمال ہے کہ کلام بتوں کے پجاریوں اور فرشتوں وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پجاریوں اوران کے علاوہ مقربین کے پجاریوں کے ساتھ ہو۔ اس وقت نہ سننا یا اس لئے ہے کہ ان کی شان سننا ہی نہیں۔ جیسے بت یا اس لئے کہ وہ اپنے شغل میں معروف ہیں اور عبادت کرنے والوں سے دور ہیں۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام)

قارئین کرام! اس ترجمہ سے معلوم ہوا کہ اصل تفسیر بتوں کے بارے میں ہے۔ فرشتے وحضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہم مراد لینا احتمال کے درجہ میں ہے۔ اگر یہ مراد لیا بھی جائے تب مراد عدم سماع بوجہ دور ہونے کے ہے۔ کیونکہ وہ علم غیب نہیں رکھتے۔

۶...... نیلوی صاحب نے امام رازی سے بھی اس کی تفسیر نقل کی ہے۔ ترجمہ مولانا محمد امیر بندیالوی کا پیش کیا جاتا ہے۔ (اس آیت میں ابطال ہے اس خیال کا جو کہتے تھے کہ اصنام (بت) کی عبادت سے محض تقرب الی اللہ اور شفقت اور طلب شفاعت اور حاجات کا پیش کرنا مقصود ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ تک رسائی نہیں ہوتی اور نہ وہ نظر آتا ہے۔ تب فرمایا کہ یہ اصنام (بت تمہاری پکاروں کو نہیں سنتے بلکہ اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے۔ پھر علی سبیل التنزیل فرمایا کہ اگر بالفرض وہ سن بھی لیں جیسا کہ تمہارا عقیدہ ہے لیکن ان کے جواب دینے کے تو تم بھی قائل نہیں ہو۔ کیونکہ اس میں ایک مخصوص چیز کی نفی لازم آتی ہے۔ اس میں ان کا نزاع نہیں ہوسکتا۔ ہاں اعدم میں نزاع نزاع فی المعقول ہے جو ہوسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نفی فرمادی کہ نہیں سنتے۔ (شفاء الصدور طبع اوّل مترجم اردو ص ۱۵، بحوالہ تفسیر رازی ص ۳۵)

نیلوی صاحب نے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حوالہ (ندائے حق ج ۲ ص ۵) میں نقل کیا ہے اور اصنام (بت) کا معنیٰ (یہ بے روح کے دھڑ) کیا ہے دھوکہ دینے کے لئے۔

۷...... قاضی شوکانی نے (تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۳۴۳ مطبوعہ مصر) میں ''لکونها جمادات'' (کیونکہ وہ جماد ہیں) سے تفسیر کی ہے اور پھر آگے مجوز سے دوسرے احتمال کا ذکر بھی کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ نیلوی صاحب کے ہاں ان مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بتوں کا جو ذکر کیا ہے تو اس کی وجہ سے یہ سب حضرات جاہل وبریلوی ہیں۔ (معاذ اللہ)

حضرت مولانا حسین علی صاحب کی تفسیر

ملائکہ کو تم پکارتے ہو اے کفار! وہ تو مالک قطمیر کے نہیں۔ اگر پکارو تو وہ سنتے نہیں۔ اگر بالفرض سن بھی لیں۔ طاقت دعا قبول کرنے کی نہیں۔

ویوم القیامة یکفرون بشرککم

یعنی دعاء کم اے پکارنے تمہارے کی (تفسیر بے نظیر طبع اوّل راولپنڈی ص ۴۹) نیز فرماتے ہیں۔ (کفار ملائکہ کو غائبانہ پکارتے ہیں معبود سمجھ کر وہ نہیں سنتے۔ اگر بالفرض محال سن بھی لیں تو بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ غائبانہ سمیع بصیر اللہ کے غیر کو جاننا یہ شرک ہے) (تفسیر بے نظیر ص ۵۱)

نیز فرماتے ہیں جو شخص غائبانہ ندا کرتا ہے۔ کسی چیز کو اس اعتقاد سے کہ وہ حاجات روا کنندہ ہے یا خواہ مخواہ کروا دے گا۔ بایں اعتقاد کہ میرے لئے حق تعالیٰ سے دعا مانگے گا۔ لیکن اس کا یہ اعتقاد ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں۔ ہر وقت سننے جاننے والا ہے۔ یہ ندا شرک ہے اور عبادت ہے۔ ''(الیٰ ان قال) وقال تعالیٰ فی سورۃ فاطر ان تدعوهم لا یسمعوا دعاءکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم ویوم القیامة یکفرون بشرککم'' (بلغۃ الحیران ص ۵۲،۵۱)

شیخ القرآن کی تفسیر

باقی رہے تمہارے خود ساختہ کارساز جن کو تم حاجات اور بلیات میں غائبانہ پکارتے ہو، وہ تو ایک چھلکے کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ (الیٰ ان قال) اور قیامت کے دن تمہارے خود ساختہ معبود جن کو تم دنیا میں پکارتے ہو تمہارے اس شرک (غائبانہ پکار) کا انکار کردیں گے۔ (تفسیر جواہر القرآن ج ۳ ص ۹۷۲)

قارئین کرام! ان دو حضرات کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ غائبانہ پکار، حاجت روا سمجھ کر ان کو پکارا جائے تو وہ نہیں سنتے۔ کیونکہ وہ دور ہیں اور دور کی پکار صرف اللہ تعالیٰ سنتا ہے اور کوئی نہیں سن سکتا۔ لیکن نیلوی صاحب نے اس آیت کے ترجمہ میں مرے ہوئے بزرگ اور مردے کے الفاظ گھسیڑ کر اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کیا ہے۔ کیونکہ مفسرین حضرات کی اکثریت اس آیت کی تفسیر میں اصنام (بت) مراد لیتے ہیں اور بعض مفسرین حضرات دوسرا احتمال یحتمل کے لفظ سے یا یجوز کے لفظ سے) یہ بیان کر دیتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا فرشتے یا جنات ہوں۔ لیکن مفسرین حضرات تیسرا احتمال یہ ہرگز بیان نہیں کرتے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ آیت اہل قبور کے بارے میں نازل ہوئی ہو کہ وہ بھی عند القبور نہیں سنتے۔ ایسی تفسیر کرنے والا کوئی قابل اعتماد مفسر نہ تو نیلوی صاحب کو آج تک ملا ہے اور نہ قیامت تک مل سکے گا۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ علامہ قرطبی نے "لایسمعوا دعاء کم" (مفہوم ص ۵۴۱۸) میں لکھا۔ وہ تمہاری پکار اس لئے نہیں سنتے۔ "لانها جمادات لا تبصر ولا تسمع" وہ بے جان ہیں۔ نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں۔ پھر یہ جو کہا جاتا ہے کہ آیت بتوں کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ اس کا جواب دیا۔

"ثم یجوز ان یرجع هذا الی المعبودین مما یعقل کالملائکة والجن والانبیاء والشیطان ای یجحدون ان ما فعلتموه حقا وانهم امروکم بعبادتهم کما اخبر عن عیسیٰ بقوله مایکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ویجوز ان یندرج فیه الاصنام ایضا ای یحییها الله حتی تخبر انها لیست اهلاً للعبادة" مطلب یہ ہے کہ "الذین تدعون من دونه" سے مراد صرف عقلمند معبود بھی لے سکتے ہیں۔ جیسے فرشتے، جن، نبی، ولی شیاطین۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۵۵)

نیلوی صاحب کا جھوٹ ودھوکہ

نیلوی صاحب نے جو یہ لکھا ہے (پھر یہ جو کہا جاتا ہے کہ آیت بتوں کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ اس کا جواب دیا ہے۔ یہ نیلوی صاحب کا زبردست جھوٹ ہے۔ علامہ قرطبی نے اس کا جواب نہیں دیا بلکہ دوسری تفسیر کا ثم یجوز سے احتمال بیان کیا ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب کے خود اپنے الفاظ کہ (مطلب یہ ہے کہ "ان الذین تدعون من دونه" سے مراد صرف عقلمند معبود بھی لے سکتے ہیں) اس پر صراحتاً دلالت کرتے ہیں۔ مگر اوّل درجہ کی تفسیر واصل تفسیر علامہ قرطبی کے ہاں یہی ہے کہ اس سے مراد بت ہیں۔ نیلوی صاحب نے اپنی زندگی کو جھوٹ بولنے، خیانت کرنے، دھوکہ دینے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی توہین کرنے کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ بے چارے طالب علموں کو ان لوگوں نے اس قدر دھوکہ دیا ہے کہ وہ بے چارے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں ؎

چمن کے رنگ و بو نے اس قدر دھوکہ دیا مجھ کو ۔۔۔ کہ میں نے ذوق گل بوسی میں کانٹوں پر زباں رکھ دی

سوال: سماع عند القبور بھی غیب کی قسم ہے۔ کیونکہ مردہ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ تمہاری پکار غیب سے ہے۔ خواہ قبر کے اوپر کیوں نہ ہو اور غیب سے پکار کا سننا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یہ وصف کسی دوسرے میں نہیں ہے۔ (شفاء الصدور طبع اول ص ۱۶)

الجواب: اگر سماع موتی عند القبور غیب سے ہوتا تو شرک ہوتا۔ حالانکہ سماع موتی کے قائلین پر کسی مفسر و محدث نے آج تک مشرک ہونے کا فتویٰ صادر نہیں کیا۔ نیز اگر سماع موتی شرک ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کی بے شمار حدیثیں اس کے رد میں موجود ہوتیں۔ حالانکہ کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس میں سماع موتی کا انکار ہو۔

نیلوی صاحب کا اقرار

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ باقی رہا ایک خدشہ کہ ان میں (یعنی جو روایات نیلوی صاحب نے عدم سماع موتی کے متعلق پیش کی ہیں) کوئی صریح روایت نہیں جس میں لکھا ہو کہ مردے نہیں سنتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ایک امر بدیہی کے لئے اگر کوئی دلیل بیان نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (شفاء الصدور طبع اول ص ۳۵)

نیلوی صاحب بھی عجیب آدمی ہیں۔ کبھی کچھ لکھ دیتے ہیں، کبھی کچھ۔ اسی (شفاء الصدور طبع اول ص ۱۷) میں لکھتے ہیں۔ ''شرک میں داخل کرنے والا سب سے بڑا گیٹ مسئلہ سماع موتی کا ہے۔ اگر پکارنے والے اور نذر و نیاز دینے والے کو یقین ہو جائے کہ یہ میری پکار کو نہیں سنتا تو پکارے کیوں۔'' نیلوی کی اس بات سے معلوم ہوا کہ لوگ شرک کرتے ہیں۔ مگر نبی اکرم ﷺ شرک سے منع نہ کرتے تھے۔ العیاذ باللہ! ایک حدیث میں بھی نہیں فرمایا کہ مردے نہیں سنتے۔ واہ رے نیلوی واہ تیری تحقیق انیق تجھے خود رسواء کر رہی ہے ؎

ہائے کیسے اس بھری مجلس میں رسوائی ہوئی
کہہ رہی ہے یہ آنکھ حشر میں شرمائی ہوئی

سماع موتی کے قائلین اولیاء اللہ ہیں

اگر سماع موتی شرک ہوتا تو سماع موتی کے قائلین مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا احمد علی لاہوری کو مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی اولیاء اللہ ہرگز نہ کہتے۔ تفصیل کے لئے (دیکھئے ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۶۸ء ص ۳۶)

لائے ہیں بزم یار سے لوگ خبر الگ الگ
کس کا یقین کیجئے کس کا یقین نہ کیجئے

سماع موتی کے قائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے

شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے تفسیر جواہر القرآن میں آیت: ''انک لا تسمع الموتٰی'' کے تحت لکھا ہے کہ سماع موتی کا مسئلہ صدر اول یعنی زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اختلافی چلا آرہا ہے۔ (ملخصاً) تفصیل جواہر القرآن میں موجود ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر سماع موتی شرک ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہرگز قائل نہ ہوتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مشرک کہنے والا رافضی مرتد ہوتا ہے۔ فلہٰذا نیلوی صاحب خود ہی بتائیں وہ کون ہیں ؎

نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں
نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیں یوں کرتے

اگرچہ یہ آیت بتوں کے بارے میں وارد ہوئی ہے یا ملائکہ وعیسٰی علیہ السلام کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ لیکن حکم عام ہوتا ہے۔شان نزول پر بند نہیں ہوتا۔ فلہٰذا مردے بھی اس میں شامل ہیں کہ مردے نہیں سنتے۔

الجواب: بے شک حکم شان نزول پر پابند نہیں ہوتا بلکہ عام ہوتا ہے۔لیکن جو حکم شان نزول کے وقت ہوتا ہے۔ اس کا لحاظ عام میں بھی کیا جاتا ہے۔یعنی جس طرح مشرک بتوں کو غائبانہ طور پر حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارتے تھے کہ وہ غیب دان ہیں۔ ہماری حاجت روائی کرتے ہیں یہ شرک ہے۔اب بھی کوئی آدمی اگر مردوں یا زندوں کو غائبانہ طور پر حاجت میں پکارے تو مشرک ہے۔ یہ مسئلہ الگ ہے۔اس میں کسی مسلم موحد کا اختلاف نہیں ہوسکتا۔لیکن ما نحن فیہ میں عندالقبور جو مردوں پر سلام کیا جاتا ہے۔وہ سن لیتے ہیں یا مردہ کو بعد دفن کے تلقین کی جاتی ہے اور وہ سن لیتا ہے۔ یہ شرک نہیں ہے۔اس کو شرک کہنے والا خود مشرک ہے۔ کیونکہ جو آدمی کسی آدمی پر مشرک ہونے کا فتویٰ صادر کرتا ہے اگر وہ اس کا مستحق نہیں ہوتا تو وہ فتویٰ لوٹ کر اس مفتی کے گلے میں پڑ جاتا ہے۔(مضمون حدیث) فلہٰذا مفتی کو سوچ کر فتویٰ دینا چاہئے۔

تلقین ۔ سے نہ روکا جائے (مفتی محمد کفایت اللہ صاحب)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ جواب از فقیہ النفس الاستاذ المکرم المفتی الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً وافرۃً سابغۃً تلقین بعد الدفن حنیفہ کے نزدیک معمول ومتوارث نہیں ہے اور حنیفہ کے اصول کے ساتھ یہی اوفق ہے۔لیکن چونکہ کوئی دلیل حرمت یا کراہت نہیں ہے۔اس لئے متاخرین حنیفہ نے منع نہیں کیا اور یہی مسلک کہ عمل نہ کیا جائے اور کرنے والے کو ملامت نہ کی جائے۔راجح ہے۔ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۶۷)

نیز لکھتے ہیں۔حنیفہ تو تلقین کے قائل نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں۔ جو لوگ سماع موتی کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے۔اگر کوئی کرے تو اسے روکنا بھی نہیں چاہئے۔معتزلہ کے نزدیک چونکہ مردوں کا قبروں میں زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے۔اس لئے وہ بھی تلقین کے قائل نہیں۔ حنیفہ باوجود عدم سماع اموات کے قائل ہونے کے تلقین کے فائدے کے قائل ہیں۔خواہ مردہ سنے یا نہ سنے۔یعنی اسے ذکر کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۶۲، بحوالہ ندائے حق ج ۲ ص ۲۲۶)

نیز دیکھئے (ص ۴۷) بتایئے نیلوی صاحب اگر سماع موتی شرک ہے تو تلقین کرنے سے خاص کر جب عوام کے سامنے کی جائے شرک پھیلے گا یا نہ جب کہ جناب کے استاذ محترم مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ تلقین سے نہ روکنا چاہئے۔ بتایئے استاذ مشرک ہے یا شاگرد مشرک ہے۔

کاش کہ آپ جیسا آدمی پیدا نہ ہوتا کہ یہ فتنہ ہی ختم ہو جاتا۔ پھر نیلوی صاحب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ سلام (یعنی جو مردوں پر کیا جاتا ہے) یہ مردوں کو سنا دیتا ہو۔ باقی اور کلام مردے نہیں سنتے۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی کفایت المفتی ج ۴ ص ۱۸۲، ندائے حق جز ثانی ص ۱۲۷) نیز مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نے (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات روح مع الجسد اور صلوٰۃ وسلام کا سماع عندالقبر صراحت کے ساتھ لکھ دیا ہے۔

قارئین کرام! وہاں دیکھ لیں تا کہ کوئی دغاباز، مکار، دشمن اسلام مفتی صاحب کے مسلک کے بارے دھوکہ نہ دے سکے۔

علامہ شامی پر نیلوی صاحب کا غصہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور بڑا تعجب تو سید ابن عابدین شامی پر ہے کہ اذان علی القبر کی بدعت ہونے پر تو زور شور سے فتوے دیتے ہیں۔ مگر سمجھ نہیں آئی کہ تلقین بدگی کے بارے کیوں نرمی برتی کہ نہ حکم دیا جائے اور نہ روکا جائے۔ حالانکہ جو حال اذان کا ہے وہی حال تلقین کا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب؟ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۴۲)

بتائیے نیلوی صاحب کہ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نے بدعت پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے یا نہ ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں		لو خود صیاد اپنے دام میں آ گیا

نیز نیلوی صاحب آپ فرماتے ہیں۔ "میرا مسلک وہی ہے جو میرے استاذ مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ کا ہے۔"
(ندائے حق جز ثانی ص ۱۲۶)

کیا نیلوی صاحب آپ کا مسلک یہی ہے کہ تلقین کرنے سے نہ روکا جائے۔ جیسا کہ مفتی صاحب فرماتے ہیں۔ کیا آپ کا یہی مسلک ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا روح مبارک جسد اطہر سے الگ نہیں اور آپ ﷺ صلوٰۃ وسلام کا سماع عند القبر کرتے ہیں۔ جیسا کہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب (کفایت المفتی ج ۱ ص ۱۶۰) میں صراحت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔ امید یہ کہ جناب نیلوی صاحب آپ ہاں میں جواب دیں گے۔ اگر ہاں میں جواب دینے کی عادت نہیں تو دو دفعہ نہیں نہیں کہہ دو۔

دو نفی کے ملنے سے مثبت میں ہوتا ہے جواب		تو بھی خدا کے واسطے کہہ دے نہیں نہیں

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فیصلہ

۱...... ادراک وشعور موتی کا احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے۔ (فتاویٰ عزیز مترجم اردو ج ۱ ص ۱۴۳)

۲...... حاصل کلام اگر ان کا ادراک وشعور اموات کا کفر نہ ہو تو اس کے الحاد ہونے میں کچھ شبہ بھی نہیں۔
(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۴۳)

۳...... بعد موت کے ادراک وشعور بڑھ جاتا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۴۴)

۴...... سوال: انبیاء، اولیاء، صلحاء سے بعد وفات کے اسطور سے استمداد درست ہے یا نہیں کہ اے فلاں بزرگ حق تعالیٰ سے میری حاجت روائی کے لئے آپ عرض کریں اور میری سفارش کریں اور میرے لئے دعاء کریں۔

جواب: (الی ان قال) اگر استمداد اس طریقہ سے کیا جائے گا۔ جو سوال میں مذکور ہے تو ظاہراً جائز ہے۔ اس واسطے کہ اس صورت میں شرک لازم نہیں آتا۔ (فتاویٰ عزیزی مترجم اردو ج ۱ ص ۱۵۰ سعید ایچ ایم کمپنی کراچی)

۵...... اور عوام الناس ایسا ہی اولیاء اللہ سے یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارا فلاں مطلب حاصل ہو جائے۔ اس طور سے مدد چاہنا شرعاً زندہ اور مردہ سب سے جائز ہے۔
(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۵۴)

نیلوی صاحب صاف لفظوں میں شاہ صاحب پر فتویٰ لگائیے ؎

مغرور نہ ہو فصل خزاں آ کے چمن میں		ایسے بھی ہیں کچھ پھول کہ مرجھا نہیں سکتے

اتمام حجت

نیلوی صاحب نے بہت سے ائمہ کرام سے نقل کیا ہے کہ وہ سماع موتی کے قائل تھے۔ مثلاً امام شافعی وامام احمد (ندائے حق ج ۲ ص ۲۰۶) مالکیہ، شوافع، حنابلہ سماع موتی کے قائل تھے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۸۴) امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، علامہ ابن الہادی، حافظ ابن حجر، امام سیوطی، امام نووی، قاضی عیاض، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاری، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ سب سماع موتی کے قائل ہیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۸۵)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ محمد بن عبدالرحمن نے روایت کی جب بشیر بن براء بن معرور کا انتقال ہوا تو ان کی ماں ام البشر کو سخت فراق کا غم ہوا۔ پھر حضرت سرور عالم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے کنبہ (بنی سلمہ) میں سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی مرتا رہتا ہے تو کیا مردے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں تا کہ میں بشر کو سلام کہلا بھیجوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مردے بے شک ایک دوسرے کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے درختوں پر چڑیاں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔ پھر جب بنی سلمہ میں سے کوئی مرتا تو ام بشر اس کے پاس آکر بعد سلام کے کہتی تھیں کہ تو میرے بیٹے بشر کو میرا اسلام کہہ دیجئو۔ (رواہ ابن ابی الدنیا ندائے حق جز اول ص ۷۵)

نیلوی صاحب نے جو یہ حدیث پیش کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ جو مرنے والوں کو اپنا سلام و پیغام اپنے مردہ رشتہ داروں کی طرف بھیجتے ہیں۔ یہ عین حدیث کے مطابق ہے۔ مردے ایک دوسرے کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے درختوں پر چڑیاں ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔ یعنی جیسے چڑیاں ایک دوسرے کو آمنے سامنے دیکھتی ہیں۔ اسی طرح مردے باوجود اپنی اپنی قبروں میں ہوتے ہیں۔ تب بھی وہ ایک دوسرے کو دیکھ لیتے ہیں یا یہ کہ مردے چل کر ایک دوسرے کی قبروں میں جا کر سلام وکلام کرتے ہیں۔ نیلوی صاحب ذرا یہ بھی بتادیں تو نوازش ہوگی کہ مردے وہاں شادی بیاہ بھی کرتے ہیں یا نہ۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ثابت البنانی رحمہ اللہ حضرت انس و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے عزیز واقارب جو پہلے مر چکے ہیں۔ اس کو گھیر لیتے ہیں اور دونوں مل کر خوش ہوتے ہیں۔ جس طرح سفر سے گھر آنے والے مسافر سے خوشی ہوتی ہے۔ (ابن ابی الدنیا) (ندائے حق جز اول ص ۷۶)

زیارت کرنے والا مردے کے پاؤں کی جانب سے آئے۔ تاکہ مردہ کو پہچاننے میں آسانی ہو۔ سر کی جانب سے زیارت کرنے والا نہ آئے۔ کیونکہ مردہ کو نگاہ اٹھانے میں دقت وتھکان لاحق ہوگی۔ (خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ ندائے حق ج ۲ ص ۳۸۰)

اسی طرح ملا علی القاری، علامہ شامی سے نیلوی صاحب نے نقل کیا ہے۔ (دیکھئے شفاء الصدور طبع اول ص ۹۶)

نیلوی صاحب بتایئے اب بھی سماع موتی کے مسئلہ کو شرک میں داخل کرنے والا سب سے بڑا گیٹ کہو گے یا نہ اور سماع موتی کے قائلین کو مشرک کہو گے یا نہ۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جس کو آپ شیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۳۸) ان کو مشرک کہو گے یا نہ۔ نیز نیلوی صاحب آپ کا مشترکہ فیصلہ کہ جو سماع موتی کا قائل ہے، اس کا ہماری جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اکتوبر ۱۹۸۴ء ص ۱۷)

فلہٰذا رئیس الموحدین شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ کا تمہاری جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ سماع موتی کا قائل نیلوی صاحب کے نزدیک شیخ الاسلام ہوتا ہے۔ ایسا کام نیلوی صاحب ہی کر سکتا ہے۔

لاؤں وہ جو اگلوں سے ممکن نہ تھا

یاوہ گوئی نمبر ۱۳: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔''فمن نسب القول بسمع الاموات ومعرفتھم وابصارھم الیٰ مذھب اھل السنة والجماعة فلیس فی شی من الحق بل افتری علیھم کذبا وبھتانا وافکا عظیماً'' (شفاء الصدور طبع اوّل ص ۱۰۹)

جو سماع اموات کی نسبت اہل سنت والجماعت کی طرف کرتے ہیں یا وہ جاہل ہیں ورنہ تو اس افتراء عظیم کے مرتکب ضرور ہیں۔

محترم نیلوی صاحب دوسروں کی تو بات ہی چھوڑ دو۔ اپنا حال سناؤ جناب کون ہیں مفتری ہیں یا جاہل ہیں۔ کیونکہ جناب نے سماع موتیٰ کی نسبت امام شافعی، امام احمد اور شوافع، حنابلہ، مالکیہ وامام ابن تیمیہ وابن قیم وابن عبدالہادی وملا علی القاری وغیرہم کی طرف کی ہے۔ کیا یہ حضرات آپ کے ہاں اہل سنت والجماعۃ ہیں یا نہ اگر ہیں تو ان کی طرف سماع موتیٰ کی نسبت کر کے آپ جاہل بنے ہیں یا مفتری فیصلہ جناب ہی کر دیں۔ کیونکہ ؎

آپ خود ہی ذرہ اپنے جور و جفا کو دیکھیں ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

یاوہ گوئی نمبر ۱۴: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ خصوصاً اپنے نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کو تو قبر مبارک سے نکال لیتے تاکہ لوگ بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہو کر صحابیۃ کا درجہ حاصل کر لیتے۔ (ندائے حق طبع اوّل ص ۶۵)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

(نوٹ) ندائے حق طبع اوّل میں یہ لفظ لکھے گئے تھے۔ ''قبر مبارک سے نکال لیتے'' لوگوں نے اودھم مچا دیا کہ نیلوی صاحب نے توہین کر دی حضرت ﷺ کی کہ حضرت ﷺ کو قبر سے نکالنے کا منصوبہ یہود نے بنایا تھا۔ لہٰذا نیلوی ''یہودی بنے۔'' نیلوی کہتا ہے کہ آپ کے جسد اطہر کو قبر اطہر سے نکالنے کا نامبارک منصوبہ آنحضرت ﷺ کی توہین کی بناء پر تھا۔ اس لئے مذموم تھا لیکن یہاں حصول فیض کے لئے ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۴۶۸)

محترم نیلوی صاحب اگر یہ الفاظ توہین کے نہیں تھے تو آپ نے عبارت میں تبدیلی کیوں کر دی ہے۔ چنانچہ (ندائے حق جز اوّل ص ۴۶۷) میں اب الفاظ یوں ہیں: ''خصوصاً اپنے نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کو تو قبر مبارک سے باہر بلا لیتے۔''

محترم نیلوی صاحب یہ تو آپ نے مودودی صاحب والا کام کیا ہے۔ جب اس ناعاقبت اندیش نے حضرت یونس ؑ کی توہین میں چند الفاظ لکھ دیئے تھے۔ (دیکھئے تفہیم القرآن جلد دوم سورۃ یونس طبع اوّل)

جب مسلمانوں نے اعتراض کیا تو مودودی صاحب نے وہ الفاظ کاٹ دیئے اور ساتھ ہی ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا کہ میرے الفاظ درست تھے۔ نیلوی صاحب اور مودودی صاحب کا ذہن ایک جیسا ہے۔ مودودی صاحب راہنما ہیں۔ نیلوی صاحب ان کے پیروکار ہیں ؎

کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

نیلوی صاحب نے جو یہ الفاظ ''باہر بلا لیتے'' اب لکھے ہیں، یہ بھی بے ادبی سے خالی نہیں۔ کیونکہ باہر بلانے سے بھی سورہ حجرات میں منع آئی ہے۔ گستاخ انسان کو بغیر گستاخی کے الفاظ کے کوئی صحیح لفظ نظر ہی نہیں آتے۔ ان بے چاروں کی آنکھیں ہی بند ہوتی ہیں۔

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے بھلا اس میں کیا قصور ہے آفتاب کا

بے ادبی کا اقرار

نیلوی صاحب نے حضرت استاذ مکرم صفدر صاحب دامت برکاتہم کی کتاب (تسکین الصدور طبع اوّل ص ۱۸) کی عبارت پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''نیز یہ جو فرمایا'' اگر کوئی دوسرا شخص اس زندگی کو دیکھنا چاہے۔ ذرا یہ سمجھائیں وہ دیکھے گا کیسے قبر اطہر سے مٹی ہٹا کر یا بغیر مٹی ہٹانے کے۔ اگر مٹی ہٹا کر دیکھے گا تو توہین نہ ہوگی۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۴۸۶)

نیلوی صاحب پہلے تو (ندائے حق جز اوّل ص ۴۶۸) میں لکھ آئے ہیں کہ حصول فیض کے لئے آنحضرت ﷺ کو قبر مبارک سے نکالنا توہین نہیں ہے اور اب یہاں لکھ دیا ہے کہ توہین ہے۔ معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب دبی زبان میں اپنے آپ کو گستاخ مانتا ہے۔

حضرت صفدر صاحب دامت مجدہم کی عبارت کی وضاحت

نیلوی صاحب آپ نے خوامخواہ حضرت استاذ مکرم دامت برکاتہم کی عبارت پر اعتراض کرنا شروع کر دیا ہے۔ آپ کو یہ احتمالات نکالنے کی کیا ضرورت تھی۔ حضرت استاذ مکرم نے آگے ص ۱۴۰ پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ پس اگر فرض کیا جائے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ پس اگر فرض کیا جائے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی قبر کھل گئی ہے تو لوگ ان کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح کہ عام مردوں کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی۔ فضول باتیں کرنا نیلوی صاحب کا محبوب مشغلہ ہے۔

میت کو قبر سے نکالنا فیض حاصل کرنے کے لئے بھی جائز نہیں

قارئین کرام! ضلع ڈیرہ اسماعیل خان بمقام صدرا کے ایک پیرزادے نے اپنے بزرگ کو جو پشاور میں مدفون تھے، وہاں سے نکال کر فیض حاصل کرنے کے لئے صدرا لائے تو لوگوں میں ایک نیا فتنہ کھڑا ہو گیا اور مناظرہ تک نوبت پہنچ گئی۔ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے مولویوں کے ساتھ نیلوی صاحب بھی وہاں پہنچ گئے۔ علماء دیوبند کے ساتھ تعلق رکھنے والے مقامی علماء کرام نے اس مناظرہ پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ بریلوی علماء مقام مناظرہ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ بحمد اللہ! یہ فتنہ فرو ہوا۔ نیلوی صاحب نے واپس آ کر اپنے ماہنامہ میں سارا مضمون ہی اس کے خلاف لکھا اور حوالہ جات سے ثابت کیا کہ مردہ کو قبر سے نکالنا جائز نہیں۔ دیکھئے ماہنامہ جشن بہار سرگودھا

(گلستان اہل سنت نمبر ۹ ش ۱، ۲، فروری ۱۹۷۹ء/ ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ)

اس ماہنامہ کا پہلا صفحہ قارئین کرام کی خدمت میں عکس کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ جب کسی بزرگ کو فیض حاصل کرنے کے لئے قبر سے نکالنا منع ہے تو نیلوی صاحب کا (یہ کہنا کہ نبی اکرم ﷺ کو فیض حاصل کرنے کے لئے نکالنا جائز ہے) سخت قسم کی بے ادبی و گستاخی ہے۔ اس قسم کا گستاخ شفاعت نبوی ﷺ سے محروم ہوگا اور زیارت نبی اکرم ﷺ اس کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔

قیامت تک نہ اٹھ سکے گا خدا کی قسم — جس کو تو نے نظروں سے گرا کے چھوڑ دیا

۱۴۶

ماہنامہ بشن بہار سرگودھا
مدیر: علام فرید اعوان رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۹۹۰

مدیر سید حسین واسطی

خاص شمارہ

گلستان اہل سنت نمبر

جلد ۹ فروری [illegible] ربیع الاول [illegible] شمارہ ۲

از حضرت علامہ حسین مدظلہ

اولیائے کرام رحمہم اللہ اور مزارات مقدسہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالیٰ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَمُتَّبِعِیْہِ تَتَوَالیٰ

اَمَّا بَعْد: دوسرے ممالک کا تو ہمیں علم نہیں ہے۔ البتہ ہمارے ملک میں بعض ایسے عناصر ہیں جن کا یہ رویہ ہے کہ اپنے دنیوی مفاد کی خاطر کسی بزرگ نیک ولی کی قبر کو اکھیڑ کر اس کے جسم کو نکال کر دور دراز مقام پر جہاں اپنی گدی ہے لے جا کر دفن کر دیتے ہیں۔ اور جب کوئی عاشق مطالبہ کرتا ہے کہ خدارا مجھ پر کرم فرمائیں۔ اور ولی اللہ کے چہرہ مبارک کی زیارت کرائیں۔ تاکہ ہمیں بھی سعادت نصیب ہو۔ تو سختی سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منہ دیکھنا ناممکن ہے۔ اگر منہ دیکھ لیا گیا تو یہ خرابیاں ہوں گی۔ زیارت کر کے کیا کرو گے ہم نے آپ کی خاطر کس قدر سہولت کر دی ہے کہ آپ کو اس ولی کے پاس دور دراز کا سفر طے کر کے پہنچنا پڑتا تھا اب جو مانگنا ہو ہمیں وقتاً فوقتاً حضرت پیر صاحب سے مانگ لیا کریں۔ آپ کی حاجت دربار حضرت پیر صاحب پوری کر دیا کریں گے۔ جو نذرانہ حضرت پیر صاحب کو پیش کرنا ہو ہمیں پیش کر دیا کرو۔ جو چڑھاوا چڑھانا ہو ہمیں چڑھایا کرو۔ یہ کام الا ماشاء اللہ بیشتر کئی مقامات پہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ اور ایک واقعہ اسی قسم کا تازہ بتازہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوا ہے کہ ایک نوجوان نے ضلع پشاور میں اپنے جد امجد ایک بزرگ کی قبر تقریباً چھ سال کے بعد اکھیڑ ڈالی۔ پھر کسی لکڑی کے تابوت میں رکھ کر صحرا (ڈیرہ اسمٰعیل خان سے تقریباً پچیس میل شمال مغرب کو) میں لا کر دفن کر دیا۔

ایک عالم دین نے (اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل واولاد دین ودنیا میں برکات کثیرہ عطا فرمائے) اس کی اس نازیبا اور غیر شرعی اور قبیح حرکت پر متنبہ فرمایا۔ مگر وہ نوجوان بجائے اس کے کہ اپنی غلط کام پہ نادم ہوتا (الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے) اس عالم دین پر کیچڑ اچھالنے لگا اور کفر کی مشین گن کا دہانہ کھول کر اس عالم دین اور اس کے ہم مسلک تمام علمائے حق کی طرف منہ کر کے فیر شروع کر دئیے۔ اور ایک طوفان برپا کر دیا۔ اور اپنے تمام مریدوں کو مقابلے کے لئے بلایا اور رن خوب کا چکا کر دیا

یا وہ گوئی نمبر ۱۵: نیلوی صاحب رسول اللہ ﷺ کے متعلق لکھتے ہیں۔ خواہ آپ کتنے ہی پردوں میں پڑے ہیں۔ (ندائے حق طبع اوّل ص ۲۸۳)

پڑے ہیں یہ بے ادبی کا لفظ ہے۔ ادب کا تقاضا تھا کہ الفاظ یوں ہوتے۔ (آپ خواہ کتنے ہی پردوں میں آرام فرما ہیں یا تشریف فرما ہیں) مگر نیلوی صاحب جیسے لوگوں سے ادب کے الفاظ منہ سے نکالنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

بے ادب محروم ماند از فضل رب

یا وہ گوئی نمبر ۱۶: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روح اور بدن عنصری میں میں ایک تعلق اور کنکشن ہے۔ سو یہ بھی غلط ہے اس کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں ملتا۔ محض قیاسی بات ہے۔ یہی تحقیق بعینہٖ نبی کریم ﷺ کے متعلق بھی ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۴۴)

نیلوی صاحب نے عام مردوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کو ملا دیا ہے اور برابر کر دیا ہے۔ (معاذ اللہ)

تعلق کا منکر کافر ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (فائدہ) جب اپنی قوم یا اقارب وغیرہ کے ساتھ روحانی تعلق قرآن پاک سے ثابت ہے تو اپنے جسد عنصری کے ساتھ روح کا تعلق یقیناً ثابت ہے جو اسی قرآنی آیت سے بطریق دلالت النص ثابت ہے اور جو بات دلالۃ النص کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت ہو جائے وہ اسی طرح قطعی اور یقینی ہوتی ہے جس طرح عبارت النص کے ساتھ قرآن کریم سے ہونے والی بات قطعی اور یقینی ہوتی ہے اور یہ تعلق ثابت ہے۔ اس تعلق کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ اس تعلق کے انکار سے قرآن کریم کی آیت سے انکار لازم آتا ہے اور ایک آیت بلکہ ایک کلمہ قرآنیہ کا انکار کفر ہے، جس طرح سارے قرآن کریم کا انکار کفر ہے۔ مگر اس تعلق کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اس تعلق کی وجہ سے روح جسد کی طرف واپس آ کر اس میں کان، آنکھ، دل اور عقل اور زبان اپنے اپنے فرائض پر پھر اسی طرح تعینات ہو جائیں۔ جس طرح دنیوی زندگی میں ان فرائض کی ادائیگی ہوتی ہے۔ یعنی کان اہل دنیا کا کلام سننے لگ جائیں۔ آنکھیں اہل دنیا میں سے قبر پر کھڑا ہونے والوں کو دیکھنے لگیں اور زبان اہل دنیا میں سے قبر کے پاس آنے والوں کے کلام سلام کا جواب دینے لگ جائیں اور دل وعقل اہل دنیا میں سے قبر پر آنے جانے والوں کو جان پہچان کرنے لگ جائے۔ ایسا تعلق قرآن پاک کی کسی آیت سے ثابت نہیں۔ (ندائے حق ج ا اوّل ص ۶۳ تا ۶۴)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے قرآن مجید سے روح کا تعلق جسد عنصری سے ثابت کیا ہے اور اس کے انکار کو کفر قرار دیا ہے۔ البتہ نیلوی صاحب خاص قسم کے تعلق کا انکار بھی کرتے ہیں اور یہ ان کے تلون مزاجی کی بدترین مثال ہے۔

جسم سنتا ہے روح نہیں سنتا

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ صحیح احادیث اس بات کو صاف اور صریح طور پر بیان کرتی ہیں کہ جسم کے لئے سماعت ہے نہ روح کے لئے مثلاً وہ روایت جو صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ''قال رسول اللہ ﷺ ان العبد اذا وضع فی قبرہ وتولی منہ اصحابہ انہ لیسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فیقعد انہ وفی روایۃ ویجلسانہ'' یعنی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کو جب اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کو دفن کرنے والے

ساتھی دفن کر کے واپس چلے جاتے ہیں تو وہ دفن کیا ہوا بندہ میت ان واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز ابھی سن ہی رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے اٹھا بٹھاتے ہیں۔ اس حدیث صحیح کی ظاہر عبارت یہ بتاتی ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد نکیرین کے اس کے پاس آنے اور اٹھا بٹھانے سے پہلے وہ میت واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے تو یہ صرف جسم ہی تو ہے، جس میں روح نہیں ہے اور اس جسم بے روح کے لئے سماعت ثابت ہوگئی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اس العبد سے مراد جسد بلا روح ہے جسے قبر میں رکھا جا رہا ہے۔

پھر وتولی عنہ میں ضمیر مجرور اور اصابہ میں مضاف الیہ ضمیر ان ہر دو ضمیروں کا مرجع وہی العبد ہے جو جسد بے روح سے عبارت ہے۔ پھر انہ کی ضمیر بھی العبد کی طرف راجع ہے۔ "لیسمع" کی ضمیر بھی اسی کی طرف راجع ہے۔ پھر "اتاہ" میں ضمیر منصوب متصل کا مرجع بھی العبد ہے۔ پھر فیقعدانہ میں بھی ضمیر منصوب متصل کا مرجع بھی العبد ہی ہے جو عبارت ہے، جسد بے روح سے اور قلیب بدر والی حدیث بھی اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ صرف جسموں نے سنا تھا، جن میں روح نہ تھی۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۷۸، ۳۷۹)

پھر نیلوی صاحب نے آگے چل کر لکھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں گلتے سڑتے نہیں ہیں۔ ان کے جسم مبارک کا کھانا زمین پر حرام کر دیا گیا ہے اور گلنے سڑنے سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ پس اس حدیث سے پہلے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو زندہ لوگوں کے کلام سننے کے لئے جسد خاکی کا سالم ہونا ضروری ہوا اور دوسری بات اس حدیث سے یہ ثابت ہوئی کہ جب جسد نہ رہے تو سماعت بھی نہیں رہتی۔ خلاصۃ الفتاوی وغیرہ بعض فقہی کتابوں میں ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی طرف سے جائے۔ کیونکہ یہ صورت میت کے لئے آسان ہے۔ سرہانے کی طرف نہ جائے۔ کیونکہ اس میں میت کو اپنی نگاہ پھیرنے میں اور سرہانے کی طرف متوجہ ہونے میں دقت اور مشقت اور تکان ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ جب فقط روح سنتی ہے اور جسد خاکی نہیں سنتا تو پھر سرہانے کی طرف سے آنے کا امتیاز کیسا۔ ناچار یہ سب ناچار یہ سب کچھ جسم کے خواص ہیں۔ پس اس فقہی روایت کا مضمون بھی جسد کو سماعت کے لئے مخصوص ثابت کرتا ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۸۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے تین صحیح حدیثیں جسد کے سماع کے لئے بیان کی ہیں جو بقول نیلوی صاحب صریح بھی ہیں اور ایک فقہاء کرام کا فتویٰ خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ سے نقل کیا ہے جو جسد کے سماع میں صریح ہے اور بقول نیلوی صاحب جسد کو سماعت کے لئے مخصوص ثابت کرتا ہے۔ لیکن نیلوی صاحب نے ان صریح اور صحیح حدیثوں کے مضمون کو رد کر کے تاویلیں شروع کر دیں اور فقہاء کرام کے فتویٰ کو بھی رد کر دیا ہے جو کہ بالکل صریح ہے۔ اب نیلوی صاحب کے شبہات کو ذکر کر کے ان کا جواب دیا جاتا ہے۔

سوال: نیلوی صاحب خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ کے حوالہ کا جواب یوں دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ کہ زیارت کے لئے سرہانے کی طرف سے جانا میت کے لئے اتعب ہے کہ میت کو نگاہ کرتے وقت دقت ہوتی ہے۔ گردن پھیرنی پڑتی ہے۔ نہ قرآن پاک کی آیت سے ثابت ہے اور نہ کسی حدیث سے ثابت ہے اور نہ امام اعظم سے نہ صاحبین سے یا جمہور فقہائے حنفیہ سے۔ (رحمہم اللہ) وہ محض ایک خیال ہے بعض علماء کا جو دین میں کسی طرح حجت نہیں ہو سکتا۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۸۰، ۳۸۱)

الجواب: جناب نیلوی صاحب خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ کے حوالہ سے جو جناب نے فقہاء کرام کا فتویٰ نقل کیا ہے یہ فتویٰ علامہ شامی نے بھی ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۶۶۵ مطلب فی زیارۃ القبور مطبوعہ کوئٹہ)

اور ملا علی قاری نے شرح اللباب میں آداب زیارۃ میں اس مسئلہ وفتویٰ کو ذکر کیا ہے۔ (شفاء الصدور مترجم اردو ص ۹۶)

حافظ ابن الہمام بھی فقہاء احناف سے اس مسئلہ کا بیان کرتے ہیں۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵ المکتبہ الرشیدیہ کوئٹہ)

اور سید احمد طحطاوی حنفی (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۴۰) میں حافظ ابن القیم سے نقل کرتے ہیں کہ احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کرنے والا جب بھی آئے تو قبر والا میت اس شخص کو جانتا ہے اور اس کا سلام بھی سنتا ہے اور اس سے مانوس بھی ہوتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور یہ عام ہے۔ شہداء وغیر شہداء سب کو شامل ہے اور اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ مزید حوالے کسی اور مقام میں ذکر کر دیئے جائیں گے۔ محترم نیلوی صاحب کیا یہ سب فقہاء احناف اس قابل ہیں کہ ان کے اقوال وفتاویٰ کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔ حالانکہ فقہاء احناف کی بات کو ٹھکرانا آپ کے نزدیک بھی زبردست گستاخی ہے۔

فقہاء احناف کی بات کو ٹھکرانا زبردست گستاخی ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ مندرجہ بالا اجلہ فقہائے حنفیہ شکر اللہ سعیہم نے جو جواب دیئے ہیں وہ کسی طرح بے دلیل نہیں ہو سکتے۔ ایسی ہستیوں کے بارے یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ایسا تصور کرنا ان پر بے اعتمادی کا ثبوت ہے اور ایک غیر معمولی گستاخی ہے اور بغیر دلیل کے ان کی بات کو پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا دینا ہے۔ حفظنا اللہ منہ! (ندائے حق ج ۲ ص ۱۵۶)

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

سوال: حدیث ''انہ لیسمع قرع نعالہم'' کے متعلق نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور جوتیوں کی آواز سننا جو ہے اس سے نکرین کا جلدی آنا۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۸۱، جز اول ص ۱۹۵)

جواب: ملا علی قاری نے اس توجیہ کی خوب تردید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ میت کفن دینے والے اور چارپائی اٹھانے والے اور جنازہ پڑھنے والے اور دفن کرنے والے سب کو جانتا اور پہچانتا ہے۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اور ابن الملک فرماتے ہیں کہ مردہ جوتوں کی دب دب کی آواز حقیقتاً سنتا ہے۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۱۹۶)

جواب ۲: نیلوی صاحب آپ نے خود اس حدیث کی تشریح میں تسلیم کیا ہے کہ العبد سے مراد جسد بے روح ہے اور اس کو قبر میں اٹھانا اس سے منکر نکیر کا سوال کرنا۔ پھر اس مردہ کا جواب دینا وغیرہ۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ اب جان من انکار کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ ہاں ایہ اور بات ہے۔

تیرا جی نہ مانے تو باتیں ہزار ہیں

جواب ۳: اگر قرع نعال کا حقیقی معنی مراد نہ ہو تو فقہائے احناف کا اس حدیث کو جوتوں سمیت قبروں کے درمیان چلنے پر استدلال کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب آپ خود حوالہ نقل کرتے ہیں۔ یعنی قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا ہمارے مذہب حنفی میں مکروہ نہیں۔ جس کی دلیل آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ جب لوگ قبرستان سے واپس گھروں کو جاتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۲۲)

نیلوی صاحب حنفیت سے تم خارج ہو تم نے حنفیت کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو راہ راست پر چلائے۔ آمین!

محترم نیلوی صاحب بات بہت طول پکڑتی جارہی ہے۔ اس کو یہاں ختم کر دیں۔ بقیہ ادھار کر لیں۔ ان شاء اللہ یار زندہ صحبت باقی! جناب کی پوتھی ندائے حق خرافات سے بھری ہوئی ہے۔ کس کس خرافہ کا جواب دیا جائے۔

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک

یاوہ گوئی نمبر ۱۷: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک صحابی غیر معروف الفقہ والعدالۃ یعنی حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ملی۔ (ندائے حق طبع اوّل ص ۱۳۵)

نیلوی صاحب کا رجوع

نیلوی صاحب نے اپنی غلطی سے رجوع کر لیا ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۹۵) مگر کس کس گستاخی سے نیلوی صاحب رجوع کریں گے ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفاء کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

جمہور اہل سنت زنبور ہیں

ہم جمہور سے علیحدہ ہی اچھے ہیں۔ ہم ایسے جمہور کے عاشق نہیں۔ ہمیں تو قرآن وسنت واجماع مجتہدین کافی ہیں۔ یہ جمہور زنبور کشف خوابیں جنگیوں کا مذہب آپ ہی کو نصیب ہو۔ (ندائے حق طبع اوّل ص ۳۰۲)

یاوہ گوئی نمبر ۱۸، حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیدہ قبول کرنا ایمان فروشی ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ میں اگر ایمان فروش یا اجیر خاص ہوتا تو چوکیرہ مدرسہ دارالہدیٰ سے میں نہ نکلتا اور آپ لوگوں کا مسلک اختیار کر لیتا۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۹۵)

نیلوی صاحب نے اس مدرسہ سے نکلنے کی تفصیل (ندائے حق جزء اوّل ص ۳۰۸، ۳۰۹) میں کر دی۔ نیلوی صاحب خود نہیں نکلے بلکہ نکالے گئے ہیں ؎

کہہ رہی ہے یہ آنکھ حشر میں شرمائی ہوئی ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

یاوہ گوئی نمبر ۱۹، انبیاء علیہم السلام کے اجساد کو گلاب کے پھول سے تشبیہ دینا توہین ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ان کے اجساد مطہرہ کو گلاب کے پھول سے تشبیہ دینا بھی ان کی توہین ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۳۸)

گلابی رخسار والے

نیلوی صاحب کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے اجساد مطہرہ کو جب گلاب کے پھول کے ساتھ تشبیہ دینا توہین ہے تو چہرہ مبارک جو جسد مبارک میں سے عضو شریف بلکہ اشرف ہے۔ اس کو گلاب کے پھول کے ساتھ تشبیہ دینا تو بطریق اولیٰ بے ادبی و گستاخی و توہین ہو گی۔ مگر نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور ادھر آپ کا معصوم جسم مطہر معطر بالکل

بلا تغیر وتبدل اسی طرح موجود ہے۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے محفوظ ہاتھوں سے ام المومنین کے حجرہ شریفہ میں زمین کھود کر لحد میں رکھا تھا۔ جیسے کوئی نقاب اوڑھے۔ گلابی رخسار والے گورے رنگ کے آرام فرما رہے ہیں۔(صلی اللہ علیہ وسلم)(ندائے حق جز ثانی ص ۱۴۰، طبع اوّل ص ۲۶۲) نیلوی صاحب نے اپنا گستاخ ہونا ثابت کردیا ہے ؎

غیر کی آنکھ کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر　　دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

یاوہ گوئی نمبر ۲۰، انبیاء علیہم السلام کی حیات برزخیہ کا انکار

نیلوی (ندائے حق جزء اوّل ص ۳۹۵) میں نقل کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد طیبہ میں نہ حیات برزخی ہوتی ہے اور نہ ان میں ادراک وشعور ہوتا ہے۔ (معاذ اللہ) نقل کفر کفر نباشد!

عام اموات کے بارے میں نیلوی صاحب اقرار کرتے ہیں۔ ان میں اتنی حیات تسلیم کرنا کہ وہ اپنی قبروں میں دکھ سکھ محسوس کرسکیں۔ ضروریات دین سے ہے۔ (ندائے حق ج ۱ ص ۶، ۱۸، ۱۹، ج ۲ ص ۳۴۵) مگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق اتنا بغض کہ عام مومنوں والی حیات سے بھی وہ بہرہ ور نہیں ہیں۔ (معاذ اللہ) بلکہ کفار کو بھی ایک قسم کی حیات حاصل ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کو کسی قسم کی اپنی قبروں میں حیات حاصل نہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم!

ایمان کو آگ لگا کر خوش ہونا ہے کام جمالو بی بی کا

غیر نبی کو نبی پر فضیلت دینے والا کافر ہے

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ نیلوی کہتا ہے کہ ایسا عقیدہ جس میں غیر نبی کی نبی پر فضیلت ہو اور انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی ہو وہ بلا ریب کفر ہے۔ اب ہر ذی شعور سمجھ سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کس صورت میں لازم آتی ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۵۵۲)

نیلوی صاحب آپ نے یہ فتویٰ کفر کا اپنی ذات پر خود لگایا ہے۔

گل وگلشن کا گلہ اے بلبل ناشاد نہ کر　　تو گرفتار ہوئی اپنے کئے کے باعث

نیلوی صاحب آپ کی گستاخیاں و یاوہ گوئیاں تو بہت ہیں۔ مگر ہم نے حق کے متلاشیان کے لئے چند نقل کردی ہیں۔ تاکہ وہ عبرت حاصل کرکے گستاخوں کی سنگت سے اجتناب کریں۔ لیکن اس کے باوجود بھی اگر کوئی آدمی انبیاء علیہم السلام کی توہین وگستاخی کرنے والے کے ساتھ محبت کرتا ہے تو جائے جہنم ؎

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے　　جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

نیلوی صاحب کا بیجا غصہ

نیلوی صاحب پر جب مسلمانوں کی طرف یہ اعتراض کیا گیا کہ نیلوی تو زبردست گستاخی ہیں تو نیلوی صاحب نے اپنی گستاخیوں پردہ ڈالنے اور ان کو جائز ثابت کرنے کے لئے اکابر علماء دیوبند پر جھوٹے الزام لگا دیئے، جس طرح کہ بریلوی اور مودودی صاحبان کا وطیرہ ہے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ گستاخ ہیں (معاذ اللہ)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اگر خواہمخواہ بولنا ہی ہے تو یہ بتاؤ کہ (جمال قاسمی ص ۱۵) میں نبی پاک کی قبوری زندگی

کو سکتہ کے مرض والے کی زندگی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ توہین نہیں۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۴۶۹) نیلوی صاحب ہمیں تو توہین نظر نہیں آتی۔ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی۔ آپ کا گستاخ ذہن اگر اس کو توہین سمجھے تو ہمیں تعجب بھی نہیں۔

ہفت روزہ خدام الدین وترجمان اسلام پر ناراضگی

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (نیز جمعیۃ علمائے اسلام کے ترجمان اسلام میں حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے لکھا) جسم بے روح بنے وہیں پڑے رہے ان کی ہڈیوں کے جوڑ جوڑ الگ ہو گئے تھے۔ جسم کا بند بند ٹوٹ گیا تھا...... اس بے جان لاشے میں اپنی روح پھونک دی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہٹا کٹا مرد بنا دیا۔ کیا حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے یہ تعظیمی الفاظ ہیں۔ اسی طرح خدام الدین جو حضرت لاہوری کا جاری کردہ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں جو لکھا۔ دریں اثناء جسم زخم آلودہ سے ایک کیڑا زمین پر گر گیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے زخموں کی عفونت ہوا میں مل کر نزدیکی گاؤں کی طرف گئی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے لوگوں کو فرمایا۔ مجھے اپنے گاؤں کے کوڑا کرکٹ پر پھینک دو۔ سمجھنا کہ معاذ اللہ گلا سڑا کتا پڑا ہے۔ کیا یہ تعظیمی الفاظ ہیں۔ وہ ہاتھ جل جائیں جنھوں نے خدام الدین جیسے اسلامی رسالہ میں یہ لکھا ہے۔ ہاں! تو ایک بات اور رہ گئی کہ آپ کا فتویٰ ہے کہ ہمارے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور مسئلہ ہے کہ نبی کی توہین کرنے والا کافر ہے۔ کافر کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہونے کا کیا مطلب۔ کافر کے پیچھے تو نماز ہوتی ہی نہیں۔ لیکن آپ جو ہمارے پیچھے نماز کو مکروہ تحریمی کہتے ہو تو معلوم ہوا کہ آپ ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں اور آپ کا خیال ہے کہ نبیوں کی توہین کرنے والا فاسق مبتدع تو ہو سکتا ہے، مگر کافر نہیں ہوتا۔ شاید یہی وجہ ہو کہ ترجمان اسلام میں اور خدام الدین میں خوب کھل کر نبیوں کی توہین کی گئی ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ! (ندائے حق جز اوّل ص ۴۶۹)

نیلوی صاحب نے (ندائے حق ج ۲ ص ۳۰۴) میں توہین حضرت عزیر علیہ السلام کے عنوان کے تحت پھر (ترجمان اسلام ص ۱۶، ۱۷، ۱۸) جلد شمارہ کا حوالہ دیا ہے۔ مگر نیلوی صاحب نے سن وتاریخ کا کوئی حوالہ نہیں دیا تا کہ اصل رسالہ کی طرف رجوع کیا جاتا۔ جب تک نیلوی صاحب ترجمان اسلام کا سن وتاریخ نہ بیان کریں۔ اس پر تبصرہ وجواب کا اظہار نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ نیلوی صاحب نے توہین حضرت ایوب کے عنوان کے تحت خدام الدین ۱۲/اکتوبر ۱۹۶۲ء کا حوالہ دیا ہے۔ دیکھئے (ندائے حق ج ۲ ص ۳۰۷) اس لئے اس کا جواب تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔ نیلوی صاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ خدام الدین جو حضرت لاہوری کا جاری کردہ ہے، بے شک خدام الدین حضرت لاہوری کا جاری کردہ ہے۔ مگر جناب نیلوی صاحب آپ نے جس خدام الدین کا حوالہ دیا ہے وہ ۱۲/اکتوبر ۱۹۶۲ء کا ہے۔ جب کہ اس کے جاری کنندہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اس سے قبل رمضان ۱۳۸۱ھ/ فروری ۱۹۶۲ء میں انتقال فرما چکے تھے۔ دوم جس مضمون کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ وہ حافظ محمد اشرف کیمبل پوری کا ہے۔ جو جاہل قسم کا آدمی نظر آتا ہے اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ واقعہ اسرائیلیات میں سے ہے۔ یہ اتنا مشہور ہے کہ بڑے بڑے علماء بھی اس میں ٹھوکر کھا گئے ہیں۔ شیخ عطار نے بھی کیڑوں کا ذکر کیا ہے۔ (از تن صابر بکرماں قوت داد) (پند نامہ) نیلوی صاحب آپ نے جو اس واقعہ کو کھلی توہین سے تعبیر کیا ہے، تو گویا آپ ایسے واقعہ بیان کرنے والے پر کفر کا فتویٰ لگانا چاہتے ہیں۔ جناب نیلوی صاحب آپ نے اگر فتویٰ لگانا ہے اور فتویٰ لگانے کا شوق ہے تو اپنا شوق پورا کریں۔ آپ کے پیر ومرشد بھی اس واقعہ کے بیان کرنے میں ملوث ہیں۔ ملاحظہ ہو اور ایوب کا قصہ مختصر یہ ایک کتاب میں ہے کہ تمام لوگ مخالف ہو گئے۔ شہر میں باہر نکال دیا کہ ان کے بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ (بلغۃ الحیران ص ۲۸۷)

محترم نیلوی صاحب کیا خیال ہے آپ کے پیر و مرشد بھی بقول آپ کے گستاخ و کافر ہیں یا نہ اور اس تفسیر کے جامع مولانا محمد نذر شاہ صاحب عباسی اور شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب کے بارے میں جناب کے دربار سے کیا فتویٰ صادر ہوگا ؎

ہم ہوئے تم ہوئے میر ہوئے سب آپ کے فتوؤں کے اسیر ہوئے

نیلوی صاحب گستاخی کرنے سے باز آجاؤ۔ توبہ کرلو تاکہ خاتمہ ایمان پر ہوجائے۔ دوسروں پر اپنی گندگی کا کیچڑ مت پھینکو۔

چار ہزار کیڑے

مولوی ابوالحسنات لاہوری بریلوی لکھتے ہیں۔ (حدیث میں ہے کہ چاہزار کیڑے حضرت ایوب علیہ السلام کے جسد میں پڑ گئے) (اوراق غم واقعہ حضرت ایوب علیہ السلام) اس بریلوی شیخ الحدیث نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان و جھوٹ بول دیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث میں کہیں نہیں۔ یہ سب اسرائیلی جھوٹے من گھڑت قصے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ نصیب کرے۔

(نوٹ) حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق جو عوام و خواص میں مشہور ہے کہ ان کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ یہ روایت غلط ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم مبارک میں صرف خارش و زخم ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے آپ کو تکلیف شدید کا سامنا کرنا پڑا اور آپ نے صبر کا مظاہرہ فرمایا۔

باب الجہالات

نیلوی صاحب کی نادانیاں

جہالت نمبر ۱: نیلوی صاحب توسل کی حدیث جو حضرت عثمان بن حنیف سے آتی ہے۔ اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ حدیث عثمان بن حنیف دوسرے طریق سے بھی مروی ہے۔ وہ بھی سنداً و متناً ناقابل استدلال ہے۔ ایک تو اس کا راوی متفرد ہے۔ (۲) اہل سنن کا اس حدیث سے اعراض۔ (۳) اضطراب لفظی کی وجہ سے ائمہ اہل سنت و جماعت کا اس کو قبول نہ کرنا۔ (۴) رواۃ حدیث کا استاذ روح سے منکر روایات نقل کرنا...... روح بن صلاح کو ابن حبان و حاکم نے گو ثقہ کہا۔ مگر ابن عدی و ابن تیمیہ و ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اسے ضعیف کہا ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۳۰۲)

جواب: حضرت عثمان بن حنیف کی حدیث کے کس طریق میں روح بن صلاح واقع نہیں ہوا۔ یہ نیلوی صاحب کی زبردست جہالت ہے۔ روح بن صلاح جس حدیث کی سند میں واقع ہوا ہے، وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ دیکھئے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ج ۱ ص ۳۲، ندائے حق ج ۲ ص ۳۱۲، تفسیر بے نظیر ص ۱۱۴)

کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا آدمیت اور شئے ہے علم ہے کچھ اور چیز

جہالت نمبر ۲: نیلوی صاحب حدیث مصراۃ کا ترجمہ کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔ چاہے تو ایسا جانور اپنے پاس رکھے اور اگر واپس کرنا چاہے تو واپس کردے۔ مگر ساتھ (اس) کے ساتھ گندم کا ایک صاع بھی بیچنے والے کے حوالے کردے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۲۰)

الجواب: گندم کا صاع بیچنے والے کے حوالے کرے۔ یہ حدیث پاک میں نہیں ہے، بلکہ حدیث پاک میں ہے کہ گندم کا صاع نہ دے۔ چنانچہ (ترمذی ج ۱ ص ۲۳۶) مع العرف الشذی میں ہے۔ لاسمراء معنی لاسمراء لا برا

نیلوی صاحب نے گندم کے ایک صاع کا ذکر کر کے اپنی زبردست جہالت کا ثبوت فراہم کیا ہے ۔

کب سیاہی سفید ہوتی ہے لاکھ دھویا کرے کوئی — ماش کی دال سے نہ ہو گندم پیدا لاکھ بویا کرے کوئی

جہالت نمبر ۳: ایک محدث جو جرح و تعدیل کا امام ہے، ابن ابی رواد ہے۔ مگر نیلوی صاحب نے اس کو ابن ابی داؤد بنا دیا ہے۔ دیکھئے (شفاء الصدور طبع اوّل ص ۸۲، طبع دوم ص ۱۳۹، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۴) لیکن نیلوی صاحب کو رواد اور داؤد کے درمیان فرق نظر نہیں آتا ۔

لطف یہ لطف ہے کہ املاء میں میرے یار کے یار — حائے حطی سے گدح لکھتا ہے ہائے ہوز سے ہمار

جہالت نمبر ۴: نیلوی صاحب نے جید مجتہدین کی فہرست میں ابوداؤد ظاہری کو بھی شمار کیا ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۲۰) پہلے تو نیلوی صاحب نے یہ جہالت کا ثبوت دیا ہے کہ داؤد ظاہری کو ابوداؤد بنا دیا ہے۔ دوسرے ظاہری (ظاہر بین) شخص کو جید مجتہد کہنا یہ بھی جہالت و حماقت ہے۔ رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۸)

تمام علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ جس طرح رکھے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا منع ہے۔ اسی طرح پاخانہ (ٹٹی) کرنا بھی منع ہے۔ اسی طرح کسی برتن میں پیشاب و پاخانہ کر کے پانی میں ڈالنا بھی منع ہے۔ مگر داؤد ظاہری کے نزدیک (جو نیلوی صاحب کے نزدیک جید مجتہد ہے۔ پانی میں انسان کو صرف پیشاب کرنا منع ہے۔ اگر انسان خود پانی میں پیشاب نہ کرے اور کسی برتن میں پیشاب کر کے پانی میں ڈال دے تو منع نہیں۔ اسی طرح پانی میں پاخانہ (ٹٹی) کرنا بھی منع نہیں۔ امام نووی، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۸) میں اس حکایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''وهذا الذی ذهب اليه خلاف اجماع العلماء وهو من اقبح مانقل عنه فی الجمود علی الظاهر'' داؤد ظاہری کا یہ مذہب علماء کرام کے اجماع کے خلاف ہے اور جمود علی الظاہر کی بدترین مثال ہے۔ فرقہ ظاہریہ کے اس بے جا جمود کی تردید شیخ الاسلام ابن دقیق العید نے (احکام الاحکام ج ۱ ص ۸) میں نہایت بہترین انداز میں کر دی ہے۔ وہاں ہی ملاحظہ کریں۔ نیز دیکھئے (مقام حضرت امام ابوحنیفہ طبع اوّل ص ۲۲۶)

علامہ تاج الدین سبکی، قاضی ابوبکر کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ ان اصحاب الظاهر ليسوا من علماء الشريعة وانماهم نقلة ان ظهرت الثقة (طبقات ج ۲ ص ۴۵) اصحاب ظاہر علماء شریعت سے نہیں بلکہ وہ صرف نقال ہیں۔ جب کہ ان کی ثقاہت ظاہر ہو۔ (بحوالہ مقام حضرت امام ابوحنیفہ ص ۲۲۷)

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص سونے چاندی کے برتن میں کوئی چیز پیتا ہے۔ وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کو داخل کر رہا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۸۷) امام نووی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ سونے چاندی کے برتن میں جس طرح پینا منع ہے، اسی طرح کھانا بھی منع ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۸۷) اور ان برتنوں کو استعمال کرنا بھی حرام ہے۔ مگر داؤد ظاہری کہتا ہے کہ پینا منع ہے، حرام ہے۔ مگر کھانا ان برتنوں میں اور ان کو استعمال کرنا منع و حرام نہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں۔ ''امام قول داود فباطل لمنابذته صريح هذه الاحاديث فی النهی عن الاكل والشرب جميعاً ولمخالفته الاجماع قبله'' اسے

پر قول داؤد ظاہری کا پس باطل ہے۔ بوجہ پھینک دینے اس کے ان حدیثوں کو جو کھانے پینے کی منع میں صریح ہیں اور بوجہ مخالفت کرنے اجماع علماء کے جو داؤد ظاہری سے پہلے ہو چکے ہیں۔ پھر امام نووی لکھتے ہیں۔ ''فالمحققون یقولون لا یعتدبہ لاخلالہ بالقیاس وھو احد لشروط المجتھد الذی یعتدبہ'' (شرح مسلم ج ۲ ص ۱۸۷)

محقق علماء و محدثین کرام کا فیصلہ یہ ہے کہ داؤد ظاہری کی بات کا اجماع کے خلاف کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ داؤد ظاہری قیاس کو ترک کرتا ہے۔ حالانکہ مجتہد کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ قیاس کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو تب اس کی بات کا اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ نیلوی صاحب آپ تو داؤد ظاہری کو جید مجتہد مانتے ہیں۔ جب کہ امام نووی فرماتے ہیں کہ مجتہد بھی نہیں۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ظاہر پرستی کا مرض حافظ ابن حزم اور امام داؤد ظاہری رحمہ اللہ نے قیاس کی ان بھول بھلیوں سے تنگ آ کر اس کی حجیت سے انکار کر دیا اور اسی تلاشی میں نکلے کہ صرف کتاب و سنت پر کفایت کریں۔ (تحریک آزادی فکر ص ۵۵)

نیز مولانا موصوف فرماتے ہیں۔ حافظ ابن حزم کی محلی کے بعض قیمتی مباحث اہل حق کی آنکھوں کے لئے نور ہیں۔ لیکن مضحکہ خیز توجیہات بھی اہل علم کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں جہاں وہ رکے ہوئے پانی میں پیشاب کو تو منع فرماتے ہیں۔ لیکن پاخانہ کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ (تحریک آزادی فکر ص ۱۵۸)

معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب صرف جہالت کا شکار نہیں بلکہ جہل مرکب کا شکار ہیں ؎

ہر کس کہ نداند و بداند کہ داند
در جہل مرکب ابد الدھر بماند

جہالت نمبر ۵: امام اعمش کا نام سلیمان بن مہران ہے۔ مگر نیلوی صاحب نے مہران بن سلیمان اعمش بنا دیا ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۳۴۲)

تیری مجلس میں اور بھی گل کھلیں گے

جہالت نمبر ۶: نیلوی صاحب ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''اب چونکہ اہل حق کی تردید مقصود ہے۔ اس لئے ترمذی کی تصحیح و تحسین کا سہارا لے رہے ہیں۔ اگر چہ اپنے شیخ و مرشد کی نوّے سالہ تحقیق پر پانی پھر جائے۔'' (ندائے حق جز ثانی ص ۳۱۳)

نیلوی صاحب نے حضرت مولانا حسین علی مرحوم کے مسئلہ توسل میں نوّے سالہ تحقیق کا جو ذکر کیا ہے، وہ محل نظر ہے۔ کیونکہ حضرت مولانا حسین علی مرحوم ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۳ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۳ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ کل عمر تقریباً اسی برس بنتی ہے تو نوّے سالہ تحقیق کہنا نیلوی صاحب کا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ کیا حضرت مولانا حسین علی صاحب پیدا ہونے سے پہلے بھی تدقیقات و تحقیقات میں مصروف تھے۔

واہ نیلوی صاحب واہ! ؎

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے
اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

جہالت نمبر ۷: نیلوی صاحب نواب صدیق حسن خاں کو المتوفی ۱۳۰۴ھ لکھتے ہیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۵۹) حالانکہ نواب صدیق حسن خاں کی وفات ۱۳۰۷ھ میں ہوئی ہے۔ (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۹۱) للعلامۃ عبدالحئی الحسینی گویا نیلوی صاحب نے نواب صاحب کی زندگی کے تین سال ختم کر دیئے ہیں ؎

ناز ہے طاقت گفتار پہ انسانوں کو
بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

جہالت نمبر ۸: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ سہل بن سعد ساعدی ۸۸ھ میں فوت ہوئے جو عہد رسالت میں بچے تھے۔ سن رشد کو نہ پہنچے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۴۲)

الجواب: نیلوی صاحب آپ نے جو حضرت سہل بن سعد کا سن وفات ۸۸ھ لکھا ہے یہ متفق علیہ نہیں ہے۔ بعض نے ۹۱ھ بعض نے ۹۶ھ بھی لکھا ہے۔ اگر آپ کا ۸۸ھ والا قول بھی تسلیم کر لیا جائے، تب حضرت سہل بن سعد نبی اکرم ﷺ کی وفات کے وقت ۱۵ سال کے تھے۔ کیونکہ حضرت سہل کی ولادت ہجرت سے پانچ سال پہلے ہے۔ فلہٰذا ۱۵ سال یا ۱۶ سال کے نوجوان کو یہ کہنا کہ سن رشد کو نہ پہنچے تھے، بہت بڑی گستاخی و بے ادبی ہے۔ (نیلوی صاحب اگر حوالہ دیکھنا ہو تو تہذیب ج ۴ ص ۲۵۲، ۲۵۳ دیکھ لیں) نیلوی صاحب کچھ ہوش کرو۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کچھ — خدا کرے کہ کچھ نہ سمجھے کوئی

جہالت نمبر ۹: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (تسکین الصدور طبع دوم میں ہے) بلاشبہ امام سیوطی متساہل تھے۔ لیکن علامہ نورالدین ہیثمی یہ اور علامہ زرقانی کا تساہل ثابت نہیں اور بلا حوالہ اور بدون دلیل کے ان حضرات کا تساہل غیر مسلم ہے۔ نیلوی! لیجئے آپ کے تلمیذ رشید (حافظ حبیب اللہ ڈھیروی) (نورالصباح ص ۱۹۹) میں فرماتے ہیں۔ عبدالرحمن بن ابی الزناد خطاء کار اور مضطرب الحدیث اور ضعیف الحدیث ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر کے استاذ علامہ نورالدین ہیثمی فرماتے ہیں۔ عبدالرحمن بن ابی الزناد وھو ضعیف۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۸، ۱۳۱، ۵۲، ۹۳، ۱۱۵، ج ۳ ص ۹، ۳، ج ۴ ص ۵، ج ۴ ص ۲۲۴) میں فرماتے ہیں۔ عبدالرحمن بن ابی الزناد وثقہ، النسائی وغیرہ وضعفہ الجمھور کہ امام نسائی وغیرہ نے تو اس کی توثیق کی ہے۔ لیکن جمہور اس کی تضعیف کرتے ہیں۔ علامہ ہیثمی نے جو نسائی کی طرف ابن ابی الزناد کی توثیق منسوب کی ہے، غلط ہے اور یہ ان کا وہم ہے۔ کیونکہ امام نسائی کے ہاں بھی یہ ضعیف راوی ہے۔

(نیلوی صاحب نے نورالصباح کی بہت طویل عبارت نقل کر ڈالی۔ ندائے حق کا حجم بڑھانے کے لئے اس کو ہم نقل نہیں کرتے۔ نیلوی صاحب کا جو اعتراض ہے اس کو نقل کرتے ہیں۔ ڈیروی) نیلوی! ہیثمی کا یہ تساہل کیا تھوڑا ہے کہ اتنے علماء جب عبدالرحمن بن ابی الزناد کو ضعیف کہتے ہیں اور خود نسائی بھی اپنی تصنیف میں اسے ضعیف لکھ رہے ہیں اور ذہبی بھی نسائی کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ضعفہ النسائی پھر بھی جناب ہیثمی فرماتے ہیں۔ وثقہ، النسائی! آپ کس طرح فرماتے ہیں کہ ہیثمی کا تساہل ثابت نہیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۷۹ تا ۲۸۱)

الجواب: نیلوی صاحب آپ نے یہ تو وہی کام کیا ہے جس پر یہ مثل فٹ آتی ہے۔ کھودا پہاڑ نکلا چوہا وہ بھی مردہ۔ نیلوی صاحب آپ کو ابھی تک تساہل کا معنی و مطلب بھی سمجھ نہ آیا۔ بہت افسوس! سنئے محدثین کرام کی اصطلاح میں تساہل اس محدث کو کہا جاتا ہے جو راوی پر جرح کرنے میں نرمی و چشم پوشی کرے۔ مثلاً دوسرے محدثین کرام جن راویوں کو ضعیف کہتے ہیں یہ ان کو ثقہ کہتا ہو یا محدثین کرام کے ہاں ایک حدیث ضعیف ہے، یہ اس کو صحیح کہتا ہو اور کئی بار ایسا ہی کیا ہو۔ اس کے مقابل متشدد ہے۔ یعنی محدثین کرام جس راوی کو ثقہ کہتے ہوں یہ اس کو ضعیف بنا دے یا محدثین کرام جس روایت کی تصحیح کرتے ہوں، یہ اس کو ضعیف و موضوع بنا دے یا محدثین کرام جس روایت کی تصحیح کرتے ہوں یہ اس کو ضعیف و موضوع کہہ دے اور کئی بار ایسا ہی کیا ہو اور علامہ ہیثمی پر یہ بات فٹ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جس طرح دوسرے محدثین کرام، عبدالرحمن کو ضعیف قرار دے رہے ہیں، علامہ ہیثمی بھی اسی طرح مجمع الزوائد کے کئی صفحات میں اس راوی کو ضعیف کہتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ امام نسائی کی طرف توثیق کی نسبت کر دی ہے۔

یہ علامہ ہیثمی کی غلطی ووہم ہے۔ اس کو تساہل نہیں کہا جاسکتا۔ اگر غلطی کا نام تساہل ہے تو پھر سب محدثین کرام تساہل شمار ہوں گے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) اس لئے نیلوی صاحب آپ اپنے اساتذہ کرام کا ذکر نہ کیا کریں۔ کیونکہ آپ کی جہالت کی وجہ سے ان کی بدنامی ہوگی۔ آپ کی بدعقیدگی کی وجہ سے وہ بدنام ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شاگردوں سے بچائے جو اساتذہ کی بدنامی کا سبب ہوں۔

تہی دستان قسمت راچہ سوداز رہبر کامل کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

جہالت نمبر ۱۰: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اگر قتادہ کا قول اس لئے مردود ہے کہ قدری بدعی تھا تو خفق نعال والی حدیث بھی آپ کو رد کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس حدیث کو روایت کرنے والا عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ ہے۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۸) جو شیعہ ہے اور قتادہ تو پھر بھی تابعی ہیں۔ خیر القرون میں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے تلمیذ ہیں۔ عبدالاعلیٰ تو پیچھے کا راوی ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۰۲)

پھر اسی حدیث میں ایک راوی سعید بن ابی عروبہ ہیں۔ امام اہل بصرہ ان کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ تقدیر کے منکر تھے۔ نیز آخر عمر میں ان میں تبدیلی آچکی تھی۔ نیز مدلس بھی تھے۔ غرضیکہ تینوں استاد شاگرد (عبدالاعلیٰ، سعید بن ابی عروبہ، قتادہ بن دعامہ) مرکزی راوی ہیں اور تینوں تقدیر کے منکر ہیں۔

(ندائے حق ج ۲ ص ۲۰۳)

جواب ۱: نیلوی صاحب آپ نے یہ اعتراض کر کے اپنی جہالت کا زبردست ثبوت فراہم کیا ہے۔ قتادہ وغیرہ کی روایت وتفسیر کو رد اس وقت کیا جاسکتا ہے جب کہ ان کے مسلک کی تائید کر رہی ہو۔ اگر ان کے مسلک کی تائید نہ کر رہی ہو یا ان کے مسلک کے خلاف ہو تو قبول کی جائے گی۔ محدثین کرام کا اصول وضابطہ یہی ہے۔ آپ بھی اس اصول سے واقف تو ہیں مگر ضد وہٹ دھرمی کے باعث تجاہل عارفانہ اختیار کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں۔ ایک حدیث کے بارے میں اور اس حدیث میں حضرت براء کے تلمیذ عدی بن ثابت ہے جو غالی شیعہ ہے۔ مگر یہ حدیث اس لئے مقبول ہے کہ اس سے اس کے مذہب کی تائید کسی طرح نہیں ملتی۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۱۷۳)

جواب ۲: اس حدیث کا دارومدار عبدالاعلیٰ وسعید بن ابی عروبہ پر نہیں ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۸) کی سند ڈبل ہے۔ پہلی سند میں عبدالاعلیٰ وسعید دونوں ہیں۔ لیکن دوسری سند میں عبدالاعلیٰ نہیں ہے اور (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۸۶) میں سند یوں ہے۔ ''حدثنا عبد بن حمید نا یونس بن محمد نا شیبان بن عبدالرحمن عن قتادۃ نا انس بن مالک'' اس سند میں نہ تو عبدالاعلیٰ ہے نہ سعید بن ابی عروبہ۔ اسی طرح (مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۶، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۲۳) ''مسئلۃ الکافر'' کی ایک سند میں نہ تو عبدالاعلیٰ ہے نہ سعید تو ان کو سند کا مرکزی راوی کہنا نیلوی صاحب کی زبردست جہالت ہے۔

جواب ۳: پھر خفق نعال کی حدیث صرف قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴ رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات)

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔ (طحاوی ج ۱ ص ۳۴۳، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۸۰ قال الحاکم والذہبی صحیح علی شرط مسلم) فلہٰذا نیلوی صاحب آپ کو اپنی جہالت کا ماتم کرنا چاہئے ۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

نیلوی صاحب آپ کی جہالتیں تو کافی ہیں۔ لیکن ہمارے پاس وقت کی قلت ہے۔ اس لئے اس باب کو

یہاں بند کیا جاتا ہے ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا

باب التعارضات

نیلوی صاحب کی تضاد بیانیاں

تعارض اوّل: نیلوی صاحب سرخی قائم کرتے ہیں۔امام بخاری کا مسلک ہے کہ روح کا اعادہ کے بغیر بھی مجرد جسم سن بول سکتا ہے۔ (ندائے حق جزاوّل ص ۲۶۰) نیلوی صاحب کا امام بخاری پر فتویٰ۔ نیلوی صاحب (ندائے حق جلد ثانی ص ۴۰۶) میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔یعنی جو زندہ نہیں اس میں علم، قدرت، ارادہ، سمع بصر میں سے کوئی صفت نہیں ہوتی۔ ہاں! معتزلہ فرقہ کی ایک شاخ قدریہ صالحی اور اس کے پیروکار کا دعویٰ ہے کہ مردہ دھڑ میں یہ سب صفتیں پائی جاسکتی ہیں۔ جیسے آج کے معتزلہ کہتے ہیں کہ مردہ ان کانوں سے سنتا ہے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے امام بخاری کو معتزلہ کا مذہب قبول کرنے والا بدعتی بنادیا ہے۔ (معاذ اللہ) اور نیلوی صاحب اپنے استاذ محترم مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا ایک فتویٰ شائع کرتے رہتے ہیں کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ مردہ انہیں کانوں کے ساتھ سنتا ہے۔اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ (ملخصاً) فلہٰذا امام بخاری نیلوی صاحب کے نزدیک بدعتی ہو کر قابل امامت نہیں تھے۔اس لئے ان کے پیچھے جتنی نمازیں مسلمانوں نے پڑھی تھیں وہ سب ضائع ہوگئیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

صحیح بخاری بھی قابل اعتماد نہ ہوگی۔ کیونکہ نیلوی صاحب کہتے ہیں۔امام بخاری کا مسلک ہے کہ روح کے اعادہ کے بغیر بھی مجرد جسم سن بول سکتا ہے۔

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ نیلوی صاحب کا اہل حق کے متعلق نظریہ کیا ہے۔کہاں تک بڑھ گئی۔اس دشمن ایمان کی بے باکی۔

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری قتادہ کے قول کو تسلیم کرتے ہیں کہ میت من حیث ھو میت نہیں سنتا۔مگر جب اس کو زندہ کیا جائے تب سنتا ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۱)

امام اہل سنت امام بخاری (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۳) فیصلہ نیلوی صاحب پر چھوڑا جاتا ہے کہ وہ ان دو متضاد باتوں میں سے کس کو سچ اور کس کو جھوٹ شمار کرتے ہیں ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں خود صیاد آ گیا

تعارض دوم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ نیز حضرت ام المومنین ایسے حالات میں وہاں کیسے جاسکتی تھیں۔ جب کہ آپ نے سید المعصومین ﷺ کی زبان مبارک سے سن رکھا تھا۔''واذا اتت القبر یلعنھا روح المیت'' جب عورت قبر پر جاتی ہے تو میت کی روح اس عورت پر لعنت کرتی ہے اور اس طرح ایک رافضی کمینہ اعتراض کرسکتا ہے کہ عمر کی قبر پر جاکر تمہاری اماں کو کیا نفع ہوا۔لعنت کا ہار والعیاذ باللہ اپنے گلے میں ڈال لیا۔رافضی کو تبرا بازی کا اچھا خاصا موقعہ ہاتھ آگیا۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۷۹، ۱۸۰)

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح روایت کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن کئے گئے تو قسم بخدا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے کپڑا اوڑھ کر ہی جاتی تھی) کو رد کرنے کے لئے کئی جھوٹ اور غلط بیانیوں کا ارتکاب کیا ہے۔ جیسا کہ باب الکذبات میں مذکور ہے۔ اس مقام پر نیلوی صاحب نے یہ عذر لنگ کیا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ حدیث کہ جب عورت قبر پر جاتی ہے تو میت کی روح اس عورت پر لعنت کرتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنی ہوئی تھی تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر پر کس طرح جاسکتی ہیں۔ اوّلاً تو اس کا جواب یہ ہے کہ نیلوی خود لکھتا ہے کہ میت کی روح اس عورت پر لعنت کرتی ہے۔ یہ کوئی حدیث نہیں ہے۔ (اس کا حوالہ عنقریب آ رہا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کرنے کو جائز جانتے ہیں اور حدیث "من کذب علی متعمداً" کے منکر ہیں۔ ثانیاً عورتوں کا قبرستان میں جانا جائز ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر کی زیارت کر کے واپس ہوئیں تو عبداللہ بن ابی ملیکہ فرماتے ہیں۔ "فقلت لها الیس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن زیارۃ القبور قالت نعم کان نهی ثم امر بزیارتها" (مستدرک حاکم ج ۱ ص ۳۷۶ وسکت عنہ وقال العلامۃ الذہبی صحیح تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۳۷۶) میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو زیارۃ قبور سے منع نہیں کیا تھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ ہاں! پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا تھا۔ بعد میں زیارۃ کا حکم دیا تھا۔ یہ روایت تمہید ابن عبدالبر میں بھی مذکور ہے۔ علامہ زبیدی فرماتے ہیں: "قال العراقی رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور بسند جید" (اتحاف السادۃ المتقین شرح احیاء علوم الدین ج ۱۰ ص ۳۶۲) محدث عراقی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو محدث ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب کتاب القبور میں جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت قطب عالم رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں۔ جب مردوں کو رخصت ہوئی تو عورتوں کو بھی قبرستان میں جانے کی رخصت مل گئی۔ (الکوکب الدری ج ۱ ص ۳۲۰)

نیز فرماتے ہیں: "مع ان ذهابها فی البقیع ثابت لا ینکر" (الکوکب الدری ج ۱ ص ۳۲۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر کی زیارۃ کے علاوہ جنت البقیع (مدینہ منورہ کے قبرستان) میں جانے کا ثبوت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (فتاویٰ شامی ج ۲ ص ۲۷۹) میں علامہ شامی کا یہی فتویٰ ہے کہ اصح قول یہ ہے کہ عورتوں کو قبرستان میں جانے کی اجازت ہے۔ دوسرے احناف نے بھی یہی بات اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔

سوال: عورتیں وہاں جا کر شرک کرتی ہیں۔

جواب: مرد بھی شرک کرتے ہیں۔ شرک عورتیں کریں یا مرد کریں دونوں کے لئے شرک کرنا حرام ہے۔ فلہٰذا نیلوی صاحب کو اپنے مسلک کے بارے میں سوچنا چاہئے کہ وہ کس سمت جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے۔

خلاقہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ شاہ محمد اسحق صاحب نے فرمایا کہ میت مرد و عورت کا بھی امتیاز کر لیتا ہے۔

سوال: حضرت مولانا شاہ محمد اسحق صاحب نبیرہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ اربعین مسائل میں نصاحب الاحتساب سے عورت کا زیارت قبور سے ممنوع ہونا ٹھہراتے ہیں کہ جب وہ نکلتی ہے ملعونہ نکلتی ہے اور ہر چہار طرف سے شیاطین اس کو گھیر لیتے ہیں۔ "واذا اتت القبر یلعنها روح المیت" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ روح عورت اور مرد کو بھی پہچانتی ہے۔ پھر مردہ کو جماد کس بناء پر کہا جاتا ہے۔

الجواب: شاہ صاحب کا منشاء اور ہے۔ یہ قول کسی نامعلوم الوصف قاضی کا ہے اور ہے بھی بے سند۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۷۷)

قارئین کرام! اندازہ لگائیں کہ پہلے نیلوی صاحب نے یہ لکھا تھا۔ (حضرت ام المومنین ایسے حالات میں وہاں کیسے جاسکتی تھیں جب کہ آپ نے سید المعصومین ﷺ کی زبان مبارک سے سن رکھا تھا۔ ''واذا اتت القبر یلعنھا روح المیت'' اب نیلوی صاحب نے فرما دیا ہے کہ (یہ قول کسی نامعلوم الوصف قاضی کا ہے اور ہے بھی بے سند۔ ایسے مخبوط الحواس آدمی کو کیا ضرورت تھی کہ اپنی عاقبت برباد کر کے دنیا خریدے اور میدان تصنیف میں آئے۔ ''فباعوا الدین بالدنیا فما ربحت تجارتھم'' نیلوی صاحب نے صحیح روایت کو رد کرنے کے لئے پہلے تو اس کو معارضہ میں حدیث بنا کر پیش کر دیا۔ لیکن جب نیلوی صاحب پر سوال وارد ہوا کہ میت کی روح نر اور مادہ (چڑیا چڑا) کو پہچانتی ہے تو نیلوی صاحب نے فوراً کانٹا بدلا اور کہا کہ یہ قول کسی نامعلوم الوصف قاضی کا ہے اور بے سند ہے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب کا جان چھڑانا پھر بھی کوئی آسان نہیں ہے۔ اس لئے کہ نیلوی صاحب ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں۔ اس کا مطلب وہ ہے جو محدثین عظام نے فرمایا ہے۔ (تنقیح الرواۃ ص ۳۳۳) ''لاتوذ صاحب ھذا القبر اسناد صحیح'' (فتح الباری) ''ومعناہ ای لاتھنہ فان روح المیت لایرضی بالاتکاء علی قبرہ لتضمنہ الاھانۃ'' تو مطلب یہ ہوگا کہ میت کی توہین نہ کرو۔ کیونکہ قبر پر تکیہ لگانے سے میت کی روح ناخوش ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں میت کی توہین ہے۔ (ندائے حق جزاول ص ۱۶، ۱۷)

نیلوی صاحب کی اس پیش کردہ حدیث سے جو کہ ان کے نزدیک صحیح بھی ہے۔ یہ ثابت ہوا کہ قبر کے ساتھ ٹیک لگانے والے شخص کو میت کی روح پہچانتی ہے۔ اس لئے ناخوش ہوتی ہے۔ جب پہچان روح میں اس قدر ہے تو نر، مادہ (چڑیا وچڑا) کو بھی ضرور پہچانتی ہے۔ اگر روح قبر میں نہ مانی جائے بلکہ علیین اور سجین میں مانی جائے اور وہاں سے دیکھتی اور پہچانتی ہے تو گویا اشاعت التوحید والسنۃ والوں کے نزدیک روح عالم الغیب ہے۔ (جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ زندہ باد)

بنا نہ تھا کہ لگی آگ آشیانے میں
نہ چننے پائے تھے تنکے کہ گر گئی بجلی

تعارض سوم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ دراصل جس بات میں حنیفہ وشوافع کا باہمی اختلاف ہے۔ وہ سماع روحانی میں ہے، نہ قبروں میں پڑے ہوئے دھڑوں کے سننے نہ سننے میں۔ ہمارے اور آپ کے پیرومرشد حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ اپنی املائی تفسیر (بلغۃ الحیران ص ۲۵۷) میں فرماتے ہیں۔ احناف وشوافع کا اختلاف روح کے سماع میں ہے۔ جسد تو اتفاقاً نہیں سنتا۔ (ندائے حق طبع اول ص ۱۵۳، ۱۵۴)

گزشتہ عبارتوں سے اگر کسی کو شبہ ہو کر مردوں کے سننے کے قائل تو شافعی حنبلی اور بعض احناف بھی ہیں۔ کیا وہ بھی اعتزال اور الحاد کے داعی تھے اور حق سے منحرف تھے اور سب نے باطل کو اپنا مذہب بنا لیا۔ (العیاذ باللہ) تو جواب اس کا یہ ہے کہ پہلے کئی بار یہ بات واضح طور پر لکھ دی گئی ہے کہ جھگڑا اموات کے ابدان کے عدم سماع میں نہیں۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ قبر میں پڑا ہوا دھڑ ہرگز نہیں سنتا۔ روح کے سننے میں اختلاف ہے۔

(شفاء الصدور عربی مترجم اردو ص ۱۰۹، ۱۱۰، شفاء الصدور عربی ص ۱۹۲، ندائے حق جلد ثانی ص ۴۰۴، ۴۰۶)

قارئین کرام! آپ نے اس مذکورہ بالا عبارت کو اچھی طرح غور وفکر سے پڑھ لیا ہوگا۔ اب نیلوی صاحب کی دوسری عبارات ملاحظہ کریں۔

خلافہ: امام بخاری مجرد جسم کے سننے اور بولنے کے قائل ہیں۔ (کمامر) نیلوی صاحب ملا علی قاری سے نقل کرتے ہیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ میت اس کو بھی پہچانتا ہے جو اسے کفن دیتا ہے اور ان کو جو اس پر نماز

پڑھتے ہیں اور ان کو بھی جو اس کی چارپائی اٹھاتے ہیں اور ان کو بھی جو اس کو دفن کرتے ہیں۔ پھر نیلوی صاحب ابن الملک کے متعلق لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری نے (ابن الملک کا قول اپنی تائید میں پیش کیا ہے کہ ''ابن ملک قوع نعالھم'' سے مراد ''ای صوت دقھا'' جوتوں کے دب دب کی آواز) بتا کر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قبر کے اندر میت کی حیات کی دلیل ہے۔ وہ دلیل اس طرح بنتی ہے کہ میت کو جو قبر کے اندر سے باہر جوتوں کی آواز کا احساس ہوتا ہے تو بغیر حیات کے احساس نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۱۹۶)

(نوٹ) البتہ روح نکل جائے تب اسے آدمی یا انسان نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ ایک میت ہے یا فلاں بندے کی نعش (لاش) ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۲۷۵)

نیلوی صاحب نے کئی مقامات میں تصریح کی ہے کہ روح میت نہیں جسد عنصری میت ہے۔ دیکھئے (شفاء الصدور عربی مترجم اردو ص ۷۷، شفاء الصدور عربی ص ۱۳۴) اس لئے احادیث نبویہ میں جو میت کے سماع اور منکر نکیر کے سوال کا جواب اور میت کو عذاب قبر کا ذکر ہے۔ نیلوی صاحب کے نزدیک صرف دھڑ مراد ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ (بلکہ نقل صحیح یعنی صحیح احادیث اس بات کو صاف اور صریح طور پر بیان کرتی ہیں کہ جسم کے لئے سماعت ہے، نہ روح کے لئے) (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۷۸)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ بعض فقہی کتابوں میں ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی طرف سے جائے۔ کیونکہ یہ صورت میت کے لئے آسان ہے۔ سرہانے کی طرف نہ جائے۔ کیونکہ اس میں میت کو اپنی نگاہ پھیرنے میں اور سرہانے کی طرف متوجہ ہونے میں دقت اور مشقت اور تکان ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ جب فقط روح سنتی ہے اور جسد خاکی نہیں سنتا تو پھر سرہانے کی طرف سے آنے کا امتیاز کیسا۔ ناچار یہ سب کچھ جسم کے خواص ہیں۔ پس اس فقہی روایت کا مضمون بھی جسد کو سماعت کے لئے مخصوص ثابت کرتا ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۸۰)

علامہ شامی بھی (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۶۵ مطلب فی زیارۃ القبور مطبوعہ کوئٹہ پاکستان) میں اسی طرح لکھتے ہیں۔ جیسا کہ خلاصہ الفتاویٰ کی عبارت نیلوی صاحب نے پیش کی ہے۔

لطیفہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ جب میت میں مان لیا گیا کہ وہ زائر کو دیکھ لیتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے۔ اس کا سلام کلام سن لیتا ہے۔ پھر اس کا واپسی جواب بھی دیتا ہے اور زائر کی آمد پر خوش بھی ہوتا ہے اور اس کی آمد کا منتظر بھی رہتا ہے تو تصرف روح فی الابدان کو تسلیم کر لیا گیا۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۲۸۴)

نیلوی صاحب نے پہلے تو فرمایا تھا کہ جسد کے نہ سننے پر اتفاق ہے۔ مگر روح کے سننے میں اختلاف ہے۔ پھر فرمایا کہ روح نہیں سنتی۔ جسد عنصری سنتا ہے۔ نیلوی صاحب عجیب تناقض میں پھنس گئے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔ ''فرشتہ روح کو ہاتھ میں لے کر جنازہ کے ساتھ جاتا ہے اور اس کو خطاب کرتا ہے کہ سن رہا ہے کہ کیا کہا جا رہا ہے تیری بابت۔'' پھر اس کو جنازہ کے ساتھ دفن کر دیا جاتا ہے۔ ''لان خطاب الملک انما ھو للروح الذی بیدہ وھو لیس بمیت'' (روح المعانی ج ۲۱ ص ۵۱) ''والنزاع انما ھو فی الاموات والاموات ھی الاجساد کما مر'' (شفاء الصدور عربی مترجم اردو ص ۷۶، ۷۷، شفاء الصدور عربی ص ۱۳۴) خطاب فرشتہ کا روح کو ہے جو اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ تو زندہ ہے اور سنتا ہے۔ روح مردہ نہیں۔ اختلاف تو صرف مردوں کے بارے میں ہے اور مردے اجساد عنصریہ ہیں کہ سنتے ہیں یا نہیں سنتے۔

خلاصہ تعارض: جسد بالاتفاق مردہ ہے نہیں سنتا۔ روح کے سننے نہ سننے میں اختلاف ہے۔ روح کے سننے میں

اختلاف نہیں۔ کیونکہ وہ میت نہیں زندہ ہے۔ ہاں! جسد عنصری کے سننے میں اختلاف ہے۔ کیونکہ وہ مردہ ہے۔ علامہ شیخ الحدیث محقق العصر حافظ قرآن صدر مدرس مدرسہ ضیاء العلوم بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا ہی بیان فرمائیں کہ ان دو باتوں میں سے کون سی بات ان کی سچی ہے اور کون سی جھوٹی ہے اور کیا جھوٹے شخص پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھنا جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا!

تعارض چہارم: نیلوی صاحب! ہمارے استاذ مکرم کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس محمد بن جریر طبری سنی کی آپ نے منقبت فرمائی ہے وہ کوئی خالص اور کٹر قسم کے سنی نہ تھے۔ مائل الی الرفض تھے۔ (ندائے حق طبع اوّل ص ۲۱۷)

خلافہ: ابن جریر طبری مشہور مفسر اہل سنت کے اساطین میں شمار ہوتے ہیں۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۱۸۲)

نیلوی صاحب سے ہماری درخواست ہے کہ کیا جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ بھی ان سے متفق ہے کہ مائل الی الرفض شخص۔ اہل سنت کے اساطین میں شمار ہوتا ہے۔ نیلوی صاحب شاید اس کا یہ جواب دیں کہ جب جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اکابرین نے میری کتابوں (خاص کر شفاء الصدور) پر تقریظات لکھی ہیں اور مجھے مختلف القاب کے علاوہ امانتی اور دیانتی قرار دیا ہے تو وہ حضرات میرے اقوال کے موید ہیں۔ فلہٰذا وہ میرے ہر جرم میں شریک کار ہیں۔ وہ حضرات نہ تو اندھے تھے اور نہ کسی نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھی تھی۔ اس لئے وہ اس کے ذمہ دار ہیں۔

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل　　　　کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

تعارض پنجم: نیلوی صاحب نے حضرت ملا علی قاری کو عدم سماع موتی کے قائلین میں شمار کیا ہے۔

(ندائے حق طبع اوّل ص ۱۵۳، ۶۰، جلد ثانی ص ۹۴، ۹۵، ۶۲)

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن الہادی ہوں یا ابن حجر، سیوطی، نووی عیاض ہوں یا شیخ عبدالحق، محدث دہلوی، ملا علی قاری وغیرہ ہوں۔ سب سماع عند قبر النبی کے اس لئے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں) (ندائے حق جز ثانی ص ۸۵)

جناب نیلوی صاحب آپ خود ہی بتائیں کہ آپ کون سی بات میں سچے ہیں۔ (مقولہ)

ارے اونٹ کے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی۔

تعارض ششم: امام شافعی و امام احمد سماع موتی کے قائل نہیں ہیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۷، ۳، ۹، ۳۹، ۹۲)

نیلوی صاحب بڑی جرأت کے ساتھ لکھتے ہیں۔ (بلکہ کسی مجتہد کا قول دکھا دیں کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے یا کہے کہ میں سماع موتی کا قائل ہوں) (ندائے حق طبع اوّل ص ۱۵۲)

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اس اصول کے تحت امام شافعی یہاں بھی اس عام کتاب اللہ کو خبر واحد کے ذریعے مخصوص فرما رہے ہیں۔ اسی لئے وہ قریب سے اہل قبور کے سننے کے قائل ہیں اور یہی مسلک ان کے شاگرد امام احمد بن محمد بن حنبل کا ہے۔ جب عام اموات کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوا تو انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے تو بطریق اولیٰ یہی عقیدہ ہوگا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۶)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ البتہ بعض حنفیہ جو دوسرے ائمہ کے مقلدین کی کتب بینی کر کے ان کے مسلک کے ہمنوا ہو گئے ہیں اور دوسرے ائمہ کے مقلدین سماع عند قبر النبی ﷺ کے قائل ہیں۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کا اپنا مسلک یہ ہے کہ میت کوئی بھی ہو، اس کی قبر پر جا کر السلام علیکم کہا جائے تو میت سنتا ہے۔ خواہ اس سننے کی کیفیت کچھ ہو تو اس عموم کے تحت سب ہی اموات آ جاتے ہیں۔ خواہ عامی ہوں خواہ خواص، خواص میں سے

خواہ صوفی ہوں، عالم فاضل ہوں، اولیاء اللہ ہوں اور صالح ہوں۔ شہید ہوں یا صدیق ہوں یا پیغمبر ہوں۔ کچھ فرق نہیں۔ جب قاعدہ کلیہ ہو گیا تو اس میں یہ سوال پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں کہ شوافع، مالکیہ، حنابلہ سماع عند قبر النبی ﷺ کے کس طرح قائل ہو گئے۔ جب کہ خود ہی اس حدیث پر پرزور جرح بھی کرتے جاتے ہیں۔ حاصل جواب کا یہ ہوا کہ قبر نبی ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام کہنے کے ساتھ جو آنحضرت ﷺ کے سماع کے قائل ہیں۔ اس کی یہ وجہ نہیں کہ ان کے پاس کوئی ایسی صحیح حدیث موجود ہے۔ جس کی بناء پر وہ سماع عند قبر النبی ﷺ کا عقیدہ رکھتے ہیں، بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ مطلقاً سماع موتی کے قائل ہیں تو اس کلیہ میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی آ جاتے ہیں۔ یعنی جب دوسرے اموات سنتے ہیں۔ ایسے ہی انبیاء کرام علیہم السلام بھی سنتے ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۴، ۸۵)

جناب نیلوی صاحب خود ہی بتائیں یہ ماجراء کیا ہے؟

تعارض ہفتم: ابن قیم کو نیلوی صاحب نے منکرین سماع موتی میں شمار کیا ہے۔ (ندائے حق طبع اوّل ص ۱۵۳)

خلافہ: ابن قیم سماع موتی کا قائل ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۵)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ کلام ابن قیم کہ میت زائر کو پہچان لیتا ہے۔ (الیٰ ان قال) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو دیکھ کر فرمایا کہ اس حدیث میں اس امر کی تصریح ہے کہ میت کو زیارت کرنے والے کا شعور آ جاتا ہے۔ ورنہ اس کا نام زائر رکھنا درست نہ ہوتا اور جب مزور جس کی زیارت کی جائے، کو زائر کا علم نہ ہو تو اس وقت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے فلاں کی زیارت نہیں کی۔ اصل صحیح ترجمہ یوں تھا کہ اس نے فلاں کی زیارت کی۔ مگر نیلوی بے چارہ خواب خرگوش کی طرح خواب غفلت میں مدہوش رہتا ہے۔ (ڈیروی) اور یہ بات تو تمام قوموں میں معقول ہے۔ اسی طرح میت کو سلام کہنے والے زائر کے سلام کا شعور بھی ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ایسے شخص کو سلام کہنا جسے اس کے سلام کا شعور ہی نہ ہو، یہ تو ایک محال امر ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۶۵)

پھر نیلوی صاحب اس کا جواب دیتے ہیں اور یاد رہے کہ تیسیر شرح جامع صغیر کے مولف حضرت علّامہ منادی رحمہ اللہ ہیں جو شافع المسلک ہیں اور حضرت ابن القیم رحمہ اللہ حنبلی مسلک کے عالم ہیں۔ ان کا قول ہمارے لئے کوئی حجت نہیں۔ چہ جائیکہ ان کا استدلال بھی ایک ضعیف روایت سے ہو۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۶۶)

علّامہ سیوطی نے بھی (شرح الصدور ص ۸۹) میں ابن القیم رحمہ اللہ کے حوالہ سے اس عبارت کو نقل کیا ہے۔
(ندائے حق ج ۲ ص ۳۶۶)

نیلوی صاحب کے مداح کہاں ہیں۔ وہ فیصلہ کریں کہ نیلوی صاحب کی کون سی بات درست ہے اور کون سی جھوٹی اور غلط ہے۔ ایسی باتیں کرنے والا قابل اعتماد ہے یا نہ۔

وہ دنیا تھی جہاں تم بند کرتے تھے زباں میری
یہ محشر ہے یہاں سننا پڑے گی داستاں میری

تعارض ہشتم: نیلوی صاحب نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو بھی منکرین سماع موتی میں شمار کیا ہے۔
(ندائے حق طبع اوّل ص ۱۵۳، نمبر ۱۷)

خلافہ: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۵)

پھر نیلوی صاحب امام تیمیہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جو آپ کی قبر اطہر کے قریب (عند قبر النبی ﷺ) کھڑے ہو کر آپ پر سلام کہتے ہیں تو آپ ﷺ جواباً ان کو سلام کہتے ہیں۔ جس طرح کہ تمام مومن بھی

جب ان پر سلام کہا جاتا ہے تو وہ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی کچھ خصوصیت نہیں ہے۔
(ندائے حق جز ثانی ص ۸۷، جلد ثانی ص ۳۸۳)

نیلوی صاحب نیچے لکھتے ہیں۔ یہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور سماع موتی کے قائلین کا خیال ہے جو حنفیہ کے لئے حجت نہیں۔ نیلوی صاحب بتائیے آپ کی کوئی بات سچی بھی ہے۔ (حالانکہ ضابطہ ہے والکذوب قد یصدق)

تعارض نہم: نیلوی صاحب نے محدث ابن ماجہ کو جید مجتہدین میں شمار کیا ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۲۰)

خلافہ: ابن ماجہ جیسے نے بھی یہ حدیث نہیں لی۔ نیز ابن ماجہ ایسے محدث ہیں جنہوں نے لا مہدی الا عیسیٰ حدیث بیان کی جسے مرزائیوں نے خوب ہوا دی۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۴۳)

تعارض دہم: محمد بن اسحق کے متعلق (نیلوی صاحب لکھتے ہیں) دوسری بات یہ ہے کہ کتاب المغازی کا جامع محمد بن اسحاق خود بھی کذاب ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۸۳) محمد بن اسحاق جیسا دجال اور کذاب (ندائے حق ج ۲ ص ۱۸۴) محمد بن اسحاق جیسے کذاب و دجال (ندائے حق ج ۲ ص ۳۲۳) نیلوی صاحب، محدث ابن ماجہ پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اور اسی طرح اس حدیث کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پالتو بکری چارپائی کے نیچے رکھے ہوئے قرآنی اجزاء میں سے کچھ حصہ کھا گئی۔ حالانکہ اس میں مرکزی راوی عبدالاعلیٰ و محمد بن اسحاق جیسے موجود ہیں اور اس حدیث کو اہل تشیع سٹیجوں پر اور مناظروں میں بڑے چیلنجوں کے ساتھ پیش کرتے رہتے ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۴۳، ۴۴)

قارئین کرام! مندرجہ بالا تحریر سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحاق نیلوی صاحب کے ہاں جھوٹا راوی ہے اور کچی روایتیں روایت کرنے والا ہے۔ فلہٰذا اس کی روایت قابل استدلال نہیں ہے۔ اب قارئین کو تصویر کا دوسرا رخ بھی دکھایا جاتا ہے تاکہ وہ نیلوی صاحب کی دیانت و صداقت و شرافت کا اندازہ خود لگا سکیں۔

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ امام المغازی حضرت محمد ابن اسحاق (ندائے حق ج ۲ ص ۳۷۷) نیلوی صاحب حضرت محدث بنوری پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پھر غیر مقلدین کے ساتھ کیوں الجھتے ہیں۔ جب کہ پکی پکی احادیث پر آپ جرح فرما دیتے ہیں۔ اس بناء پر کہ اس حدیث کا راوی محمد بن اسحاق مثلاً ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۲۴۸)

نیلوی صاحب نے اپنی کتابوں میں محمد بن اسحق کی روایت سے حجت پکڑی ہے۔ مثلاً حضرت کعب اور حضرت ام بشر کا واقعہ نیلوی صاحب نے پیش کیا ہے۔ ابن ماجہ (ص ۱۰۶) وغیرہ کے حوالہ سے دیکھئے۔ (شفاء الصدور طبع اوّل ص ۲۲، ندائے حق جلد ثانی ص ۱۳۰، جز اوّل ص ۱۵۴، ۴۷) اس روایت کی سند میں محمد بن اسحاق موجود ہے۔ اسی طرح نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (مثلاً ایک صحابی کو نماز کی حالت میں تیر لگا۔ ان کا خون بہتا رہا۔ وہ نماز پڑھتے رہے۔ کسی سے ان کی نماز کی نکیر منقول نہیں) (ندائے حق جز ثانی ص ۲۱۰)

اس روایت کی سند میں بھی محمد بن اسحاق ہے۔ دیکھئے (ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹ باب الوضوء من الدم) بہرحال نیلوی صاحب کی دیانت ظاہر ہو گئی۔ (ماشاء اللہ)

سوال: نیلوی صاحب سے بے شک جرم ہوا ہے۔ مگر مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر نے بھی تو اس جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ احسن الکلام میں محمد بن اسحاق پر جرح فرمائی ہے۔ مگر (تسکین الصدور طبع دوم ص ۳۲۹) میں ساتویں دلیل کے تحت جو روایت پیش کی ہے وہ مستدرک حاکم کے حوالہ سے ہے اور اس کی سند میں محمد بن اسحاق ہے۔ نیلوی صاحب

نے اس جرم کے ارتکاب کرنے کے باوجود (ندائے حق جز ثانی ص ۱۸۵) میں مولانا صفدر صاحب پر اعتراض کیا ہے۔

الجواب: مستدرک حاکم کے اندر چونکہ محمد بن اسحٰق تھا۔ اس لئے سند کے رواۃ کا آپ نے ترجمہ بیان نہیں کیا۔ لیکن ساتویں دلیل کا دار و مدار محمد بن اسحٰق پر نہیں بلکہ مسند ابو یعلی کی سند پر ہے۔ جس کے تمام راوی صحیح بخاری کے ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۱، بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۲۹) اس لئے محمد بن اسحٰق کی روایت سے حضرت صفدر نے احتجاج نہیں کیا۔ ان کا فیصلہ ابن اسحٰق کے بارے میں وہی ہے جو احسن الکلام میں مذکور ہوا۔ البتہ نیلوی صاحب اس جرم سے جان نہیں چھڑا سکتے۔

چشم بندو گوش بند و لب بند گر نہ بینی سر حق بر ما بخند

تعارض یازدہم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ''لا الفین احدکم متکئاً علیٰ اریکتہ'' میں کوئی راوی قلیل الحفظ نہیں۔ اسے (امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے) حسن کہا۔ (رواۃ سب ثقہ ثبت عادل ضابطہ متقن ہیں) (ندائے حق جز ثانی ص ۳۱۵) پھر نیلوی صاحب نے اس کے خلاف لکھا ہے۔

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اسی طرح سفیان بن عیینہ مرکزی راوی ہیں۔ ثقہ اخیر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ (کثیر الخطاء سیئی الحفظ احکام القرآن للجصاص ج ۱ ص ۱۷۵، ندائے حق جز ثانی ص ۱۷۵) جناب نیلوی صاحب آپ نے یہاں تو سفیان بن عیینہ کا متغیر الحافظہ ہونا۔ کثیر الخطاء وسیئ الحفظ ہونا بیان کر دیا۔ مگر جناب کو (ص ۳۱۵) میں کیوں بھول گیا کہ آپ نے فرمایا کہ (اس حدیث کی سند) میں کوئی راوی قلیل الحفظ نہیں، کیا اس حدیث کی سند میں سفیان بن عیینہ نہیں ہیں۔

دروغ گورا حافظہ نباشد

محترم نیلوی صاحب امام ترمذی نے جو اس حدیث کے حسن ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ (ترمذی جلد دوم باب ما نہی عنہ ان یقال عند حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یہی فیصلہ بالکل درست ہے۔ آپ کا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام درست نہیں ہے۔ علامہ ذہبی کا فیصلہ بھی یہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''ھذا حدیث حسن غریب تفرد بہ ابن عینیۃ اخرجہ'' (تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۳۶۰)

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم جنید و شبلی و عطار ہم مست

تعارض دوازدہم: نیلوی صاحب نے ابراہیم بن عثمان کو متروک لکھا ہے۔ (خاتم النبیین ص ۳۸)

خلافہ: پھر نیلوی صاحب لکھتے ہیں تو اس سے صاف نتیجہ نکلا کہ ابراہیم بن عثمان ابی شیبہ میں اس قدر ضعف نہیں کہ اس کی حدیث کو مطلقاً متروک کر دیا جائے۔ (سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۹۹، فتح الرحمن ص ۲۸، ص ۴۸ تا ۵۱) اب خود نیلوی صاحب فرمائیں کہ ان کی کون سی بات سچی ہے۔

آپ خود ہی ذرہ اپنے جور و جفا کو دیکھیں اگر ہم عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

تعارض سیزدہم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ثقہ کا لفظ تین معنوں میں مشترک ہے۔ (۱) مطلق عادل۔ (۲) عادل ضابطہ۔ (۳) وہ شخص جس کی کسی نے نہ جرح کی ہو نہ تعدیل۔

(میانہ ص ۵۳، ندائے حق طبع اول ص ۱۷۶، ۲۵۷، جز ثانی ص ۳۳، ۱۷۳)

نیلوی صاحب نے یہ عجیب بات لکھ دی ہے کہ جس کی کسی نے جرح نہ کی ہو نہ تعدیل وہ بھی ثقہ ہے اور جناب نے اس سلسلہ میں کسی قابل اعتماد محدث ماہر اسماء الرجال کی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ ہاں! حوالہ دیا ہے تو محمد

بشیر سہسوانی غیر مقلد کی کتاب صیانۃ الانسان کا جس کی حیثیت ندائے حق معنفہ، علامہ محقق مدقق شیخ الحدیث صدر مدرس مدرسہ ضیاء العلوم سرگودھا سے زیادہ نہیں ہے۔ (تشابہت قلوبہم) البتہ ابن حبان وامام دارقطنی کے ہاں جس راوی پر جرح نہ ہو اور دارقطنی کے ضابطہ کے مطابق دو ثقہ راوی اس سے روایت کریں۔ وہ ثقہ شمار کیا جاتا ہے۔ مگر نیلوی صاحب کے ہاں یہ ضابطہ مسلم نہیں ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۵۲)

فلہٰذا نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ ''ثقہ مجہول ہو سکتا ہے'' رہا امام احمد اور ابن معین کا ثقہ کہنا۔ سو مجہول کے معارض نہیں۔ کیونکہ ثقہ کے تین معنی پہلے گزر چکے ہیں جن میں ایک یہ معنی بھی ہیں کہ جس کی جرح وتعدیل کسی نے نہ کی ہو۔ سو یہاں یہی معنی بن سکتے ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۳۲)

یہ نیلوی صاحب کی بہت بڑی جہالت ہے

کہ امام احمد وامام ابن معین جس راوی کو ثقہ کہہ کر تعدیل کر رہے ہوں پھر بھی وہ نیلوی صاحب کے ہاں مجہول ہے۔ (یاللعجب)

خلافہ: نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں اور ان کتابوں کے بعض راوی عادل وثقہ ہیں اور بعض مستور ومجہول ہیں۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۳۹۸)

معلوم ہوا کہ ثقہ اور مجہول آپس میں مقابل ہیں۔ مگر نیلوی صاحب ضدی ہیں۔

نہیں ہے علم ان میں جہل کی مستی کا جھگڑا ہے — یہ باتیں غیر ثابت ہیں زبردستی کا جھگڑا ہے

تعارض چہاردہم: معتزلہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ بہرحال ہم بفضلہٖ تعالیٰ معجزات انبیاء کے قائل ہیں، جن میں سے قلیب بدر کے مردہ مشرکوں کا زندہ ہو جانا یا ان مردہ دھڑوں کا حضور ﷺ کی بات سن لینا بھی معجزہ ہے۔ اب جو شخص اس بات سے قاعدہ کلیہ نکالے اور کہے کہ ہر مردہ سنتا ہے تو وہ اس معجزہ کا منکر ہوا اور ایسا کہا جا سکتا ہے کہ وہ اگر حنفی ہے تو ان حنفیوں میں سے ہے، جن میں اعتزال والی رگ پائی جاتی ہے۔ مگر صاحب علم محققین جو دوسری طرف رجحان رکھتے تھے ان سے خطاء ہوگئی ہے۔ مگر جو ضد میں آ کر بغیر دلیل کے اہل حق (یعنی نیلوی صاحب کے ہم خیالوں) کو معتزلیوں میں شمار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھ لے گا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۱۹۵)

نیلوی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سماع موتی کے قائل معتزلہ ہیں اور احناف حضرات میں سے جو محققین احناف نے سماع موتی کا قول کیا ہے اور حدیث قلیب بدر کو سماع موتی پر محمول کیا ہے۔ ان سے خطاء ہو گئی ہے اور نیلوی صاحب اور اس کے ہم خیالوں کو معتزلی کہنا بغیر دلیل کے ہے۔ کیونکہ نیلوی صاحب ومن وافقہ سماع موتی کے منکر ہیں، جب کہ معتزلہ قائل ہیں۔

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (معتزلہ اور اہل سنت کا اجماع مرکب) اس مسئلہ عدم تلقین میں حنفیہ اور معتزلہ کا اجماع ہے۔ یعنی اجماع مرکب، حنفیہ تو اس لئے تلقین کے قائل نہیں کہ ان کے نزدیک سماع موتی ثابت نہیں اور معتزلہ اس لئے قائل نہیں کہ ان کے نزدیک مردوں کا قبر میں زندہ ہونا ہی صحیح نہیں ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۱۶) یعنی معتزلہ حیات فی القبر کے قائل نہیں۔ اس لئے وہ سماع موتی وتلقین کے قائل نہیں۔ خلاصہ یہ ہوا معتزلہ سماع موتی کے قائل نہیں۔ چونکہ وہ حیات فی القبر کے قائل نہیں۔ اب جو شخص نیلوی صاحب کی ان دو متعارض عبارتوں کو پڑھے گا وہ کیا نتیجہ نکالے گا۔

یہ ناداں گر گے سجدہ میں جب وقت قیام آیا

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ''اور کہتے ہیں کہ زمخشری نے جو تفسیر کی ہے۔ وہ اسی کے اپنے مذہب اعتزال پر مبنی ہے۔ کیونکہ وہ حیات فی القبور اور منکر نکیر کے سوال کا منکر ہے۔'' (ندائے حق جز اوّل ص ۱۸۷)

تعارض پانز دہم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بلکہ خود بدر میں موجود تھیں۔ جیسے مسلم کے ظاہر الفاظ سے ظاہر ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۸۲)

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ آخر ام المومنین بھی تو بدر میں حاضر نہ تھیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۸۶)

وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موقع پر حاضر نہ تھیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۹۵)

تعارض شانز دہم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ''اور جن خصوصیات کا ذکر صحیح احادیث میں نہیں ہے۔ ان امور میں انبیاء اور امتی سب برابر ہیں۔'' (ندائے حق جز ثانی ص ۴)

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یہ گنبد خضراء (قبہ) جو کہ اب موجود ہے بنوایا تو یہ خاصہ ہے انبیاء کا جن پر دوسروں کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ (رق منشور ص ۶۴) نیلوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں پر گنبد (قبہ) بنانا کون سی حدیث سے ثابت ہے۔ بینوا تو جروا!

اگر کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں تو خاصیت نہیں بن سکتی۔ کیونکہ بقول آپ کے اور جن خصوصیات کا ذکر صحیح احادیث میں نہیں ہے۔ ان امور میں انبیاء اور امتی سب برابر ہیں۔ کیا اولیاء وصلحاء کی قبروں پر گنبد بنانا جائز ہے یا نہ۔ وجہ بیان کریں۔

اک بچہ حجام پھرتے تھے سبھوں کو مونڈتے آج اس کوچہ میں ان کی بھی حجامت ہو گئی

تعارض ہفدہم: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ کیا آپ قسم اٹھا سکتے ہیں کہ کتاب الروح امام ابن قیم کی ہے۔ (رد منکرات ص ۴۰)

محترم نیلوی صاحب! آپ منکر ہیں۔ کیونکہ آپ کے نزدیک کتاب الروح ابن قیم کی نہیں ہے تو قسم منکر پر ہوتی ہے۔ آپ بے شک طلاق مغلظہ اٹھا لیں اور اپنی شوق پوری کریں۔ لیکن جناب کی شوق پوری نہیں ہو سکے گی۔ کیونکہ سننے میں آیا ہے کہ جناب کی اہلیہ وفات پا چکی ہیں۔ اس لئے جناب کی جماعت کے دوسرے افراد اس شوق کو پورا کریں۔ جو شخص مدعی ہے کہ کتاب الروح ابن قیم کی ہے۔ اس کے ذمہ دلیل دینی ہوگی اور اس کے کئی دلائل ہیں۔

دلیل نمبر ۱: حضرت علامہ انور شاہ صاحب کتاب الروح ابن قیم کی مانتے ہیں۔

(العرف الشذی ص ۳۴۲، فیض الباری ج ۱ ص ۱۴۸، ج ۴ ص ۱۸۱)

دلیل نمبر ۲: جناب قاضی شمس الدین صاحب نقل کرتے ہیں۔ ''وقال ابن القیم فی کتابه الروح انه الصواب'' اور کہا ابن القیم نے اپنی کتاب الروح میں یہی صواب ہے۔ (مسالک العلماء طبع اوّل ص ۱۷)

دلیل نمبر ۳: خود امام ابن قیم فرماتے ہیں: ''وقد استوفیت الکلام علی هذا الحدیث وامثاله فی کتاب الروح'' (جلاء الافہام ص ۲۸۲)

اس حدیث پر پورا کلام میں نے کتاب الروح میں لکھ دیا ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

نیلوی صاحب جیسے منکرین کے لئے خود ابن قیم کا حوالہ تازیانہ عبرت کی حیثیت رکھتا ہے۔

خلافہ: پھر خود نیلوی صاحب نے ابن القیم رحمہ اللہ کی کتاب الروح کے بہت سے حوالے اپنی کتابوں میں درج بھی کر دیئے ہیں۔ مثلاً (ردمنکرات ص ۳۳، ۳۷، ۴۱) وغیرہ! اگر یہ کتاب اب القیم کی نہیں ہے تو اپنی کتابوں میں حوالے دینے کی کیا ضرورت تھی۔

آنکھوں ڈالا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے ‌ ‌ ‌ دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

تعارض ہشدہم: ابوہارون عبدی کے متعلق نیلوی صاحب جرح نقل کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔

''اور علامہ ذہبی نے تو اپنے مختصر میں عبدی کے بارے انہ ساقط فرما دیا ہے۔'' (ندائے حق ج ۲ ص ۱۴۲)

خلافہ: نیلوی صاحب نے اسی ساقط اور جھوٹے راوی ابوہارون عبدی کی روایت سے استدلال بھی کیا ہے۔ (ندائے حق جز اول ص ۹۳)

دروغ گورا حافظہ نباشد

تعارض نوزدہم: ابومعاویہ کے متعلق نیلوی صاحب غالی شیعہ اور مرجی خبیث کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۰۹)

خلافہ: پھر نیلوی صاحب (ندائے حق جز اول ص ۱۱) میں اس کی روایت کو حجت کے طور پر پیش بھی کرتے ہیں۔ (ندائے حق طبع اول ص ۱۸۶) میں لکھتے ہیں: ''لیکن ابومعاویہ تو ثقہ اور مرکزی راوی ہے۔ عادل ضابطہ متقن ہے نہ سیئی الحفظ ہے اور نہ کثیر الخطاء''

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

تعارض بستم: نیلوی صاحب نے امام سیوطی کو عدم سماع کے قائلین میں (ص ۵۵) پر (ندائے حق ج ۲ ص ۹۳) میں شمار کیا ہے۔

خلافہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔'' قول سیوطی سے استدلال کا مآل پھر علامہ سیوطی نے جو بات فرمائی ہے کہ مردوں کا ساری مخلوق کے کلام کو سننا بلاشبہ صحیح ہے۔'' (سماع الموتی ص ۱۴۷)

کیا آپ کو تسلیم ہے۔ اگر تسلیم ہے تو آپ میں اور بریلویوں میں کیا فرق ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۳۴)

اب نیلوی صاحب نے امام سیوطی کے عقیدہ کو بریلویوں کا عقیدہ قرار دے دیا ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) نیلوی صاحب آپ کا فرشتہ مسلمان سب کی باتیں سن لیتے ہیں۔ جب وہ آپ کے قریب آ کر بات کریں تو اسی طرح یہی لوگ اگر مردہ کی قبر کے قریب جا کر بات کریں اور مردہ سن لے تو یہ بریلوی عقیدہ کس طرح بن گیا ہے۔ (نعوذ باللہ من سوء الفہم)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے تناقضات اور تعارضات تو اور بھی بہت ہیں جو موقعہ بموقعہ بیان ہوتے رہیں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ) فی الحال اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ تاکہ نیلوی صاحب کے دوسرے کمالات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے جانے کا شرف حاصل کیا جا سکے۔ ''ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ''

مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے ‌ ‌ ‌ ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

باب المخادعات

نیلوی صاحب کے دھوکے

دھوکہ نمبر ۱: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ وسیلہ رفیعہ از پیر طریقت علامہ بھلوی حامی شریعت زیب طریقت عمدۃ الکاملین زبدۃ العارفین فخر المحدثین رأس المناظرین، مخزن علم وحکمت واقف اسرار سیدی ومولای حضرتنا ومولانا الحاج الحافظ القاری خواجہ محمد عبداللہ صاحب بھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ "مسمی بہ وسیلہ رفیعہ" تحریر فرمایا تھا۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۳۴۷)

الجواب: نیلوی صاحب نے میرے شیخ اور مرشد کی تعریف میں مبالغہ اس لئے کیا ہے کہ وہاں سرگودھا میں ان کے مریدوں کی کثرت ہے۔ تعریف میں مبالغہ کر کے دراصل ان کو دھوکہ دینا مقصود ہے۔ تاکہ وہ نیلوی صاحب کے قریب ہو کر نیلوی صاحب کی باتوں کو سن کر گمراہ ہو سکیں۔ اس لئے نیلوی صاحب نے ہمارے پیر بھائیوں کو دھوکہ دینے کے لئے حضرت شیخ ومرشدی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ وسیلہ رفیعہ کی عبارت سے ندائے حق جز ثانی میں ص ۳۴۷ تا ۳۴۲ دو سطر کم چھ صفحات پر کر دیئے ہیں۔ اسی طرح دوسرا دھوکہ یہ بھی ہے کہ ندائے حق کا حجم بھی بڑھ جائے گا۔ لوگوں کو دھوکہ کہ نیلوی صاحب نے بڑی تحقیق سے دلائل جمع کئے ہیں۔ حالانکہ نیلوی صاحب مختلف کتابوں میں سے ایک بڑا حصہ عبارت کا نقل کر دیتے ہیں۔

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا

ہمارے شیخ ومرشد رحمۃ اللہ علیہ کا حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں عقیدہ

ہمارے شیخ ومرشد رحمۃ اللہ علیہ نے جب کہ پنجاب میں یہ مسئلہ چلا تو سب سے پہلے اس مسئلہ میں رسالہ لکھا جس کا نام ہے۔ "القول النقی فی حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)" یہ ۵ رجمادی الثانی ۱۳۷۷ھ میں مکمل ہو کر فوراً طبع بھی ہو گیا تھا، جس میں حضرت نے تحقیق فرمائی کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسمانی وروحانی ہے اور یہ حدیث بھی پیش فرمائی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے اس کو میں سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ پہنچایا جاتا ہے۔ (القول النقی ص ۹)

اب نیلوی صاحب سے عرض ہے کہ اگر حضرت مرشدی وشیخی محمد عبداللہ بھلوی کو سچا سمجھتے ہیں تو ان کی اس تحقیق وعقیدہ پر دستخط کر دیں۔ ورنہ بتائیں کہ آپ نے از راہ نفاق ہمارے پیر بھائیوں کو دھوکہ کیوں دیا ہے۔

اگرچہ پیر ہیں آدم مگر جواں ہیں لات ومنات بدل بدل کر بھیس آتے ہیں ہر زمانے میں

دھوکہ نمبر ۲: نیلوی صاحب نے مولوی ابراہیم دہلوی کی کتاب کشف المغالطات کے حوالوں سے بھی اپنی کتاب ندائے حق اور البیان الاوفی کو پر کیا ہے جس میں ہندوستان کے چند علماء کرام سے عدم سماع موتی کا فتویٰ بھی درج ہے۔ یہ مولوی محمد ابراہیم دہلوی قابل اعتماد شخص نہیں بلکہ بہت بڑا جھوٹا انسان ہے۔

دلیل نمبر ۱: کشف مغالطات در مسئلہ سماع اموات (ص ۱۶۵) میں ہے۔ ضروری اطلاع اے حضرات اتنا آپ صاحبان کو سمجھنا ضروری ہے کہ بعض حضرات علماء حنفیہ سماعت اموات کے مسئلہ کی نسبت یہ ارشاد کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مذہب حنفیہ میں سماعت اموات کا مسئلہ اختلافی ہے بلکہ حنفی مذہب میں مردوں کا نہ سننا اتفاقی مسئلہ ہے۔ تمام فقہ حنفیہ میں اس مسئلہ کو صاف طور سے لکھا ہے بلکہ مراد سماعت موتی کے

مسئلہ کے اختلافی ہونے سے یہ ہے کہ مذہب حنفیہ اور مذہب شافعیہ کا باہم اختلاف ہے۔

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ اتنا بڑا جھوٹ بولنے والا آدمی کس طرح قابل اعتماد ہو سکتا ہے۔

قارئین کرام! راقم الحروف کی اسی کتاب کا باب سماع الموتیٰ عند الامام الاعظم ذرا نکال کر ملاحظہ فرمالیں۔ حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

دلیل نمبر ۲: نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔ صاحب کشف المغالطات کا مغالطہ مؤلف کشف المغالطات حوالوں کی کثرت دیکھ کر مرعوب ہو گئے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۱۸۴)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کی اس عبارت سے ثابت ہوا کہ مولوی محمد ابراہیم دہلوی قابل اعتماد نہیں ہے۔ وہ دھوکہ کھا جاتا ہے اور غلط چیز پر اعتماد کر لیتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب ایسے شیر ببر ہیں کہ حوالوں کی کثرت سے مرعوب نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ اپنی ہی ہانکتے رہتے ہیں۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر مرد ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر

دھوکہ نمبر ۳: حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے نیلوی صاحب نقل کرتے ہیں۔ حضرت قاسم العلوم والخیرات کا فرمان واجب الاذعان، حضرت شیخ مشائخ مشائخنا محمد قاسم النانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے (لطائف قاسمیہ ص ۵) میں فرمایا ہے کہ ایسا یاد پڑتا ہے کہ اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ ہاں! اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ گو عقیدہ تو یہی ہے اور میں جانتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی رہے گا۔ مگر اس عقیدے کو عقائد ضروریہ میں سے نہیں سمجھتا۔ نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں نہ منکروں سے دست و گریباں ہوتا ہوں۔ خود کسی سے کہتا نہیں پھرتا۔ کوئی پوچھتا ہے اور اندیشہ فساد نہیں ہوتا تو اظہار میں دریغ بھی نہیں کرتا۔ آپ اس امر کو ملحوظ رکھیں تو بہتر ہے۔ فقط! (ندائے حق جز ثانی ص ۱۷۱)

الجواب: نیلوی صاحب نے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔

۱...... ایک تو یہ کہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اکثر احادیث ضعیف ہیں۔

۲...... دوسرا کہ حیات انبیاء علیہم السلام کا عقیدہ عقائد ضروریہ میں سے نہیں ہے۔ ان دونوں باتوں کا جواب سنئے۔

اوّل بات کا جواب: حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں کہ ایسا یاد پڑتا ہے کہ اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہیں۔ (لطائف قاسمیہ) یہ شک پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ تو نیلوی صاحب نے نقل دیئے ہیں۔ مگر جو آپ کا یقینی فیصلہ تھا وہ نیلوی صاحب نے نقل ہی نہیں کیا۔ یہ نیلوی صاحب کا کتنا بڑا دھوکہ و دجل و فریب و خیانت ہے۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یقینی فیصلہ ملاحظہ ہو۔ یہاں تو فقط ضعاف ہی نہیں دو ضعیف ہیں تو دو صحیح بھی ہیں۔ رہی آیتیں سو ایک تو ان میں سے یہ آیت ہے: ''ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما'' کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو۔ آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں اور اگر اہل عصر ہی کے ساتھ یہ فضیلت مخصوص تھی تو آیت: ''النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم'' کے دونوں جملے جدی جدی آپ کی حیات پر ایسی طرح دلالت کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ قرآن ماننے والوں کو تو گنجائش انکار رہتی نہیں اور جو شخص قرآن کے انکار سے موافق حدیث

ثقلین لاریب داخل زمرہ گمراہان ہو چکا۔ اس کی راہ پر لانے کی کوئی تدبیر نہیں۔ (آب حیات ص ۴۰ تا ۴۱)

قارئین کرام! حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حیات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں احادیث صحیحہ وضعیفہ برابر ہیں۔ یعنی دونوں مروی ہیں۔ ان کے علاوہ قرآن مجید کی آیتیں بھی ہیں۔ اس لئے قرآن کا منکر گمراہ ہے۔

دوسری بات کا جواب: حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس بات کو عقائد ضروریہ میں سے قرار دیا ہے۔ اس سے مراد ان کا وہ مشہور نظریہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا روح بوقت وفات خارج عن الجسد نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان کی یہ عبارت کہ نہ تعلیم ایسی باتوں کی کرتا ہوں۔ اس پر شاہد ہے۔ ورنہ تو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کو قرآن مجید کا منکر قرار دے کر گمراہ فرما رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ منکر قرآن آخری درجہ کا گمراہ ہوتا ہے۔ خود نیلوی صاحب کے نزدیک کافروں کی حیات کا منکر کافر ہے۔ فاسقوں کی حیات کا منکر کافر ہے۔ مومنوں کی حیات کا منکر کافر ہے۔

حوالہ نمبر ۱: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اگر عالم برزخ میں زندگی اور حیات نہ مانیں تو عذاب قبر اور تنعیم قبر کا انکار لازم آتا ہے۔ حالانکہ عذاب وثواب قبر کے متعلق متواتر احادیث وارد ہیں بلکہ قرآن پاک کی بہت سی آیات سے ثابت ہے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے اور علماء امت نے عذاب وثواب قبر کے انکار کو کفر کہا ہے۔
(ندائے حق جز اول ص ۶)

حوالہ نمبر ۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں اور شرح مقاصد میں ہے۔ ''اتفق اهل الحق علیٰ ان الله تعالیٰ یعید الی المیت فی القبر نوع حیاة قدر ماتیالم ویتلذذ یشهد بذالک الکتاب والاخبار والآثار'' یعنی ضروریات دین میں یہ مسئلہ ثابت ہے جس پر تمام اہل حق کا اتفاق ہے اور اجماع ہے اور قرآن پاک اور احادیث نبویہ اور صحابہ اور تابعین، سلف صالحین کے اقوال بھی اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں میت کی طرف دوبارہ پھر ایک خاص قسم کی حیات دے دیتے ہیں اور دیتے بھی ہیں۔ صرف اسی قدر جتنے سے دکھ یا سکھ محسوس کر سکے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے پہنچے۔ (ندائے حق جز اول ص ۱۹، جلد ثانی ص ۳۴۵) میت، مردہ کی لاش (جسد عنصری کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ البتہ روح نکل جائے تب اسے آدمی یا انسان نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ میت ہے یا فلاں بندے کی نعش (لاش) ہے۔ اگر آدمی کہہ بھی دیتے ہیں تو مجازی طور پر کہتے ہیں۔ (ندائے حق جز اول ص ۲۷۵)

پس ثابت ہوا کہ میت (جسدی عنصری) میں اتنی حیات تسلیم کرنا کہ کافر وفاسق کو عذاب قبر ہو اور مومن میں اتنی حیاۃ تسلیم کرنا کہ قبر میں اس کو راحت ونعمت ولذت محسوس ہو، یہ ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے تو ولی وشہید وصالح وصدیق ونبی میں اتنی حیاۃ تسلیم کرنا تو بطریق اولیٰ ضروریات دین میں سے ہوا۔ فلہٰذا وہ لوگ ٹھنڈے دل سے سوچ لیں جو دن رات انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی عنصری کا انکار کرتے ہیں۔ وہ نیلوی صاحب کے نزدیک کون ہوئے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ نیلوی کہتا ہے کہ ایسا عقیدہ جس میں غیر نبی کی نبی پر فضیلت ہو اور انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی ہو۔ وہ بلا ریب کفر ہے۔ (ندائے حق جز اول ص ۵۵۲)

اب قارئین کرام! غور فرمالیں کہ مومنین کے جسد عنصری میں بھی حیات ہو اور ان کے ارواح مع اجساد عنصریہ لذت محسوس کر رہے ہوں۔ نعمتیں حاصل کر رہے ہوں اور انبیاء علیہم السلام کے اجساد عنصریہ لذت اٹھانے سے اور نعمتوں کے محظوظ ہونے سے محروم ہوں تو یہ انبیاء علیہم السلام کی بلا ریب گستاخی وتوہین ہے۔

اقوال شہ دین کے جو پابند نہیں ہیں احمق ہیں زمانے کے خرد مند نہیں ہیں

دھوکہ نمبر ۴: نیلوی صاحب نے ندائے حق اور شفاء الصدور اور رق منثور اور البیان الاوفی میں بشیر الدین قنوجی کی کتاب کے حوالے دیئے ہیں اور پھر کہیں لکھ دیتا ہے۔تلمیذ شاہ محمد اسحاق اور کہیں لکھ دیتا ہے۔تلمیذ خاص شاہ محمد اسحاق، نیلوی صاحب دراصل دھوکہ یہ دینا چاہتے ہیں کہ بشیر الدین قنوجی حنفی ہے اور حضرت شاہ صاحب محمد اسحاق دہلوی کا خاص شاگرد ہے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ شاگرد خاص اس کو کہا جاتا ہے جو استاذ کے علوم کو اپنے شیخ کے نظریہ وعقیدہ کے مطابق پھیلائے لیکن جو شخص اپنے شیخ کے نظریے کے خلاف ہو جائے۔اس کو شاگرد خاص کہنا دھوکہ ہے۔ حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی ایسے لوگوں کو جو تقلید شخصی کو بدعت وضلالت کہتے تھے۔گمراہ کہا ہے۔(رسالہ مع فتاویٰ ص ۱۲،۷ ملحق بنظام الاسلام مطبوعہ کمینشن پرکاش لاہور) یہ وہی بشیر الدین قنوجی ہے جو فتاویٰ غرائب سے امام اعظم کا مسلک عدم سماع الموتی نقل کرتا ہے جس پر مکمل و بحث۔راقم الحروف نے باب سماع الموتی عند الامام الاعظم میں کر دی ہے۔

دھوکہ نمبر ۵: نیلوی صاحب نے ندائے حق میں محمد بشیر غیر مقلد کی کتاب صیانۃ الانسان کے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔مگر نیلوی صاحب نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ غیر مقلد ہے تاکہ لوگوں کو دھوکہ دیا جاسکے۔یہ محمد بشیر غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی کا شاگرد ہے۔ (الحیاۃ بعد المات ص ۳۶۴، ناشر المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل)

دھوکہ نمبر ۶: نیلوی صاحب نے امیر علی کی تفسیر مواہب الرحمن اور عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ کے حوالے بھی (ندائے حق طبع اوّل ص ۱۵۷، جلد ثانی ص ۴۰۵،۸، البیان الاوفی ص ۲۷) میں درج کر دیئے ہیں۔مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ حنفی ہے یا غیر مقلد بلکہ نیلوی صاحب کے شاگرد شیر محمد صاحب نے تو یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حضرت مولانا سید امیر علی حنفی فرماتے ہیں۔ (آئینہ تسکین الصدور ص ۱۹۹)

استاذ وشاگرد دھوکہ دینے میں بہت مہارت رکھتے ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ امیر علی غالی ومتعصب قسم کا غیر مقلد تھا جس کے دلائل یہ ہیں۔

دلیل نمبر ۱: امیر علی صاحب نے (تعقیب علی التقریب ص ۵۲۴) میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر ان الفاظ سے جرح کی ہے۔نعمان بن ثابت ابوحنیفۃ الکوفی ضعفہ، النسائی میں قبل حفظہ والدارقطنی وابن عدی۔پھر توثیق کے حوالے بھی نقل کئے ہیں۔مگر یہ انداز منافقانہ پالیسی کا ایک حصہ ہے۔

دلیل نمبر ۲: مولانا عبدالحئی حسنی (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۷۵) میں لکھتے ہیں۔ثم لازم القاضی بشیر الدین العثمانی القنوجی ''واخذ الحدیث عن الشیخ المحدث نذیر حسین الدھلوی'' بشیر الدین قنوجی کی صحبت کو لازم پکڑ کر اس سے پڑھتا رہا اور پھر حدیث شیخ نذیر حسین محدث دہلوی غیر مقلد سے حاصل کی۔

''غیر متصلب فی المذھب الحنفی یتتبع الدلیل ویترک التقلید اذا وجد فی مسئلۃ نصاً صریحاً مخالفاً للمذھب غیر منسوخ وھو من اشیاخی'' (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۷۶) یہ امیر علی مذہب حنفی میں پختہ نہیں تھا۔دلیل تلاش کر کے تقلید کو چھوڑ دیتا تھا۔جب کسی مسئلہ میں نص صریح مذہب حنفی کے مخالف پالیتا جو غیر منسوخ ہوتی اور وہ امیر علی میرے استاذوں میں سے تھا۔

دلیل نمبر ۳: شیخ الکل نذیر حسین صاحب دہلوی کی (سوانح الحیات بعد المات ص ۳۶۵) میں اس کو دہلوی صاحب غیر مقلد کا شاگرد شمار کر کے ص ۴۵۹ پر ان الفاظ کے ساتھ ان کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔مولوی سید امیر علی ملیح آبادی صاحب تصانیف جلیلہ۔

دلیل نمبر ۴: مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں۔ مولانا سید امیر علی نے رجب ۱۳۳۷ھ میں لکھنو میں انتقال کیا۔ مسلکاً اہل حدیث تھے۔ (برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ ص ۳۵۰) اس کتاب کے حاشیہ میں امیر علی کے اہل حدیث ہونے کا ثبوت (نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۷۵، ۷۶، علمی اجالے ص ۶۲ تا ۶۷ مؤلفہ امیر حسن نورانی استاذ ادبیات اسلامیہ کالج لکھنو، راجہ رام بک ڈپو وارث نولکشور لکھنو مطبوعہ ۱۹۵۹ء) سے پیش کیا گیا ہے۔

(نوٹ) محمد اسحاق صاحب بھٹی ہفت روزہ اہل حدیث لاہور کے مدیر بھی ہیں۔

دلیل نمبر ۵: خود امیر علی صاحب (التذنیب لتعقیب التقریب ص ۳۴) میں لکھتے ہیں کہ میری اسناد تحصیل علم کی نذیر حسین دہلوی سے تا شوکانی غیر مقلد پہنچتی ہے۔ (ملخصاً)

دلیل نمبر ۶: عین الہدایہ و فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ امیر علی نے اس لئے لکھا ہے تاکہ جاہل قسم کے اردو خوان غیر مقلد ان تراجم کو پڑھ کر فقہ کی کسی نہ کسی جزئی پر اعتراض کر سکیں۔ پھر اپنی طرف سے ان دونوں کتابوں کے مقدمہ لکھ کر کافی زہریلا مادہ پھیلایا گیا ہے۔ اصل مقصد ترجمہ نہیں بلکہ فقہ حنفیہ کو بدنام کرنا مقصود ہے۔ مشہور تو اپنا نام امیر علی حنفی کیا۔ مگر حقیقت میں زہریلا غیر مقلد ہے تاکہ حنفیوں کو آسانی سے گمراہ کیا جا سکے۔ اس لئے مسائل اختلافیہ میں اس نے احناف کے نظریہ کو کمزور قرار دیا ہے۔

حوالہ نمبر ۱: تراویح صحیح حدیث سے مع وتر کے گیارہ ہی رکعات ثابت ہیں۔

(عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ از امیر علی ص ۵۶۳، بحوالہ انوار مصابیح ص ۵۱)

حوالہ نمبر ۲: عین الہدایہ میں رفع یدین کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ جھوٹی دمن گھڑت روایت "فما زالت تلک صلوٰتہ" حتیٰ لقی اللہ تعالیٰ (رسول اللہ ﷺ کی نماز رفع یدین عند الرکوع وغیرہ کے ساتھ ہمیشہ رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے یعنی وفات پائی) کو ثابت و صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح ناظرین کرام دوسرے اختلافی مسائل پر نظر کر کے دیکھ لیں۔ اس کا نفاق ظاہر ہو جائے گا۔ پروفیسر طالب الرحمن غیر مقلد نے احناف پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے اور جب شہوت نے زور مارا تو کہنے لگے کہ اجنبی عورت کے چہرے پر پڑے ہوئے غبار سے تیمم جائز ہے۔ (عین الہدایہ ج ۱ ص ۱۴۷، التحقیق فی مسئلۃ رفع یدین ص ۲۲۰ حصہ اول)

قارئین کرام! آپ نے اس حوالہ سے بھی اندازہ کر لیا ہوگا کہ یہ حوالہ نہ تو ہدایہ میں ہے نہ فقہ کی کسی کتاب میں ہے۔ یہ محض بدنام کرنے کے لئے اس غیر مقلد امیر علی نے ایسا کیا ہے۔ منافقانہ چال سے یہ لوگ حنفیوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ حنفی عوام تو اپنے مقام پر رہے۔ حنفی مولوی بھی بہت سادہ لوح ثابت ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حنفی مولویوں کو سمجھ نصیب فرمائے۔

لباس خضر میں یہاں ہزاروں راہ زن بھی پھرتے ہیں — اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

نیلوی صاحب اور اس کے شاگرد بھی مسلمانوں کو اسی قسم کے دھوکے دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو بھی ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین!

دھوکہ نمبر ۷: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ پس مسئلہ نزاعیہ میں تصریحات کو نظر انداز کرنا اور ادھر ادھر کے رطب و یابس اقوال یا تاویلات سے کام چلانا سخت غلطی ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۴۷۷)

اس عبارت سے نیلوی صاحب نے یہ دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ نیلوی صاحب تو صریح روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔ جب کہ ان کے مخالف ادھر ادھر کے رطب و یابس اقوال پیش کرتے ہیں یا تاویلات سے

کام چلاتے ہیں۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) حالانکہ نیلوی صاحب نے خود اسی روایت سے جس کی اس مقام پر تردید کررہے ہیں، استدلال کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان قرار دیا ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۱۷۹)

دوم: نیلوی صاحب نے جو سماع موتی کی صریح وصحیح احادیث ہیں ان میں تاویلات کر کے ان کو رد کر دیا ہے اور جن روایتوں کا عدم سماع موتی سے تعلق بھی نہیں، ان کو عدم سماع موتی میں دلیل وحجت بنایا ہے۔ مولانا سجاد بخاری صاحب راہنما جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ، نیلوی صاحب کی کتاب شفاء الصدور پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ دوسرے باب میں وہ حدیثیں مذکور ہیں جو مصنف (نیلوی صاحب کے نزدیک نفی سماع موتی پر دلیل ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان چودہ حدیثوں میں سے ایک بھی ایسی نہیں جسے اصل دعویٰ کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہو۔ ان سب حدیثوں سے مصنف اور مترجم نے زبردستی کھینچ تان کر سماع موتی کی نفی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ بعض جگہوں میں تو مصنف نے نہایت ہی رکیک بلکہ مضحکہ خیز تاویلوں کا ارتکاب کیا ہے۔ (تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ جولائی ۱۹۶۸ء ص ۳۶)

سجاد بخاری صاحب نے نیلوی صاحب وبندیالوی صاحب کی جہالتوں کا پردہ اچھی طرح چاک کر دیا ہے۔ اس لئے راقم الحروف نے مقدمہ کے اندر اس تبصرہ کی پوری فوٹو کاپی درج کر دی ہے۔

نیلوی صاحب کا اقرار

نیلوی صاحب (شفاء الصدور ص ۳۵ طبع اول) میں ان چودہ حدیثوں کے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ باقی رہا ایک خدشہ کہ ان میں کوئی صریح روایت نہیں جس میں لکھا ہو کہ مردے نہیں سنتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ایک امر بدیہی کے لئے اگر کوئی دلیل بیان نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ الخ بلفظہ!

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے مان لیا کہ وہ تاویلات سے کام چلاتے ہیں۔ فلہٰذا صغریٰ، کبریٰ نیلوی صاحب کے تسلیم شدہ ہیں تو نیلوی صاحب کو اس کا نتیجہ بھی ضرور تسلیم کرنا ہوگا۔ صغریٰ یوں ہے۔ نیلوی صاحب مسئلہ نزاعیہ میں تاویلات سے کام چلاتے ہیں۔ کبریٰ یوں ہے اور مسئلہ نزاعیہ میں تاویلات سے کام چلانا سخت غلطی ہے۔ نتیجہ یوں آئے گا۔ فلہٰذا نیلوی صاحب کی سخت غلطی ہے۔ نیز نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ عدم سماع موتی کا مسئلہ بدیہی ہے۔ یہ سخت غلطی ہے۔ اگر یہ مسئلہ بدیہی ہوتا تو نیلوی صاحب کو دلائل قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نیلوی صاحب کو سمجھ عطاء کرے۔

دھوکہ نمبر ۸: نیلوی صاحب طبقہ ثالثہ کی کتابوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ طبقہ ثالثہ کی اکثر احادیث فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں بلکہ ان کے خلاف پر اجماع ہو چکا ہے اور مسند ابویعلی موصلی اور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ دار قطنی مسند ابی داؤد طیالسی، مستدرک حاکم کتب بیہقی تصانیف طبرانی طبقہ ثالثہ کی کتابیں ہیں۔ ہم تو اس قاعدہ پر پختہ ہیں اور قاعدہ ہذہ سے سرمو اغماض واعراض نہیں کرتے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۶۸)

الجواب: نیلوی صاحب نے دھوکہ دیا ہے اور جھوٹ بولا ہے۔ نیلوی صاحب نے اپنی اسی کتاب ندائے حق میں بہت سے مقامات پر طبقہ ثالثہ بلکہ رابعہ بلکہ خامسہ وسادسہ کی روایتوں سے بھی استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ کریں۔ (ندائے حق جز اول ص ۷۳)

سجین مقام برزخ کے عنوان کے تحت۔ پھر (ص ۷۵) میں ہے۔ (رواہ ابن عساکر) نیز اسی صفحہ میں

دوبارہ ہے۔ (رواہ ابن ابی الدنیا) نیز (ص ۷۶) میں ابن ابی الدنیا سے دوروایتیں اور سنن سعید بن منصور کا بھی ذکر ہے۔ نیز (ص ۸۶) میں شرح الصدور کے حوالے سے روایتیں نقل کی ہیں۔ (ص ۹۳) میں ابونعیم اصفہانی سے اور بیہقی کی دلائل النبوت سے اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ کی تفسیروں سے روایتیں نقل کی ہیں۔ (ص ۹۴) میں الحاوی للفتاویٰ بشریٰ الکیب، طبرانی، ابن ماجہ، ابن عساکر سے روایتیں نقل کی ہیں۔ (ص ۹۵) میں طبرانی الدر المنثور اور (ص ۹۶) میں روح المعانی سے (ص ۹۷) میں ابن جریر خازن و مدارک کے حوالہ سے روایتیں نقل کی ہیں۔ کہاں تک قارئین کی خدمت میں لکھوں۔ اکثر ندائے حق ہی طبقہ ثالثہ ورابعہ وغیرہ کی روایتوں سے بھرا پڑا ہے۔ مگر نیلوی صاحب کو بات کرتے ہوئے شرم بھی محسوس نہیں ہوتی۔

دنیا میں ڈھیٹ اور بے حیاء اور بھی ہیں　　مگر سب پر سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

قارئین کرام! نیلوی صاحب کی کتابیں تلبیس ودجل وخداع کا پلندہ ہیں۔ باب بہت طویل ہو جائے گا۔ لیکن نیلوی صاحب کے فریب ختم نہیں ہوں گے۔ اس لئے مجبوراً ان چند سطروں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

باب المشاہدات

آنکھوں دیکھے واقعات

واقعہ نمبر ۱: ۱۹۳۲ء میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں ملک شاہ فیصل اوّل شاہ عراق سے فرمایا کہ ہم دونوں کو موجودہ قبروں سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے تھوڑے فاصلہ پر دفن کر دیا جائے۔ اس لئے کہ میرے مزار میں پانی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مزار میں نمی شروع ہو گئی ہے۔ شاہ یہ خواب مسلسل دوراتوں میں دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ کیا کروں۔ تیسری شب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عراق کے مفتی اعظم کو خواب میں یہی ہدایت فرمائی۔ کہا کہ ہم دوراتوں سے بادشاہ کو کہہ رہے ہیں۔ لیکن اس نے اب تک اس کا انتظام نہیں کیا۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ اس کو متوجہ کر کے اس کا فوری بندوبست کراؤ۔ چنانچہ اگلے روز صبح ہی صبح مفتی اعظم نوری سعید پاشا وزیر اعظم کو ہمراہ لے کر بادشاہ سے ملے۔ (بالآخر) جب ان دونوں حضرات کو اپنی اپنی قبروں سے نکالا گیا تو نعش ہائے مبارک کا کفن حتیٰ کہ ریش ہائے مبارک کے بال تک صحیح حالت میں تھے۔ نعشوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ دو تین گھنٹے سے زائد وقت نہیں گزرا۔ حالانکہ تیرہ سو سال گذر چکے تھے۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ان دونوں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی پراسرار چمک تھی کہ بہتوں نے چاہا کہ ان سے آنکھیں ملائیں، مگر ان کی نظریں اس چمک کے سامنے نہ ٹھہر سکتی تھیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ایک ڈاکٹر جرمن ماہر چشم جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا۔ بے اختیار ہوا اور آگے بڑھ کر مفتی اعظم عراق کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ آپ کے مذہب اسلام کی حقانیت اور ان صحابہ کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ لایئے مفتی اعظم ہاتھ بڑھایئے۔ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

قارئین کرام! اس واقعہ کی مکمل تفصیل ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی اگست ۱۹۶۴ء میں موجود ہے۔ اس لئے اس کا عکس ملاحظہ کریں۔

۱۹۹ بابت ۱۰ اگست ۱۹۹۲ء

جناب عبداللہ یٰسین حسنی صاحب

ناقابلِ انکار صداقت

مذہب کی سچائی اور حقانیت کی سب سے بڑی دلیل عام فہم ثبوت اور ناقابلِ انکار حقیقت مشاہدہ (چشم دید واقعہ) ہے۔ آئیے اب ہم صداقتِ دینِ اسلام و حقانیتِ قرآن پر اپنے ہی زمانے کا ایک مشاہدہ "(چشم دید واقعہ)" پیش کرتے ہیں تاکہ حق پرست و انصاف پسند اہلِ علم و فہم طرف داری سے بلند ہو کر سوچیں سمجھیں اور حقیقت تک پہنچیں۔

قصبہ سلمان پاک جو بغداد سے ۴۰ میل کے فاصلے پر ہے، زمانہ قدیم میں جس کا نام مدائن تھا، جہاں اکثر صحابہ کرامؓ گورنری کے عہدے پر فائز رہے، یہاں ایک شاندار مقبرے میں حضرت سلمان فارسیؓ مشہور صحابی مدفون ہیں اور آپ کے گنبد مزار سے متصل نبی آخر الزماں ﷺ کے دو صحابہ حضرت حذیفہ الیمانیؓ اور حضرت جابرؓ بن عبد اللہؓ کے مزارات ہیں۔ ان دونوں اصحابِ رسول ﷺ کے مزارات پہلے سلمان پاک سے دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک غیر آباد جگہ پر تھے۔

ہوا یہ کہ حضرت حذیفہؓ نے خواب میں ملک فیصل اوّل شاہِ عراق سے فرمایا کہ ہم دونوں کو موجودہ مزاروں سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے تھوڑے سے فاصلے پر دفن کر دیا جائے، اس لئے کہ میرے مزار میں پانی اور جابرؓ کے مزار میں نمی شروع ہو گئی ہے۔

شاہ یہ خواب مسلسل دو راتوں میں دیکھتا رہا اور شاید بے پروائی یا انہماکِ امورِ سلطنت کے باعث بھول گیا۔ تیسری شب حضرت موصوفؓ نے عراق کے مفتی اعظم کو خواب میں یہی ہدایت فرما کر کہا کہ ہم دو راتوں سے بادشاہ کو کہہ رہے ہیں لیکن اس نے اب تک اس کا انتظام نہیں کیا، اب یہ تمہارا کام ہے کہ اس کو متوجہ کر کے اس کا فوری بندوبست کراؤ۔

چنانچہ اگلے روز صبح ہی صبح مفتی اعظمؒ نوری السعید پاشا وزیر اعظم کو ہمراہ لے کر بادشاہ سے ملے اور ان سے اپنا خواب بیان کیا۔ شاہ فیصل نے کہا میں بھی دو راتوں سے خواب میں یہی دیکھ رہا ہوں۔

آخر کافی غور و مشورے کے بعد شاہ نے مفتی اعظم سے کہا کہ آپ مزارات کھولنے کا فتویٰ دے دیں تو میں اس [illegible] کے لئے تیار ہوں۔ جب مفتی اعظم نے مزارات کے کھولنے اور لاشوں کو منتقل کرنے کا فتویٰ دے دیا تو یہ فتویٰ اور شاہی فرمان دونوں اس اعلان کے ساتھ اخبارات میں شائع کر دیئے گئے کہ بروز

۲۰۰

علیہ فرمان بعد نمازِ ظہر ان دونوں اصحابِ رسول ﷺ کے مزارات کھول لیے جائیں گے۔

اخبارات میں یہ حال شائع ہوتا تھا کہ تمام دنیائے اسلام میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی، ریڈیو اور دوسری خبر رساں ایجنسیوں نے اس خبر کو تمام دنیا میں پہنچا دیا۔ حسنِ اتفاق دیکھئے کہ اُن دنوں موسمِ حج ہونے کے باعث تمام دنیا سے مسلمان حج کیلئے حرمین شریفین (مکے مدینے) میں جمع ہو رہے تھے جب انھیں یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے شاہِ عراق سے یہ خواہش ظاہر کی کہ مزارات حج کے چند روز بعد کھولے جائیں تاکہ وہ بھی شرکت کر سکیں۔ اسی طرح حجاز، مصر، شام، لبنان، فلسطین، ترکی، ایران، بلغاریہ، افریقہ، روس، ہندوستان وغیرہ وغیرہ ملکوں سے شاہِ عراق کے نام بے شمار تار پہنچے کہ ہم بھی جنازوں میں شریک ہونا چاہتے ہیں، مہربانی فرما کر مقررہ تاریخ چند روز بڑھا دی جائے۔

چنانچہ دنیا کے مسلمانوں کی خواہش پر یہ دوسرا فرمان جاری کر دیا گیا کہ اب یہ رسم حج کے دس دن بعد ادا کی جائے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی خواب میں اہلِ مزارات کی عجلت کی تاکید کے پیشِ نظر احتیاطی تدابیر بھی کی گئیں کہ پانی مزارات تک پہنچنے نہ پائے۔

آخر کار وہ دن بھی آ گیا جس کی آرزو میں لوگ جوق در جوق سلمان پاک میں جمع ہو گئے، دوشنبہ کے دن بارہ بجے کے بعد لاکھوں انسانوں کی موجودگی میں مزارات کھولے گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت حذیفۃ الیمانی رضی اللہ عنہ کے مزار میں کچھ پانی آ چکا تھا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے مزار میں نمی پیدا ہو چلی تھی۔ حالانکہ دریائے دجلہ وہاں سے کم از کم دو فرلانگ دور تھا۔

تمام ممالک کے سفیر، عراقی حکومت کے تمام ارکان اور شاہ فیصل کی موجودگی میں پہلے حضرت حذیفۃ الیمانی رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کو کرین کے ذریعے زمین سے اس طرح اوپر اٹھایا گیا کہ ان کی نعش کرین پر نصب کئے ہوئے سٹریچر پر خود بخود آ گئی۔ اب کرین سے سٹریچر کو علیحدہ کر کے ہز میجسٹی شاہ فیصل، مفتی اعظم عراق، وزیر مختار جمہوریہ ترکی اور پرنس فاروق ولی عہد مصر نے کندھا دیا اور بڑے احترام سے ایک شیشہ کے تابوت میں رکھ دیا، پھر اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کو مزار سے باہر نکالا گیا۔

نعش ہائے مبارک کا کفن حتیٰ کہ ریش ہائے مبارک کے بال تک بالکل صحیح حالت میں تھے، نعشوں کو دیکھ کر یہ اندازہ ہرگز نہیں ہوتا تھا کہ یہ تیرہ سو سال قبل کی نعشیں ہیں، بلکہ گمان یہ ہوتا تھا کہ شاید انھیں رحلت فرمائے دو تین گھنٹے سے زائد وقت نہیں گذرا، سب سے عجیب بات یہ تھی کہ ان دونوں کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی پُراسرار چمک تھی کہ بہتوں نے چاہا کہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں، لیکن ان کی نظریں اُن کے سامنے ٹھہر ہی نہ سکیں، ٹھہر بھی کیسے سکتی تھیں؟

بڑے بڑے ڈاکٹر یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے، ایک جرمن ماہرِ چشم جو بین الاقوامی شہرت کا مالک تھا، اس تمام کارروائی میں بڑی دلچسپی لے رہا تھا اس نے جو یہ منظر دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا، وہ اس سے کچھ اتنا بے خود

۲۰۱

ہوا کہ ان کی نعش ہائے مبارک تا حال تروتازہ ہیں جس کے [illegible]
جس کے سبب اسلام کی حقانیت اور ان صحابہ [illegible]
نائب مفتی اعظم نے ہاتھ بڑھا [illegible] مسلمان ہوتا ہوں [illegible]

اس موقع پر ایک جرمن فلم ساز کمپنی نے [illegible] احسان کیا کہ اس نے شاہ عراق کی منظوری سے اپنے خرچ پر [illegible] پر کوئی تیس فٹ لمبا اور بیس فٹ چوڑا ٹیلی ویژن کا سکرین لگا دیا [illegible] چاروں طرف بھی چھت سے معلق چار سکرین لگا دیئے [illegible] مزارات کے کھلنے کے وقت سے آخر وقت تک تمام کارروائی دکھائی [illegible] زیارت کے شوق میں کوئی [illegible] اور اس طرح ہزاروں لوگ اس ہجوم میں پس کر مرنے سے بچ گئے، مردوں، عورتوں اور بچوں نے نہایت آسانی سے پوری کارروائی دیکھی۔

دوسرے دن بغداد کے سینماؤں میں اس واقعہ کی فلم دکھائی گئی۔ اس واقعہ کے فوراً بعد [illegible] پر پھیل گئی اور بے شمار یہودی، عیسائی خاندان بلکہ [illegible] پیغامات [illegible] جوق در جوق مسجدوں میں قبول اسلام کیلئے آتے تھے [illegible] جاتے تھے اس موقع پر مشرف بہ اسلام ہونے والوں کی تعداد اتنی تھی کہ اس کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔

یہ چشم دید معجزہ کسی کتاب میں لکھا ہوا گئے زمانے کا تاریخی واقعہ نہیں ہے، یہ ہمارے ہی زمانے [illegible] دیکھا حال ہے اس کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا ۱۳۵۱ھ میں اس معجزہ کا ظہور ہوا ہے۔ اس کو ہر مذہب و ملت اور کئی ممالک کے اشخاص نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اس کی دنیا کے اخبارات نے [illegible] سے تشہیر کی ہے اور اس کے [illegible] مزارات [illegible] افراد کے بھی نہ تھے [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مشہور و معروف صحابہ کے مزار تھے جن کو [illegible] لوگ جانتے اور مانتے تھے اور جو اب بھی مرجع خلائق بنے ہوئے ہیں۔

[illegible] ٹھنڈے دل سے غور کرے [illegible] قیاس اور سائنس کے پاس اس کا کوئی جواب ہے؟ کیا کوئی صاحب عقل و ہوش [illegible] صاحب انصاف [illegible] انکار کر سکتا ہے؟ یقیناً [illegible] حقیقت [illegible] ہو کہ وہ اقرار کرے گا کہ اللہ کا دین اسلام سچا ہے اور اللہ کا بھیجا ہوا آخری حکم [illegible] اور محمد [illegible] قرآن مجید [illegible] خاص فرد، خاندان، قوم، یا [illegible] تمام انسانیت کے لئے ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ [illegible] اسلام، راولپنڈی)

واقعہ نمبر ۲: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ میت پانی میں ڈوبنے لگے تو اسے منتقل کیا جا سکتا ہے۔ فی المصنف لابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ ملتان۔ "حدثنا ابو اسامه قال اخبرنا اسمعیل انا قیس قال رمیٰ مروان طلحة یوم الجمل بسهم فی رکبته فمات فدفناه علی شاطی الکلاء فرای بعض اهله انه قال الا تر یحونی من هذا الماء فانی قد غرقت ثلث مرات یقولها قال فنبشوه فاشتروا له دار آل ابی بکرة بعشرة آلاف فدفناه فیها"

یعنی جب مروان نے جمل کی لڑائی میں طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں تیر لگایا تو طلحہ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ انہیں شاطی کلاء کے پاس ہم نے دفن کر دیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لوگوں میں سے کسی کو تین بار خواب آیا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میرے جسم کو اس پانی سے کیوں راحت نہیں دیتے۔ کیونکہ میرا جسم پانی میں ڈوب رہا ہے۔ تب انہوں نے اس کی قبر کھود کر نکالا اور آل ابوبکرہ سے دس ہزار درہم کی جگہ خرید کر وہاں دفن کیا۔

(ماہنامہ جشن بہار سرگودھا گلستان اہل سنت نمبر خاص شمارہ ج ۹ شمارہ ۲، یکم رفروری ۱۹۷۹ء/ ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ ص ۱۶)

اس کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں۔

قارئین کرام! ان دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ اسی قبر میں راحت و تکلیف ہوتی ہے اور قبروں والے جسمانی و روحانی حیات سے متصف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اہل سنت کا مسلک ہے۔

واقعہ نمبر ۳: نیلوی صاحب حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں احد میں ایک نہر جاری کی گئی۔ نہر میں قبور شہداء مانع تھیں تو ماہرین نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ سوائے قبور پر سے نکالنے کے ہمیں کوئی راستہ نہیں ہے تو انہوں نے اجازت دے دی۔ جب نہر کے لئے قبور کھودی گئیں تو بروایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ شہداء کی لاشیں اس طرح برآمد ہوئیں کہ معلوم ہوتا تھا، سو رہے ہیں۔ پھر انہیں کندھوں پر لا دلاد کر وہاں سے علیحدہ کیا گیا اور اسی سلسلہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں پھاوڑہ لگ گیا تو خون نکل آیا۔ حالانکہ یہ واقعہ کم از کم شہادت کے چالیس سال بعد کا ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۳۸۴، ۳۸۵)

قارئین کرام! جسم سے خون کا نکل آنا۔ حیات جسمانیہ کی دلیل ہے۔

واقعہ نمبر ۴: افغانستان کے محاذ جنگ سے ایک رپورٹ، مولانا نیک بہادر خاں افغانستانی فاضل دارالعلوم حقانیہ بنام مدیر الحق۔

ایک شہید طالب علم کی زندہ کرامت

میرے محترم واجب القدر استاد، ایک عجیب واقعہ پر خط ختم کرتا ہوں۔ اس واقعہ کے کچھ حصے میں نے بچشم خود دیکھے۔ کچھ دوسرے سے متواتر سنے جن میں مرد و عورت بے شمار افراد شامل ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک طالب علم مولوی محمد شریف شہید زرمل کے باشندہ تھے۔ اپنے والد نے بطیب خاطر لڑائی میں شرکت کی اجازت نہ دی۔ یہ مصر تھے مگر والد اجازت نہیں دے رہے تھے۔ بالآخر اجازت والد موضع شاہ توری علاقہ ارگون آ پہنچے اور معاون، عبدالحمید صاحب حرکت انقلاب اسلامی کے زیر کمان ایک دوست کے ہمراہ ارگون کے جہاد میں شریک ہوئے۔ لڑائی نے شدت اختیار کی تو چاروں طرف سے مسلمان ارسلا خان امیر صاحب کے اس معاون کی امداد کے لئے آ پہنچے۔ یہ شہید طالب علم بڑی بے جگری اور بہادری سے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ مگر بالآخر کلاشنکوف کی گولیاں دل پر لگیں اور شہید ہو گئے۔

۲۰۳

میت کی قبر پانی میں ڈوبنے لگے تو اسے منتقل کیا جا سکتا ہے

فی المصنف لابن ابی شیبۃ ص۳۷۱ ج۳ ملتان حدثنا ابو اسامۃ قال اخبرنا اسمٰعیل انا قیس قال رمی مروان طلحۃ یوم الجمل بسہم فی رکبتہ فمات فدفناہ علی شاطئ الکلاء فرأی بعض اہلہ انہ قال الا تریحونی من ہذا الماء فانی قد غرقت ثلث مرات یقولہا قال فنبشوہ فاشتروا لہ دارا من دار ال ابی بکرۃ بعشرۃ الاف فدفناہ فیہا یعنی جب مروان نے جنگ جمل کی لڑائی میں طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں تیر لگایا تو طلحہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے انہیں شاطئ کلاء کے پاس ہم نے دفن کر دیا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لوگوں میں سے کسی کو خواب آیا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں۔ میرے جسم کو اس پانی سے کیوں راحت نہیں دیتے کیونکہ میرا جسم پانی میں ڈوب رہا ہے۔ تب انہوں نے اس کی قبر کھود کر نکالا اور آل ابو بکرہ سے دس ہزار درہم کی جگہ خرید کر وہاں دفن کیا۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی قبر اس عذر کی وجہ سے کھودی گئی تھی۔ لہٰذا مطلق نبش قبور کے جواز میں اس واقعہ کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔

نسائی نے اپنی سنن المجتبیٰ ص۲۸۴ میں لکھا ہے باب اخراج المیت من اللحد بعد ان یوضع فیہ اتی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن ابی بعد ما ادخل فی قبرہ فامر بہ فاخرج فوضعہ علی رکبتیہ ونفث علیہ من ریقہ والبسہ قمیصہ واللہ اعلم یعنی عبد اللہ بن ابی ابن سلول رئیس المنافقین کو اس کی قبر میں داخل کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تشریف لائے اور عبد اللہ بن ابی کو قبر سے نکالنے کا حکم دیا جب اسے قبر سے نکالا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے معصوم گھٹنوں پر رکھ کر اپنی لعاب مبارک اس پر ڈالی اور اپنا پیراہن مبارک بھی اس کو پہنایا۔ واللہ اعلم آپ نے ایسا کیوں کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا گیا ہو اور ابھی اس پر اینٹیں نہ رکھی گئی ہوں اور نہ مٹی رکھی گئی ہو تو کسی وجہ معقول سے اس کو نکالا جا سکتا ہے مگر اینٹیں رکھ چکنے اور مٹی ڈال چکنے کے بعد بغیر حق آدمی کے نکالنا منع ہے۔ اسی پر محمول ہے جو نسائی نے اپنی سنن مجتبیٰ ص۲۸۴ میں لکھا باب اخراج المیت من القبر بعد ان یدفن فیہ

عن جابر رضی اللہ عنہ قال دفن مع ابی رجل (عمرو بن الجموح بن زید الانصاری وکان صدیق عبد اللہ والد جابر رضی اللہ عنہ قسطلانی) فی القبر فلم یطب قلبی حتی اخرجتہ (بعد ستۃ اشہر) فاذا ہو کیوم وضعتہ غیر اذنہ ای غیر اثر یسیر فی اذنہ حصل بسبب التصاقہا بالارض ودفنتہ علی حدۃ یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے ابا جی کے ساتھ ان کی قبر میں ان کے دوست عمرو بن جموح بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بھی دفن کر دیئے گئے مگر میرا دل اس پر خوش نہ تھا یہاں تک کہ چھ ماہ کے بعد میں نے ابا جی کو وہاں سے نکال کر علیحدہ دفن کر دیا۔ میں نے اپنے ابا جی کو جس دن جیسے دفن کیا تھا اب بھی ایسا ہی پایا البتہ زمین کے ساتھ لگنے کی وجہ سے کان پر معمولی سا نشان تھا

برف باری کا آخری موسم تھا۔ یہ شہید ہو کر اپنے مورچے میں دو دن تک پڑے رہے۔ تیسرے دن لاش مبارک مرکز لے جائی گئی اور وہاں دفن کئے گئے۔ ان کا دوسرا مجاہد دوست زرل چلا گیا اور والدین کو اطلاع دی۔ سات دن بعد مرکز صیدا نک کو واپس آیا اور امیر مجاہدین حرکت سے عرض کیا کہ شہید طالب علم کا بوڑھا والد گاؤں سراوزہ آیا ہے اور اس کا اصرار ہے کہ میرے شہید طالب علم بیٹے کو نکال کر واپس لے جائے۔ بڑی ردوقدح کے بعد آخر فیصلہ لاش نکال کر بھیج دینے کا ہوا۔ جب قبر کھولا گیا تو یہ شہید بہت خوبصورت اور تر و تازہ تھا اور زخمی ہاتھ دل پر پڑا ہوا تھا۔ معاون عبدالحمید صاحب نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے اس کا ہاتھ سات دفعہ سے زیادہ دل سے ہٹا کر سیدھا کیا۔ مگر چشم زدن میں وہ دوبارہ ہاتھ دل پر رکھ دیتا۔ ہم نے ایسے ہی رہنے دیا اور مجاہدین کے ساتھ باپ کے پاس لاش بھیج دی۔ لاش گاؤں پہنچی۔ بوڑھا باپ لاش کے سرہانے کھڑا ہوا اور سب لوگ گاؤں والے شہید کو دیکھ کر رو رہے تھے کہ اچانک شہید کے غمزدہ باپ نے چیخ کر بیٹے کو مخاطب کیا کہ اے میرے لختِ جگر اگر تم حق کے لئے اچھے عقیدے کے ساتھ شہید ہو چکے ہو اور تم سے خدا راضی ہوا تو اب مرنے کے بعد مجھ سے مصافحہ کرو گے اور میں اپنا حق بخش دوں گا۔ ورنہ میں اپنا حق نہیں بخشتا۔ نہ بلا اجازت جانے کو معاف کروں گا کہ بوڑھے باپ کے بغیر خراب عقیدے کے لئے جنگ میں کیوں شریک ہوئے۔ مجاہدین اور سینکڑوں لوگ اردگرد جمع دیکھ رہے تھے کہ باپ کے جملوں کے ختم ہونے کے ساتھ شہید نے اپنا ہاتھ زخمی دل سے اٹھایا اور اپنے باپ کے ساتھ مصافحہ کی غرض سے بڑھا کر ملا دیا اور اسے مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر ہاتھ چھوڑ کر دوبارہ اپنے دل پر رکھ دیا۔ باپ نے اس کے بعد بآواز بلند اپنا حق بخش دیا۔

یہ واقعہ علاقہ کے ایک ہزار سے زیادہ بوڑھے، بچے بیان کر رہے ہیں اور بیس ہزار کی آبادی اس پر گواہ تھی۔ اس کا دوبارہ کھولا گیا۔ قبر بھی میں نے جا کر دیکھا۔ ہم نے فاتحہ پڑھا اور کھولے گئے۔ قبر کو مجاہدین آ کر دیکھتے اور مزید جذبہ ایمانی کے ساتھ خداوند متعال کی خوشیاں حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔ محترم! یہ واقعہ تھا جسے کچھ سنا کچھ دیکھا رپورٹ ارسال خدمت ہے۔ حزب اسلامی خالص گروپ اور حرکت انقلاب اسلامی کو آپ کے پیغام پہنچے ہیں اور رپورٹیں بھیجی جائیں گی۔ (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ص ۲۶، ۲۷)

باب العقیدۃ الاولیٰ

باب اکابرین جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا پہلا مسلک

حوالہ نمبر ۱: تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ ستمبر ۱۹۶۰ ص ۲۵ میں ہے۔ ''پیام اسلام اور ترجمان اسلام کے نام'' از یادگار سلف شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی مدظلہ العالی۔

مکرمی جناب مدیر صاحب پیام اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ نے میرے متعلق لکھا ہے کہ میں نے آپ کے سامنے اقرار کیا ہے کہ میرے عقائد مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے عقائد سے مخالف ہیں۔ میں نے آپ کے سامنے یہ اقرار کبھی نہیں کیا۔ میں اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب عقیدہ میں متفق ہیں۔ میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضۂ پاک کے قریب میں جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے۔

قارئین کرام! مولانا نصیرالدین غورغشتی رحمہ اللہ حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں کے خلیفہ اعظم تھے اور جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۵۲ نومبر ۱۹۶۲ء)

حوالہ نمبر ۲: اگر قبر کے پاس کوئی مسلمان درود شریف جہراً سلام ڈالے تو حضور اکرم ﷺ خود سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور اگر کوئی دور سے درود شریف پڑھے تو فرشتے رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچاتے ہیں اور میں اس مسئلہ کو حق اور صحیح سمجھتا ہوں۔ احادیث شریف، فقہاء عظام، سلف صالحین سے بھی اس مسئلہ کی حقانیت اور صحت ثابت ہے۔ میں نے مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ سے اس مسئلہ کا کبھی اختلاف نہیں سنا اور نہ ہی میں نے کبھی ان سے یہ پوچھا تھا۔ یہ تو ایک اہل سنت والجماعت کا متفقہ حق مسئلہ ہے۔ مسکین نصیرالدین غورغشتوی (بحوالہ مقام حیات مطبوعہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ)

حوالہ نمبر ۳: حضرت مولانا محدث عبدالرحمن بہودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد! احقر ناکارہ عرض گزار ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق متعدد اصحاب نے مجھ سے بھی دریافت کیا۔ میں یہی عرض کرتا رہا کہ مسئلہ مدار نجات نہیں۔ اس میں چھیڑ چھاڑ اختلاف ومنازعۃ مناسب نہیں۔ تاہم بعض حضرات کے اصرار پر رسالہ حنفیہ لاہور اور رسالہ رحمت کائنات دیکھا۔ لیکن میں نے اپنی رائے مختصراً ظاہر کر دی تھی۔ میرے نزدیک مولانا محمد منظور صاحب کا مضمون جو مختلف رسائل میں طبع وشائع ہو چکا، اس باب میں بہترین مضمون ہے۔ ملاحظہ فرمایا جائے۔ دنیوی حیات بالمعنی المتبادر میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اب تک تو میں برزخی حیات جو دنیوی حیات بالمعنی متبادر سے ہزار درجہ اعلیٰ وارفع ہے، ہی کو صحیح اور حق سمجھتا ہوں۔ آمین واللہ اعلم!

بندہ عبدالرحمن غفرلہ (تعلیم القرآن ص ۸۸ ماہ جولائی واگست ۱۹۶۰ء)

حضرت مولانا محدث عبدالرحمن صاحب بہودی بھی جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے سرپرست تھے۔

(تعلیم القرآن ص ۵۲ نومبر ۱۹۶۲ء)

مولانا موصوف صاف لفظوں میں اعلان کر رہے ہیں کہ اس مسئلہ میں مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا جو مضمون حیات النبی ﷺ کے متعلق شائع ہوا ہے۔ وہ بہترین اور قابل عمل ہے اور مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کا مضمون ماہنامہ حنفیہ لاہور میں شائع ہوا ہے اور یہ پرچہ ماہنامہ حنفیہ لاہور حیات النبی ﷺ نمبر کے نام سے شائع ہوا ہے اور راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔ اس کے مدیر مولانا عبدالحلیم قاسمی تھے، جو مرکزی جمعیۃ اشاعۃ والسنۃ کے مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ (تعلیم القرآن ص ۵۳ نومبر ۱۹۶۲ء)

مولانا مرحوم حیات النبی ﷺ جسمانی کے قائل تھے اور سماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کے بھی قائل تھے۔ جیسا کہ اس رسالہ ماہنامہ حنفیہ لاہور حیات النبی ﷺ نمبر کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں بھی ان کا عقیدہ اسی طرح واضح ہوتا ہے۔ (کما سیجی ان شاء اللہ)

مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کا مضمون حیات النبی ﷺ کے متعلق (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ودسمبر ۱۹۵۸ء، ص ۳۵ تا ۴۰، تعلیم القرآن مئی ۱۹۵۹ء، ص ۲۷ تا ۳۲) میں موجود ہے جس میں حیات روح مع الجسد کی صراحۃً ہے۔ دونوں حوالے مولانا موصوف کے عنقریب گزر چکے ہیں۔ "فلا نعیدھما" اور مئی ۱۹۵۹ء کے پرچہ میں حدیث: "من صلی علی عند قبری سمعتہ" کے بارے میں فرمایا۔ عمدہ سند سے منقول ہے۔ (تعلیم القرآن ص ۳۲)

۲۰۷

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ——— ۷۵ ——— ۱۱ ستمبر

پیام اسلام اور ترجمان اسلام کے نام

(از — یادگار اسلاف شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتوی مدظلہ العالی)

مکرمی جناب مدیر صاحب "پیام اسلام" — السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے میرے متعلق لکھا ہے کہ میں نے آپ کے سامنے اقرار کیا ہے کہ میرے عقائد مولانا غلام اللہ خان صاحب سے قطعاً مخالف ہیں۔ میں نے آپکے سامنے یہ اقرار کبھی نہیں کیا۔ میں اور مولانا غلام اللہ خان صاحب عقائد میں متفق ہیں۔ میں بھی نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد برزخی حیات کا قائل ہوں اور وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قریب سے جب درود شریف پڑھا جائے تو نبی سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ اور جناب مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بھی اپنی کتاب جواہر القرآن میں یہی لکھا ہے۔ میرا بھی یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی چیز ذات اور صفات میں شریک نہیں اور ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ہر شخص کی ندا کو ہر وقت سننا ہر جگہ سے اور ہر شخص کو ہر وقت ضرر اور نفع دینا اور ہر شخص کے ساتھ ہر وقت باعتبار علم اور قدرت کے حاضر رہنا یہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے — میں یہی کہتا ہوں اور وہ بھی یہی کہتے ہیں۔ اور میرا اور مولانا غلام اللہ خان صاحب کا اگر بالفرض کسی فرعی مسئلہ میں کچھ اختلاف ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ ایسا تو ہر زمانہ اہل علم میں ہوتا رہتا تھا۔ اور جس کو جو بات راجح معلوم ہوتی تھی اس پر عمل کرتا تھا۔ آپ نے میری طرف یہ منسوب کیا ہے کہ مشکوٰۃ شریف پر میرے حاشیہ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روضہ انور کے پاس سماع حقیقی کے ساتھ درود شریف سنتے ہیں۔ یہ سماع حقیقی کیا ہے؟ اگر بدن مبارک بلا روح کے ہے تو حقیقی سننا اور دور و نزدیک کا فرق کیوں ہے؟ آپ کو یہ بات واضح ہو کہ سننا درود اور سلام کا حیات دنیاوی کے پر موقوف نہیں بلکہ حیات برزخی کے ساتھ بھی سماع ہو سکتا ہے۔ روح مبارک کے بیضے وقت قبر میں ہو یا نہ ہو سماع ہو سکتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ جب میت کو نماز جنازہ اور دفن کرنے کے واسطے لے جاتے ہیں اگر وہ میت دیندار ہو تو کہتا ہے کہ مجھ کو جلدی لے جاؤ اور اگر بے دین ہو تو چلاتا ہے اور کہتا ہے کہ افسوس میری ہلاکت مجھے کہاں لے جاتے ہو۔ اس کے چلانے کی آواز کو ماسوا انسان کے اور جن تو سب چیز سنتی ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الجنائز میں باب کلام المیت علی الجنازۃ میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اگر میت میں مرنے کے بعد روح نہ ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اس میں اپنی قدرت کے ساتھ اتنی حیات رکھ دیتا ہے کہ وہ ثواب اور عذاب محسوس کرتا ہے مستحق عذاب کے وقت چلاتا ہے۔ میت کو دفن کے واسطے لے جانے کے وقت بالاتفاق اس میں روح نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ حیات رکھ دیتا ہے۔ یہ حیات برزخی ہے اور نبی علیہ السلام اور سب اموات میں حیات برزخی ہے اور نبی علیہ السلام میں سب سے اکمل اور اعلیٰ ہے۔ اس واسطے وہ قبر کے پاس درود اور سلام سنتے ہیں۔ وفی شرح العقائد — یجوز ان یخلق اللہ تعالیٰ فی المیت نوعا من الحیوۃ قدر ما یدرک الم العذاب او لذۃ التنعیم وهذا لا یستلزم اعادة الروح الی بدنه — وفی حاشیۃ شرح العقائد — الا انه لما لم [illegible] الحیوۃ بدون الروح [illegible]

۲۰۹

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ۲۷ مئی ۱۹۶۵ء

تحریر:- مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ

مرسلہ:- امجد قادری۔

مسئلہ حیات النبی صلعم

آج کل دیوبندی حضرات میں مسئلہ "حیات النبی" موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ اور پاکستان میں دیوبندی حضرات دو جماعتوں میں منقسم ہو چکے ہیں۔ ایک جماعت "حیات النبی" کے اثبات میں ہے اور دوسری انکار پر۔ اس سے قطع نظر کہ کونسی حق پر ہے اور کونسی حق پر نہیں۔ اس نازک موقعہ پر علمائے دیوبند پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کسی طریقہ سے ہر دو جماعتوں کی غلط فہمیاں دور کر کے سمجھوتہ کی سعی کریں۔ کیونکہ بقول شاعر

تفرقہ کے ذکر سے بہتر ہے ذکر اتفاق وہ پیام موت ہے یہ ہے پیام زندگی

آج سے انیس بیس سال پہلے جب کہ اس قسم کے نزاع کا موجودہ صورت میں وجود نہ تھا۔ مدیر الفرقان سے کسی صاحب نے اس مسئلہ کی حقیقت پوچھی تھی تو مولانا منظور نعمانی کے حقیقت نگار قلم نے اس کا مدلل جواب الفرقان بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۶۶ھ میں ایک مضمون کی صورت میں دیا افادۂ عوام کے پیش نظر وہ مضمون اشاعت کیلئے ارسال خدمت ہے۔ (امجد قادری عفی اللہ عنہ)

پتی ضلع لاہور سے ایک صاحب لکھتے ہیں:-

کسی کا یہ خیال کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک لمحہ کیلئے بھی روح مبارک جسد اطہر سے جدا نہیں ہوئی، کہاں تک صحیح ہے؟ الفرقان کی قریبی اشاعت میں اس مسئلہ کی تحقیق فرما کر ممنون فرمائیں۔"

تحقیق:- یہ خیال غلط ہے اور نصوص قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ اور شاید ایسا خیال کرنیوالوں کو "مسئلہ حیات النبی" کی حقیقت سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر "موت" کا نفس ورود ایک ناقابل انکار بلکہ ناقابل شک وریب حقیقت ہے قرآن مجید میں صاف

نصوص میں ارشاد فرمایا گیا ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے) اور خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (ترجمہ: ... رسول اللہ! آپ کو بھی ضرور موت سے دوچار ہونا ہے اور وہ بھی یقیناً مرنے والے ہیں" پھر احادیث بھی اس بات میں بکثرت ہیں۔ از انجملہ حضور کے آخری وقت کے بیان میں حضرت عائشہ رضہ کی یہ روایت ہے کہ "آنحضرت کے سامنے اس وقت لکڑی کے ایک پیالہ میں پانی تھا۔ آپ بار بار اس میں ہاتھ ڈالکر چہرہ مبارک پر پھیرتے تھے اور فرماتے جاتے تھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اِنَّ لِلْموت سکرات (اللہ تعالے کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بیشک موت کی کچھ سختیاں ہیں) حضرت صدیقہ رضہ فرماتی ہیں۔ ثم نصب یدہ فجعل یقول فی الرفیق الاعلیٰ حتی قبض و مالت یدہ (صحیح بخاری) پھر آپ نے اپنا ہاتھ اوپر کی جانب اٹھایا اور فرماتے تھے "اب رفیق اعلیٰ میں" یہاں تک کہ روح مبارک قبض کرلی گئی۔ اور آپ کا ہاتھ نیچے آگیا۔)

نیز حضرت عائشہ رضہ اور حضرت عباس رضہ دونوں سے روایت ہے فرماتے ہیں:-

فالا لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغسل اختلفوا فی دفنہ فقال ابوبکر ما نسیتُ ما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما قبض اللہ نبیًا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ۔ ادفنوہ فی موضع فراشہ للترمذی (جمع الفوائد)

دونوں فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قبض کرلی گئی۔ اور آپکو غسل دے دیا گیا تو مقام دفن کے بارہ میں اختلاف آراء ہوگیا۔ اسوقت صدیق اکبرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی تھی جسکو میں ابھی تک نہیں بھولا۔ آپنے ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کی روح وہیں قبض کراتے ہیں جہاں انکا دفن ہونا چاہتے ہیں۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے بستر مبارک ہی کی جگہ دفن کرنا چاہیئے۔

اور صحیح بخاری و شمائل ترمذی میں حضرت انس رضہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری وقت کی تکلیف شروع ہوئی تو حضرت سیدہ فاطمہ رضہ کی زبان سے نکلا واکرباہ (ہائے بےچینی بےچینی ہے)، تو حضور نے ان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا لا کرب علیٰ ابیکَ بعد

الیوم، انہ فد حضر من ابیک ما لیس اللہ بتارک احدا۔ الحدیث (یعنی آج کے بعد تمہارے باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اب تمہارے باپ کے لئے وہ وقت آگیا ہے جس سے اللہ پاک کسی کو بھی مستثنیٰ کرنے والا نہیں۔)

اور وفات نبوی کے بعد حضرت صدیق اکبر رضؓ نے جو کچھ اس باب میں ارشاد فرمایا ہے وہ تو نصوص قرآن و حدیث کے بعد اس بارہ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ از صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ جب صدیق اکبر رضؓ کو وفات نبوی رضؓ کی خبر پہنچی تو آپ سیدھے حضور کے پاس آئے۔ پہلے پیشانی مبارک کو بوسہ دیا پھر آنسو گراتے ہوئے کہا:۔

بابی انت و امی لا یجمع اللّٰہ علیک	آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ
موتتین اما الموتۃ التی کتبت	آپ کو دو دفعہ موت نہ دے گا۔ جو موت آپ
علیک فقد متہا	کیلئے مقدر ہو چکی ہے وہ بہرحال آپ پر وارد ہو چکی ہے۔

غالباً حضرت صدیق اکبر رضؓ کا مقصد ان لوگوں کی تردید کرنا تھا جو اس وقت یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرتؐ کی یہ وفات آخری وفات نہیں ہے بلکہ عنقریب آپ اٹھیں گے اور فلاں فلاں کاموں کی تکمیل جب خود آپ کے ہاتھوں سے ہو جائے گی۔ اس کے بعد آپ کو آخری وفات آئے گی۔ حضرت صدیق اکبر رضؓ نے اس خیال کی تردید یوں فرمائی کہ "ایسا نہیں ہوگا کہ اللہ تعالےٰ آپ پر دو دفعہ موت کو وارد کرے۔ آپ کے لئے ایک ہی موت مقدر تھی جو آگئی"۔

ایک دوسرا مطلب حضرت صدیق اکبرؓ کے اس ارشاد کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگرچہ عوام الناس کے لئے دو موتیں ہیں۔ پہلی دفعہ اس دنیا میں ان پر موت وارد ہوتی ہے۔ پھر قبر میں منکرین کے سوال و جواب کے وقت ان کو زندہ کر دیا جاتا ہے۔ اور اس سے فراغت کے بعد دوبارہ ان پر موت طاری کر دی جاتی ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف اسی دنیا کی ایک موت مقدر تھی جو آپ پر وارد ہو گئی۔ اس کے بعد جب قبر مبارک میں آپ کو پھر حیات بخشی جائیگی تو وہ برابر قائم رہیگی۔ اور عوام الناس کیطرح اپ پر دوبارہ موت طاری نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم"

اور صحیح بخاری اور دیگر صحاح میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ وفات نبویؐ کے دن

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ قسم کھا کھا کر فرما رہے تھے "واللہ ما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت وارد نہیں ہوئی" تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انکو خاموش کر کے خطبہ دینا شروع کیا جس میں خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

من کان یعبد محمدًا فانّ محمدًا قد مات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت وقال "فانّک میّتٌ وانّہم میّتون" وقال تعالیٰ "وما محمّدٌ الّا رسولٌ قد خلت من قبلہ الرّسل افائن مّات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ومن ینقلب علیٰ عقبیہ فلن یضرّ اللہ شیئًا وسیجزی اللہ الشّاکرین"

جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت محمد وفات پا گئے۔ اور جو اللہ کا پرستار ہو تو اللہ تعالیٰ بیشک ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس کیلئے موت نہیں (پھر وفات نبوی کے ثبوت میں) آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "آپ کو بھی (اے رسول) موت آنی ہے۔ اور آپ کے بدخواہ دشمن بھی مرنے والے ہیں" نیز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت بھی تلاوت فرمائی "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بس رسول ہی تو ہیں (کوئی حی و قیوم خدا تو ہیں نہیں) تو کیا اگر وہ وفات پا جائیں گے یا شہید کر دیئے جائیں تو تم الٹے پاؤں گمراہی کیطرف پلٹ جاؤ گے؟ اور جو کوئی بھی اس طرح پلٹے گا تو وہ خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا بلکہ خود اپنے کو برباد کرے گا) اور اللہ تعالیٰ اپنے شاکر بندوں کو ثواب دے گا"

پھر یہ ثابت ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ صحابہ کرام کے بھرے مجمع میں دیا۔ اور کسی نے اس کے خلاف کوئی تنقید نہیں کی۔ بلکہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ابوبکر کے اس بصیرت افروز بیان سے مجھ پر تو میں حواس درست ہوئے اور میں نے اپنی غلطی کو محسوس کر دیا"

گویا ایک طرف تو یہ مسئلہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کے عام قانون "کل نفسٍ ذائقۃ الموت" کے ماتحت موت وارد ہوئی نصوص قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اور دوسری طرف گویا صحابہ کرام کا اس پر اجماع بھی ہے۔ لہٰذا سوال میں کسی کا جو خیال ذکر کیا گیا ہے اس کے لئے ہرگز کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اور جیسا کہ عرض کیا گیا تھا ان صاحب کو یہ غلط فہمی مصنفین کے کلام میں "حیات النبی" کی مراد نہ سمجھنے کے باعث ہوئی ہے۔ شاید انہوں نے سمجھا ہے کہ علمائے کرام جو "حیات النبی" کے قائل ہیں، انکا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ پر موت وارد ہی نہیں ہوئی۔ حالانکہ ان کا منشا یہ نہیں ہے بلکہ ان حضرات کی مراد یہ ہے کہ اس موت کے بعد حضور اقدس کو حیات بخشدی گئی ہے۔ فانیا متقدمین میں امام بیہقی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے مسئلہ "حیات الانبیاء" پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ اور اس میں اس مسئلہ کے متعلق تمام احادیث جمع کی ہیں۔ انہوں نے خود اس کی تشریح اس طرح کی ہے۔

ان الانبیاء بعد ما قبضوا ردت	انبیاء علیہم السلام کی ارواح وفات کے بعد
الیھم ارواحھم فھم احیاء عند	انہیں لوٹادی گئیں۔ بس وہ اپنے رب کے یہاں
ربھم کالشھداء (زرقانی شرح مواہب	زندہ ہیں۔ جیسے کہ شہدائے کرام۔
ص۳۳۳ ج ۵)	

پھر بعد کے دور میں جن اکابر علماء نے اس مسئلہ پر خاص توجہ کی ہے ان میں ایک جلیل القدر شخصیت علامہ تقی الدین سبکی رح ہیں۔ آپنے اپنی مشہور کتاب "شفاء السقام" میں "حیات انبیاء" پر ایک مستقل باب لکھا ہے جس میں پوری قوت کے ساتھ مسئلہ کا ثبوت دینے کے بعد خود ہی یہ شبہ وارد کیا ہے کہ قرآن عزیز صاف حضور کی موت کا اعلان کر رہا ہے (اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ) اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ انی مقبوض (میں قبض کیا جاؤں گا) اور حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں "ان محمدًا قد مات (یعنی حضور اقدس وفات پا گئے) اور ساری امت کا اجماع ہے کہ

ؔ امام بیہقی شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رض سے روایت کرتے ہیں من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ (کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو میری قبر کے پاس درود شریف پڑھیگا میں خود اس کو سنتا ہوں اور جو دور سے درود شریف پڑھے گا وہ (فرشتوں کے ذریعہ) مجھ تک پہنچا دیا جائیگا۔

ملا علی القاری کی اپنی کتاب الدرۃ المضیۃ فی الزیارۃ المصطفویہ میں فرماتے ہیں:

ومن اعظم فوائد الزیارۃ ان الزائر	زیارت قبر اقدس کے بڑے فائدوں میں سے
اذا صلی وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ	ایک یہ ہے کہ زائر جب آپ کی قبر شریف (بقیہ صفحہ پر)

۲۱۴

۳۲

کہ آپ پر موت کا لفظ بولا جا سکتا ہے۔ پھر خود ہی جواب دیتے ہیں:

یقال انه موت علیه السلام وانه احیی بعد الموت (شفاء السقام ص۱۴۲)

جواب میں کہا جائے گا کہ موت تو ضرور وارد ہے اور حضور ﷺ کو اس موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حیات عطا فرما دی۔

بہر حال حیاتِ انبیاء کا یہ مطلب کسی کے نزدیک بھی نہیں ہے کہ ان پر "موت" قطعاً وارد ہی نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ وفات کے بعد ان حضرات کو پھر حیات مع الجسد بخشدی جاتی ہے۔ اور وہ صحیح و سالم قبر میں محفوظ رہتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث میں وارد ہے۔

هذا الجواب ویتوب الله علی من تاب۔ محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

(حاشیہ بقیہ از ص۳)

سماعاً حقیقیاً ورد علیه من غیر واسطة بخلاف من یصلی او یسلم علیه من بعید فان ذلك لا یبلغه الا بواسطة لما جاء عنه بسند جید من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی من بعید اعلمته.

کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے تو آپ خود سنتے اور جواب عطا فرماتے ہیں۔ بخلاف اس شخص کے جو دور سے درود وسلام پڑھتا ہے وہ آپ کو نہیں پہنچتا مگر بذریعہ فرشتوں کے بوجہ اس کی کہ عمدہ سند سے منقول ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود شریف پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں۔ اور جو شخص دور سے پڑھتا ہے اس کی مجھے اطلاع دی جاتی ہے۔

(المجمل)

فلہٰذا مولانا محدث عبدالرحمن بہبودی کا مولانا محمد منظور نعمانی کے مضمون کو بہترین قرار دینا انصاف وحق پر مبنی ہے۔ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی کتاب (مسالک العلماء طبع اوّل ص ۱۷۳) میں لکھا ہوا موجود ہے کہ جس طرف مولانا نصیرالدین جیسے فرشتہ سیرت انسان اور مولانا عبدالرحمن صاحب جیسے جید عالم جن کی عمریں قال قال رسول اللہ ﷺ پڑھاتے گزر گئیں۔ وہاں حق کی فتح تو یقینی ہے۔

قارئین کرام! آپ نے ان دونوں بزرگوں کا عقیدہ پڑھ لیا ہے۔ فلہٰذا اس عقیدہ کے خلاف جس کا نظریہ ہوگا۔ جیسا کہ آج کل کی جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا عقیدہ ہے۔ اس کے باطل ہونے میں شک وشبہ نہیں ہے۔

حوالہ نمبر ۴: مولانا محمد عبدالحلیم قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ مولوی نذیر اللہ خاں صاحب موصوف یہاں مدرسہ میں تشریف لائے تھے تو ان کو عرض کیا گیا کہ مابہ النزاع کیا ہے۔ ان کو شاہ (عنایت اللہ بخاری) صاحب کے خیالات سے باخبر کیا گیا تو کہنے لگے کہ ابھی انشراح صدر ہو گیا ہے۔ اب میں مطمئن ہوں۔ لیکن گجرات پہنچتے ہی مولوی صاحب نے مضمون "رسالہ دارالعلوم" کو روانہ کر دیا جس میں منکرین حیات کو خطاب تھا۔ حالانکہ مولوی صاحب یہاں سے بالکل مطمئن ہو کر تشریف لے گئے۔ آج مولوی صاحب جن دوستوں پر کیچڑ اچھال رہے ہیں۔ وہ ان کے اساتذہ کرام میں سے ہی نہیں بلکہ ان کے مربی اور محسن ہیں۔ مولوی صاحب کو اٹھنا، بیٹھنا اور لکھنا پڑھنا ان حضرات نے سکھایا ہے۔ لیکن مولوی صاحب ہیں کہ عالم جنون میں اور مخبوط الحواسی میں ان اساتذہ کرام کو "منکرین حیات" قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بڑا بہتان ہے۔ یہ حضرات حیات النبی ﷺ کے قائل ہیں، جس طرح خود مولوی صاحب قائل ہیں۔ اس دوران میں حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی کا مضمون "رسالہ الفرقان" میں شائع ہوا، جو ہر لحاظ سے موزوں اور قابل تحسین تھا۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ مولانا موصوف نے مسئلہ حیات النبی ﷺ کو کتاب وسنت آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور اپنے اکابر علماء کی تصریحات سے مزین فرما کر مسئلہ کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔ غالباً مولانا کا وہ مضمون "رسالہ تعلیم القرآن" میں من وعن شائع کر دیا گیا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس مضمون کی اشاعت کے بعد اس مسئلہ کو بند کر دیا جاتا۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۲۰، ماہ نومبر ۱۹۵۹ء)

قارئین کرام! اس حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بھی پہلے یہی عقیدہ رکھتے تھے جو مولانا نذیر اللہ خاں صاحب کا تھا اور اس حوالہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مولانا عبدالحلیم قاسمی کا عقیدہ بعینہٖ حیات جسمانی وسماع صلوٰۃ وسلام عند قبر النبی ﷺ کا تھا۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدظلہ کا عقیدہ ہے۔ مولانا عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مولوی نذیر اللہ صاحب کے مضمون کا خلاصہ ان کے الفاظ میں من وعن نقل کر دیا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کی حیات برزخی ہے۔ دنیوی نہیں ہے۔ اب آپ مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے رسالہ تعلیم القرآن کو ملاحظہ کریں جو مسئلہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں اپنی قطعی رائے پیش کرتا ہے۔ مذکورہ بالا تحریر سے ظاہر ہوا کہ حیات برزخی ہے، دنیوی نہیں اور وہ اعلیٰ وارفع ہے۔ روح کا تعلق باقی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ انبیاء کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء کا مقام بہت بلند ہے اور آپ ﷺ کے سماع میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ (رسالہ تعلیم القرآن ص ۱۱، بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء بحوالہ تعلیم القرآن نومبر ۱۹۵۹ء ص ۲۱)

۲۱۷

[illegible]

[illegible] ... خلاف [illegible] ... [illegible]

مولوی نذیر اللہ صاحب کے مضمون کا [illegible] ان کے الفاظ [illegible] سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی حیات برزخی ہے۔ دنیوی نہیں ہے۔

جب آپ مولانا غلام اللہ خان صاحب کے رسالہ تعلیم القرآن [illegible] اپنی ذاتی رائے پیش کرتا ہے۔

مذکورہ بالا قرآن سے [illegible] حیات برزخی ہے۔ دنیوی نہیں [illegible] البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔

[illegible] تفسیر [illegible] انبیاء کا مقام بہت بلند ہے اور ان کے [illegible] کچھ شبہ نہیں ہے۔ [illegible] تعلیم القرآن [illegible]

الحمد للہ ہم خوش ہیں کہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح خدوخال مولوی نذیر اللہ صاحب پیش کرنے پر مجبور ہو گئے۔ [illegible] انہوں نے حیات دنیوی [illegible] تردید کر دی ہے۔ [illegible] نقل کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے [illegible] حیات برزخی کو تسلیم [illegible] اہل سنت والجماعت کا عقیدہ اور ہمارے اکابر کا عقیدہ ہے۔ اور [illegible] اظہار میں ہم [illegible] دوستوں کو مطمئن [illegible] ہے۔

ہمیں تو [illegible] لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو محض [illegible] کی خاطر ایک دوسرے پر [illegible] الزام [illegible] لگاتے ہیں کہ یہ منکرین حیات ہیں۔ [illegible] کہ یہ منکرین حیات ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط اور بہتان عظیم ہے۔

مولوی صاحب [illegible] جمہور [illegible] شہرت کے طالب ہیں۔ [illegible] مولوی صاحب نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے۔ [illegible] مولوی صاحب کو [illegible] کیونکہ حضرت [illegible] اکابر [illegible] کرتے ہیں۔ [illegible]

[illegible]

حوالہ نمبر ۵: محترم سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں۔ باقی رہا روح پاک کا بدن طاہر کے ساتھ تعلق تو اس کا کون منکر ہے۔ مگر یہ تعلق عالم غیب کی ایک چیز ہے۔ اس لئے اس کی نوعیت کا تعین اور اس کی کیفیت کا ادراک انسانی ادراک سے باہر ہے۔ ''الا ان یقوم علیہ'' دلیل قطعی۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی فروری ۱۹۶۱ء ص ۴۵)

حوالہ نمبر ۶: محترم سجاد صاحب بخاری لکھتے ہیں۔ مخزن العلوم والفیوض بابت ماہ جنوری ۱۹۶۱ء کے ص ۲ پر ایک نظم کے پہلے تین شعر ملاحظہ ہوں۔

روضہ میں جسد روح مبارک سے تہی ہے — گجرات کے ملا نے یہ کیا بات کہی ہے
اے تیرہ نظر تجھ میں بصیرۃ نہیں ورنہ — سرچشمہ فیضان نبوۃ ہی وہی ہے
اے عقل سے عاری تیری ہر بات نرالی — دل تیرا عقیدت سے محبت سے تہی ہے

کیا شاعر صاحب اور مدیر صاحب نے یہ جسارت کرتے وقت اس حقیقت پر غور فرمالیا تھا کہ دلوں کی باتیں جاننے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ (الیٰ) پھر امت مسلمہ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ حضور علیہ السلام کی روح جسد اطہر سے خارج ہوگئی اور اب حشر تک اس کا ٹھکانا اعلیٰ علیین ہے، نہ کہ حضور علیہ السلام کا جسد اطہر اور آپ کا جسد اطہر قبر میں محفوظ و مصون ہے۔ البتہ روح کو بدن سے ایک قسم کا تعلق ہے جس کی کیفیت انسانی ادراک سے بالاتر ہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ص ۵ ماہ مارچ اپریل ۱۹۶۱ء)

حوالہ نمبر ۷: تعلیم القرآن میں ایک استفتاء اور اس کا جواب شائع ہوا ہے۔ وہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین دریں صورۃ کہ کیا روح مقدسہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے بدن مبارک سے نکالی گئی ہے یا کہ نہیں۔

۲...... پھر دوبارہ بدن مبارک میں داخل کی گئی یا اعلیٰ مقام جنت میں رکھی گئی ہے۔

۳...... اور حیات برزخی ہے جو اس حیات دنیا سے اعلیٰ وارفع ہے یا حیات دنیویہ ہے۔ بایں معنی کہ روح مبارک بدن مبارک سے نہیں نکالی گئی یا نکالنے کے بعد بدن مبارک میں داخل کی گئی ہے۔

۴...... نیز کیا روح مبارک کا تعلق بدن پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے یا نہیں۔

۵...... نیز انبیاء علیہم السلام کا سماع عند القبر، احناف اور علمائے دیوبند کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں۔

جو جواب تحریر فرمایا جاوے، اس پر حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے دستخط ضروری ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان کی اور ان کی جماعت کی اس مسئلہ میں کیا تحقیق ہے۔ (السائل عمر حیات شاہ ۲۷ رصفر ۹۷ ۱۳ھ)

الجواب: واللہ الموفق للصواب! قارئین کرام! پہلے اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ روح بدن سے نکالی گئی ہے اور دوبارہ داخل نہیں کی گئی۔ چونکہ ان کی عبارت طویل ہے۔ اس لئے اس کا خلاصہ بیان کر دیا ہے اور نمبر ۳ سے اصل عبارت پیش کی جارہی ہے۔ (حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی)

۳...... اس مذکورہ بالا تحریر سے اس کا جواب بھی ظاہر ہوا کہ حیات برزخی ہے نہ دنیوی اور وہ اعلیٰ ہے اور ارفع ہے اور دونوں معنی حیات دنیوی کے نہیں ہیں۔

۲۱۹

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ــــــــ ۵ ــــــــ

ہوا کہ کراری باتیں سننے کا بھی چسکا لگا ہوتا ہے اس لئے اگر ایسے لوگوں کی دلچسپی اور تسکین ذوق کے لئے مضامین میں مخالف کے متعلق شرافت و سنجیدگی سے گرے ہوئے کلمات، بازاری قسم کے الفاظ اور طنز و استہزاء کے فقرات استعمال کر دیئے جائیں تو اس سے پرچہ کی مقبولیت بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ آج کل لاہور کے بعض رسائل اسی ٹیکنک سے کام لے رہے ہیں مگر اس کی شہرت عوام تک محدود رہتی ہے۔ اہل علم اور سنجیدہ طبقہ ایسے رویہ کو پسند نہیں کرتا۔

ماہنامہ مخزن العلوم والفیوض خانپور ایک اعلیٰ درجے کا علمی و روحانی پرچہ ہے جو حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔ عرصہ ایک سال سے راقم اس کا مطالعہ کر رہا ہے۔ وہ ہمیشہ تہذیب و متانت کے دائرہ میں رہ کر علمی و اصلاحی مضامین شائع کرتا رہا ہے۔ مگر تعجب ہے کہ معاصر نے حال ہی میں اپنی سابقہ پالیسی تبدیل کر دی ہے اور تہذیب و سنجیدگی کا دامن چھوڑ دیا ہے۔ ہم کسی کی اختلافی رائے پر پابندی لگانا نہیں چاہتے۔ اختلاف رائے کا ہر صاحب رائے کو حق حاصل ہے۔ مگر اختلاف رائے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تہذیب و شرافت کو خیرباد کہہ کر اپنے مخالف کی تذلیل کی جائے، اس کا مذاق اڑایا جائے اور اس پر آوازے کسے جائیں۔ مخزن العلوم والفیوض بابت ماہ جنوری ۱۹۶۰ء کے صفحہ ۲ پر ایک نظم کے پہلے تین شعر ملاحظہ ہوں۔

روضہ میں جسد روح مبارک سے تہی ہے ۔۔۔ گجرات کے ملاں نے یہ کیا بات کہی ہے
اے تیرہ نظر تجھ میں بصیرت نہیں ورنہ ۔۔۔ سرچشمۂ فیضان نبوت ہی وہی ہے
اے عقل سے عاری تری ہر بات نرالی ۔۔۔ ملا تیرا عقیدت سے محبت سے تہی ہے

کیا شاعر اور مدیر صاحب نے یہ عبارت کرتے وقت اس حقیقت پر غور فرمایا تھا کہ دلوں کی باتیں جاننے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ کیا ان حضرات نے مذکورہ بالا حکم لگاتے وقت متعلقہ شخص کے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھ لیا تھا؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا یہی تقاضا ہے کہ اپنے سے اختلاف رکھنے والے کو گالیاں دی جائیں؟ کیا اختلاف رکھنے والے پر ملا، جاہل، احمق جیسے فقرے کسنا حضور علیہ السلام کی سنت ہے؟ یا صحابہ کرام اور سلف صالحین کا دستور ہے؟ یا ہمارے اکابر کا طریقہ ہے؟ یا پھر حضرات اکابر علماء دیوبند کی سنت ہے؟ کیا یہی دنیوی حیات کے وہ قائل ہیں جن کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہوں نے اسلام میں کیا فتنہ اٹھایا ہوا ہے؟ کیا اسی کو حضور علیہ السلام کی نعت اور مدح کہتے ہیں؟ پھر امت مسلمہ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ حضور علیہ السلام کی روح جسد اطہر سے خارج ہو گئی۔ اور اب حشر تک اس کا ٹھکانہ اعلیٰ علیین ہے۔ نیز حضور علیہ السلام کا جسد اطہر اور آپ کا جسد اطہر قبر میں محفوظ و مصئون ہے۔ البتہ روح کو بدن سے ایک قسم کا تعلق ہے جس کی کیفیت انسانی ادراک سے بالاتر ہے۔ جو پوری امت ہو روح مبارک کو جسد اطہر میں نہیں مانتی ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ ہم مخزن العلوم کے فاضل مدیر سے درخواست کریں گے کہ وہ اپنی نئی پالیسی پر نظر ثانی فرمائیں اور اپنی سابقہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے تہذیب و متانت کا دامن نہ چھوڑیں۔ اور ہماری صحافت کے اصل کے لئے سنجیدگی ... وما علینا الا البلاغ

ایک ضروری اطلاع

چونکہ حکومت پاکستان کے نئے آرڈیننس کے تحت ہر اخبار اور رسالہ کے لئے از سر نو ڈیکلریشن کی منظوری لینا ضروری ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ منظوری ملنے میں دیر ہو جانے کی وجہ سے رسالہ لیٹ ہو جائے۔ امید ہے کہ منظوری بہت جلد مل جائے اور رسالہ حسب سابق قارئین کی خدمت میں پہنچ جائے۔ (ادارہ)

۴...... تعلق باقی ہے۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت بالا میں مصرح ہے۔ (تعلقے بہ قبر نیز ارواح را می باشد) قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے تو اجساد کے ساتھ خود باقی ہے اور فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی شمولیت ہے اور وہ اسی بقاء تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔

۵...... کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عندالقبر انبیاء علیہم السلام کا سماع بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سیدالانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔ ''اللھم صل وسلم علیہ الصلوٰۃ وسلام دائمین (ھذا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم)'' عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی ۲۷ر صفر ۱۳۷۹ھ، الجواب صحیح لاشئ غلام اللہ خاں! (ماہنامہ تعلیم القرآن ص۹ تا ۱۱، ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء)

حوالہ نمبر ۸: مولانا فضل الرحمن صاحب کندیانوی لکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں پہلی قسط قارئین کی خدمت میں پیش ہو چکی ہے۔ اس میں ہم اپنا مسلک پورا واضح کر چکے ہیں، جس کی یہ آپ کی پیش کردہ عبارات بھی واضح دلیل ہیں اور صلوٰۃ وسلام عندالقبر کے متعلق حضرت گنگوہی مرحوم اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ کے حوالہ سے فتویٰ بھی شائع کر چکے ہیں۔ (تعلیم القرآن بابت دسمبر ۱۹۵۹ء ص۹)

قارئین کرام! جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنہ نے جو فتویٰ صلوٰۃ وسلام عندالقبر کے بارے میں حضرت گنگوہی مرحوم و حضرت حافظ ابن ہمام کا شائع کیا ہے، وہ ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ لیکن ان حضرات کی اصل کتابوں میں وہ فتویٰ موجود ہے۔ اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

حضرت گنگوہی کا فتویٰ

مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواب کے واسطے کافی دلیل ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

انبیاء علیہم السلام کو اسی وجہ مستثنیٰ کیا ہے کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

حضرت حافظ ابن الہمام رحمہ اللہ کا فتویٰ

حافظ صاحب لکھتے ہیں: ''بما روی ابو حنیفه فی مسنده عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال من السنة ان تاتی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قبل القبلة وتجعل ظهرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجهک ثم تقول السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته'' امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف زیارت کے وقت قبلہ کی طرف سے آئے تو قبلہ کی طرف پشت ہو اور قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ ہو۔ پھر تو یہ سلام پڑھے۔ ''السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته'' (فتح القدیر شرح الہدایہ ج۲ ص۳۳۶)

٢٢١

ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ستمبر ۱۹۶۰ء

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین دریں صورت کہ کیا روح مقدسہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے بدن مبارک سے نکالی گئی ہے یا کہ نہیں۔ پھر دوبارہ بدن مبارک میں داخل کی گئی ہے یا اعلیٰ مقام جنت میں رکھی گئی ہے۔ نیز حیوۃ برزخی ہے جو اس حیوۃ دنیا سے اعلیٰ وارفع ہے۔ یا حیوۃ دنیویہ ہے۔ یعنی کہ روح مبارک بدن مبارک سے نہیں نکالی گئی۔ یا نکال لینے کے بعد بدن مبارک میں دوبارہ داخل کی گئی ہے۔ نیز بارز روح مبارک کا تعلق بدن پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیساتھ ہے یا نہیں۔ نیز انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سماع عند القبر احناف اور علمائے دیوبند کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟ جو جواب تحریر فرمایا جاوے۔ اس پر حضرت مولانا غلام اللہ خانصاحب کے دستخط ضروری ہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کی اور ان کی جماعت کی اس مسئلہ میں کیا تحقیق ہے۔

السائل عمر حیات شاہ ۲۷ صفر ۱۳۸۰ھ

الجواب وباللہ التوفیق للصواب

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک بدن سے نکالی گئی ہے۔ اور اس میں میرے علم کے مطابق کسی محقق عالم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیتیں اس پر دلالت صریحہ رکھتی ہیں۔ ایک ان میں سے وہ ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے سامنے خطبہ میں پڑھی تھی جس کا ذکر امام بخاریؒ نے کتاب الجنائز میں باب الدخول على الميت بعد الموت اذا ادرج في اكفانه کے اندر فرمایا ہے جناب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک سے روح پاک کا نکل جانا بعض حضرات کو مسلم نہ تھا چنانچہ علامہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں "وعمر يتكلم ويقول ان يموت ايضاً" (حضرت عمرؓ آپ کی موت کا اس وقت انکار کرتے تھے) کیونکہ اس صدمہ سے ان پر دہشت و حزن شدید طاری ہو گیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اس حالت کو درست کرنے کے لئے خطبہ پڑھا۔ اور بآواز بلند جملہ اہل مجلس کے سامنے "فان محمدا قد مات" کہا۔ بیشک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔ آپ کے بدن مبارک سے روح مقدس پرواز کر چکی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اور اس پر یہ آیت پڑھی وما محمد الا رسول الآیۃ سب کو ... تسلی نہیں۔ اور یہ آدمی کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی۔ سب نے خوب سمجھ لیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ... تھے۔ یہیں اس روایت سے صحابہ کرام کا مسلک بھی اس مسئلہ کے متعلق معلوم ہو گیا۔ حضرت عمرؓ ... حسنت

۲۲۲

[illegible]

مولانا شاہ اشرف علی صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کا روح مبارک کس طریق سے جسد سے نکلی ہے

اور آپ میں سے سب آثار مشاہدہ ہو گئے۔ لا محالہ اس طرح کی تعیین ہو گی کہ وفات ہے۔

بلکہ حضرت محمد ملت فرما رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت موت کے طریقہ سے ہوئی ہے۔ یہ طریقہ متعین ہے۔ یہ آپ نے اور سوال کے جواب میں فرمایا ہے۔ بہرحال اس مسئلہ میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

روح پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوبارہ بدن میں داخل کرنے کے متعلق کوئی دلیل معتد بہ میرے علم میں نہیں ہے۔ بلکہ خلاف کے تصریحات موجود ہیں چنانچہ روایت مذکورہ بالا میں حضرت ابو بکر صدیق رض کا مقولہ لا یجمع اللہ علیک موتتین یعنی اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا، جملہ صحابہ کرام کے سامنے واقع ہوا ہے گویا اس مسئلہ پر سب کا اجماع ہو گیا اور کسی نے تردید نہیں کی۔ اس پر بھی صحابہ کرام چپ ہو گئے اور کسی نے تردید نہیں کی۔ اور اس مقولہ کا مطلب صحیح یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کے رد میں صدیق اکبر رض نے فرمایا جو کہتے تھے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن مبارک میں پھر روح پاک داخل ہو گی اور آپ کئی آدمیوں کے ہاتھ کاٹیں گے۔ تو حضرت صدیق رض نے اس خیال کو رد فرمایا کہ اگر ایسا ہو تو پھر موت کا آنا لازم ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں اسی کے متعلق لکھتے ہیں۔ وقیل هو على حقيقته واشار بذلك الى الرد على من زعم انه سيحيا فيقطع ايدي رجال لانه لو صح ذلك للزم ان يموت موتة اخرى فاخبر انه اكرم على الله من ان يجمع عليه موتتين كما جمعهما على غيره كالذين خرجوا من ديارهم وهم الوف وكالذي مر على قرية۔ اس عبارت کا حاصل وہی ہے۔ جو اوپر لکھ دیا گیا ہے۔ اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک حیات دنیوی نہیں ہے۔ کیونکہ اس کو موت لازم ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسکو اوضح و اسلم کہا ہے۔ یعنی حضرت صدیق اکبر رض کے اس مقولہ کی یہ توجیہ جو حقیقت پر مبنی ہے سب توجیہات سے واضح تر اور جملہ خامیوں سے زیادہ محفوظ ہے۔ علامہ عینی حنفی نے بھی اسکو ذکر کیا ہے اور سب شروح بخاری نے اسکو ذکر کیا ہے۔ نیز مولانا عبد الحی لکھنوی مجموعہ فتاویٰ جلد سوم میں فتح العزیز سے نقل فرماتے ہیں۔ مقام علیین بالائے جنت آسمان ہفتم و پائین آن متصل سدرۃ المنتہیٰ است و بالائے آن متصل بپایہ راست عرش مجید ارواح نیکاں بعد از قبض روح آنجا میرسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء در آن مستقر میمانند و عوام صلحا را بعد از بالا بردن و رسیدن نامہ اعمال بر حسب مراتب در آسمان دنیا یا درمیان آسمان و زمین یا در چاہ زمزم قرار میدهند و تعلقے بقبر نیز ایشان را میباشد۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح اعلیٰ علیین میں رہتی ہیں

۱۰

۲۲۳

ماہنامہ "تعلیم القرآن" راولپنڈی نمبر ۱۵۱

اور دوبارہ بدن میں داخل نہیں ہوتے۔ نیز مولانا احمد علی صاحب لکھنوی نے بحوالہ خزانۃ الروایات [illegible] سے نقل فرمایا ہے۔ اِنَّمَا اَرْوَاحُ الْاَنْبِیَاءِ تَخْرُجُ مِنْ جَسَدِهِمْ وَتَصِیْرُ مِثْلَ صُوَرِهِمْ مِثْلَ الْمِسْکِ وَالْکَافُوْرِ وَتَکُوْنُ فِی الْجَنَّۃِ وَتَاْکُلُ وَتَتَنَعَّمُ وَتَاْوِیْ بِاللَّیْلِ اِلٰی قَنَادِیْلَ مُعَلَّقَۃٍ بِالْعَرْشِ (یعنی نبیوں کی ارواح مبارکہ جب اجساد مبارکہ سے نکلتے ہیں۔ تو وہ ایک خاص صورت میں متشکل ہو کر جنت میں رہتے ہیں۔ وہیں کھاتی ہیں اور وہاں تنعم حاصل ہوتا ہے۔ اور رات کو ایک خاص قسم کے قنادیل میں (برزخی اجساد سے تعبیر ہے) جو عرش سے لٹکے ہوئے ہیں رہتے ہیں۔ ان دونوں عبارتوں سے ارواح مبارکہ کا اجساد مبارکہ سے بوقت موت جدا ہونا اور پھر ان اجساد میں تا قیامت داخل نہ ہونا صراحۃً ثابت ہے۔ اور یہی عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ہے۔ اور اسی پر علمائے سلف اور اکابر دیوبند ہیں۔

۳:۔ اس مذکورہ بالا تحریر سے اس کا جواب بھی ظاہر ہوا۔ کہ حیوٰۃ برزخی ہے۔ نہ دنیوی اور نہ وہ اصلی ہے۔ اور [illegible] ہے۔ اور دونوں معنی حیات دنیوی کے نہیں ہیں۔

۴:۔ تعلق باقی ہے۔ چنانچہ فتح العزیز کی عبارت مذکورہ بالا میں مصرح ہے۔ "وتعلقے بقبر نیز ارواح را بسبب [illegible]" قبر کے ساتھ تعلق باقی ہے۔ تو اجساد کے ساتھ تو باقی ہے۔ اور فقہاء کرام نے بھی تصریح کی ہے۔ کہ تنعم وغیرہ میں اجساد کو بھی دخولیت ہے۔ اور وہ اسی بقاء تعلق پر مبنی ہے۔ البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اور نہ یہ ثابت ہے۔ کہ یہ تعلق مثل تعلق دنیا کے ہے۔

۵:۔ کئی اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے۔ کہ عند اللہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقام بلاشبہ ثابت ہے۔ خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے۔ اور آپ کے مقام میں تو کچھ شبہ ہی نہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ اَلْفَ اَلْفِ [illegible] وَسَلَامًا دَائِمَیْنِ۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

عبدالرشید مفتی دارالعلوم تعلیم القرآن راولپنڈی
۲۷ رمضان [illegible]

الجواب صحیح
غلام اللہ خان

[illegible]

مہر دار الافتاء

۲۲۵

ماہنامہ نظام العلماء راولپنڈی ۶ بابت ۱۹۶۹ء

فضل الرحمن لعل گڑھ یالوی

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بجواب مضمون حیات النبیؐ مولانا نذیر اللہ خان صاحب بحوالہ ماہنامہ ... ماہ اکتوبر ۱۹۶۹ء

(دوسری قسط)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ ہم رسالہ ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ نومبر ۱۹۶۹ء کی پہلی قسط قارئین کی خدمت میں پیش ہو چکی ہے جس میں ہم اپنا مسلک پوری طرح واضح کر چکے ہیں جس کی بنا پر آپ کی پیش کردہ عبارات بھی واضح دلیل ہیں اور صلوٰۃ و سلام عند القبر کے متعلق حضرت گنگوہی مرحوم اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ کے حوالے سے فتویٰ بھی شائع کر چکے ہیں۔ تو پھر آپ کا اس سارے قصے سے اغماض کرتے ہوئے اپنا یہ طویل مضمون دوبارہ گھسیٹنا جس میں خوب پانی پی پی کر ہمیں کوسا گیا ہے ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، کیا یہی سلف صالحین کا طریقہ ہے؟

مولانا محترم ہمیں بار بار منکرین حیات النبیؐ کے دل آزار خطاب سے نوازتے ہیں لیکن ہم اس کے جواب میں صرف حافظ شیرازی کا یہ شعر پیش کرتے ہیں ؎

در کوئے نیکنامی ما را گذر ندادند
گر تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

اور صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں جو پوری تلخ کلامی سے کام لیا ہے اس کے متعلق صرف اتنا عرض ہے کہ ؎

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

البتہ ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم حیات النبیؐ کے منکر نہیں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد الممات حیات برزخیہ کے معتقد ہیں قائل ہیں اور یہی عقیدہ ہے تمام سلف صالحین کا اور اسی کی وہ عبارات شاہد ہیں جو آپ نے پیش کیں۔ دیکھئے فتح الباری کی وہ عبارت جو سب سے پہلے آپ نے پیش کی "لان الانبیاء احیاء عند اللہ وان کانوا فی صورۃ الاموات بالنسبۃ الی اہل الدنیا [illegible]

پھر (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۷) میں لکھتے ہیں: "ثم یسال النبی ﷺ الشفاعة فیقول یا رسول الله اسالک الشفاعة یا رسول الله اسالک الشفاعة واتوسل بک الی الله ان امرت مسلماً علی ملتک وسنتک ویذکر کل ما کان من قبیل استعطاف" پھر نبی اکرم ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرے۔ پس یوں کہے۔ اے اللہ کے رسول میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور وسیلہ کے پیش کرتا ہوں کہ میں اسلام کی حالت میں ہی آپ کی ملت وسنت پر مروں اور ایسی ہر چیز کا ذکر کرے جو رحم اور شفقت کا سبب بنے۔

حافظ ابن الہمام نے یہ بھی لکھا ہے کہ پھر اس شخص کے سلام نبی اکرم ﷺ کو پہنچائے جس نے وصیت کی ہو۔ (فتح القدیر ج ۲ ص ۳۳۷، اختتام کتاب)

قارئین کرام! یہ وہ دو فتوے ہیں جن کو جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ نے خود شائع کیا تھا۔ جب کہ اس عقیدہ پر قائم تھے۔ مگر اب ان حضرات کے ہاں ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔ (معاذ اللہ) کیا جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ پہلے شرک کے عقیدہ پر قائم تھی۔ اسی نئی روشنی کے دور میں عقیدہ بھی نیا تیار کیا جاتا ہے اور پھر اس کو قرآن مجید سے بھی ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اٹھا کر باہر پھینک دو گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

مولانا فضل الرحمن صاحب کندیانوی فرماتے ہیں۔ سیدھی سادی بات ہے کہ نبی ﷺ کی دنیا فانی سے رحلت بطریق خروج روح اقدس من البدن ہوئی۔ ملاحظہ ہو (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۸)

"عن ابی بردة قال اخرجت الینا عائشة کساءً ملبداً وقالت فی هذا نزع روح النبی ﷺ" اس چادر میں نبی ﷺ کی روح مبارک بدن سے نکالی گئی۔

پھر اس کے بعد روح اطہر کا عالم بالا میں ہوتے ہوئے جسد اطہر سے جو قبر مبارک میں بحالہ محفوظ ہے، تعلق ہے۔ جس کی وضاحت حضرت شاہ عبدالعزیز ﷫ محدث دہلوی کی کلام سے مذکور ہو چکی ہے۔ اس تعلق کا نام ہے حیات اور یہی حیات برزخیہ ہے جس کی بناء پر قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آنحضرت ﷺ سنتے ہیں۔ بتلایئے یہ عقیدہ ہے سلف صالحین کا یا نہیں۔ (تعلیم القرآن راولپنڈی دسمبر ۱۹۵۹ء ص ۱۶)

قارئین کرام! آپ نے اچھی طرح معلوم کر لیا ہوگا کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ہاں حیات برزخیہ کا مطلب پہلے کیا تھا۔ لیکن اب جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے ہاں حیات برزخیہ کا یہ مطلب ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے حیات جسمانی فی القبر بھی نہیں ہے اور عند قبر النبی ﷺ صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو سماع بھی نہیں ہے۔ (معاذ اللہ) نئی تہذیب میں نئے عقیدے جنم لیتے ہیں

تہذیب نو کے منہ پر وہ تھپڑ رسید کر جو اس حرام زادی کا حلیہ بگاڑ دے

(ظفر علی خاں)

حوالہ نمبر ۹: (ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ جنوری ۱۹۶۰ء ص ۳۱، ۳۲) کا عکس ہم پیش کر رہے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام خود ہی پڑھ کر اندازہ کر سکیں کہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے تمام اکابرین کا پہلے مسلک کیا تھا۔

۲۲۸

لوگ ایسے بیانات سے دھوکہ میں آجاتے ہیں لہذا مجبوراً تو کچھ لکھنا پڑتا ہے ورنہ آپ کے اس عقیدہ کی کہ آنحضرتؐ قبر شریف میں بجوہ دنیویہ زندہ ہیں نہ قرآن کریم میں کوئی دلیل ہے نہ سنت نبوی میں نہ صحابہ کرام کے اقوال میں اور نہ ائمہ دین اور سلف صالحین کے ارشادات میں اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے مسلک کے پڑھے لکھے لوگ چونکہ یہ جانتے ہیں کہ ہمارے پاس دلیل کوئی نہیں اس لئے وہ خود اس پر قلم نہیں اٹھاتے بلکہ آپ جیسے بزرگوں کو آگے کر دیتے ہیں جنہیں لکھتے وقت یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ ہم اپنی تائید میں لکھ رہے ہیں یا تردید میں۔

سیدھی سادی بات ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دنیائے فانی سے رحلت بطریق خروج روح اقدس من البدن ہوئی۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری صفحہ ۲۳۸ جلد ۱ " عن ابی بردۃ قال اخرجت الینا عائشۃ کساءً ملبداً وقالت فی ھذا نزع روح النبی صلے اللہ علیہ وسلم (اس چادر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک بدن سے نکالی گئی) پھر اس کے بعد روح اطہر کا عالم بالا میں ہوتے ہوئے جسد اطہر سے جو قبر مبارک میں بحالہ محفوظ ہے تعلق ہے جس کی وضاحت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کلام سے مذکور ہو چکی ہے۔ اس تعلق کا نام ہے حیات۔ اور یہی حیات برزخیہ ہے جس کی بنا پر قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آنحضرتؐ سنتے ہیں۔ بتلایئے یہ عقیدہ ہے سلف صالحین کا یا نہیں؟

اب ہم آپ کے سامنے اپنا مسلک اپنے اکابر کی زبانی پیش کرتے ہیں چنانچہ شیخ الاسلام مولنا شبیر احمد عثانی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں۔

① واما بعد وفاته صلے اللہ علیہ وسلم فروحه المقدسة قد استقرت فی الرفیق الاعلیٰ مع ارواح الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ولا یتوهم من ھذا انه لیس حیاة له صلے اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الشریف فان لروحه اشرافا علی البدن المبارک الحبیب واشراقا وتعلقا به وبدنه فی ضریحه غیر مفقود واذا اسلم علیه المسلم رد اللہ تم علیه روحه حتی یرد علیه

وفات کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پاک ارواح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رفیق اعلیٰ میں جا مستقر ہوئی اس سے کسی کو حیات فی القبر کے انکار کا وہم بھی نہ پڑے کیونکہ روح مبارک کے لئے اشراف و اشراق او تعلق بالبدن ہے اور آپ کا بدن قبر میں محفوظ ہے۔ او جب مسلمان کوئی سلام کہنے والا (قبر مبارک پر) سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ روح کو لوٹا دیتا ہے اور رفیق اعلیٰ سے بھی جدا نہیں ہوتا۔ اس کی مثال آگے چل کر حضرت دیتے ہیں کہ جیسے سورج کا مستقر آسمان ہے اور

حوالہ نمبر ۱۰: محترم سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں۔ باقی رہا آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس صلوٰۃ وسلام کے سماع کا مسئلہ تو اس میں فریقین کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہیں تھا۔ جیسا کہ آج سے تقریباً تین سال پہلے ماہنامہ تعلیم القرآن شمارہ ستمبر ۱۹۵۹ء اور پھر اس کے بعد شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۶۲ء میں دوسرے فریق کے اس بارے میں مسلک کی صراحت موجود ہے۔ البتہ اس فریق کے بعض حضرات جن میں خصوصیت سے حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ عند القبر سماع صلوٰۃ وسماع کے دوام اور ہمہ وقتی ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ الا خرق العادۃ! (تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء ص ۱۸، ۱۹)

حضرت استاذ محترم محدث اعظم ابو الزاہد محمد سرفراز خاں صاحب صفدر کا فرمان بالکل صحیح ثابت ہوا کہ اس بدعت کے مرتکب سب سے پہلے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری ہیں۔ ورنہ امت مسلمہ میں انبیاء کرام علیہم السلام کے عدم سماع کا کوئی بھی قائل نہ تھا

بادۂ عصیاں سے دامن تربتر ہے شیخ کا ۔۔۔ پھر بھی دعویٰ ہے کہ اصلاح دو عالم ہم سے ہے

حوالہ نمبر ۱۱: محترم سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں۔ حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم نے اس سلسلے کا جو سب سے پہلا خط مولانا غلام اللہ خاں صاحب کو لکھا تھا، اس میں حضرت موصوف نے اس نزاع کو ختم کرنے کے لئے مسئلہ حیات النبی ﷺ کے لئے حسب ذیل مشترکہ عنوان تجویز فرمایا۔ نبی کریم ﷺ جسمانی طور پر برزخ میں حیات ہیں۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اس کے جواب میں اس عنوان کو رد کئے بغیر ایک اور عنوان تجویز کر کے محترم قاری صاحب کی خدمت میں ارسال کیا۔ مگر حضرت قاری صاحب نے اس کے جواب میں اس عنوان پر اپنے تجویز فرمودہ عنوان کو راجح خیال فرمایا اور قطع نزاع کے لئے اسی پر فریقین کے متفق ہو جانے کو ضروری سمجھا۔ چنانچہ مولانا غلام اللہ خاں صاحب اور ان کی جماعت کے باقی تینوں مذکور الصدر (ص ۱۷) پر قاضی نور محمد رحمہ اللہ، مولانا قاضی شمس الدین صاحب، مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کا ذکر ہو چکا ہے۔ (حافظ ڈیروی) حضرات نے باہمی مشورہ کر کے حضرت قاری صاحب مدظلہ العالی کے عنوان سے کلی اتفاق کیا اور چاروں حضرات نے اس پر دستخط کر کے محترم قاری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص ۱۹)

فریقین کا معاہدہ

حوالہ نمبر ۱۲: وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس کی حیات کی وجہ سے روضہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

احقر محمد طیب وارد حال راولپنڈی ۲۲ / جون ۱۹۶۲ء

لاشئ (مولانا) غلام اللہ خاں، (مولانا قاضی) نور محمد خطیب جامع مسجد قلعہ دیدار سنگھ، (مولانا) محمد علی جالندھری عفا اللہ عنہ

اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل چونکہ مولانا قاضی شمس الدین صاحب (برادر خورد مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے۔ اس لئے یہ عبارت بالا ان کی

مسلمہ ہے۔ بنا بریں اس عبارت پر دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ عبارت بالا کو ان کا مسلمہ سمجھا جائے۔
(تعلیم القرآن اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۴، ۲۵)

مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی تحریر کے بارے میں اسی رسالہ کے (ص ۵۴) میں ہے۔ محترم قاری صاحب۔ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ صلح کے لئے ایک ایسی مشترکہ عبارت تجویز کی جائے جو تمام علماء دیوبند کا متفقہ مسلک ہو اور جس پر علماء دیوبند کے یہ دونوں فریق متفق ہو جائیں اور جو عبارت میں نے تجویز کی ہے۔ وہ فریقین کے درمیان قدرے مشترک ہو اور اس میں میں نے کوئی زائد بات نہیں لکھی۔ یہ تحریر مولانا قاضی شمس الدین صاحب ہی کی ایک تحریر کا خلاصہ ہے جو مولانا محمد علی صاحب کے پاس موجود ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ اس عبارت پر فریقین کے دستخط ہو جانے سے نزاع کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ مولانا غلام خاں صاحب نے محترم قاضی نور محمد صاحب سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ اس پر دستخط کر دیئے جائیں۔ کیونکہ (سماع) صلوٰۃ عند القبر الشریف پر تمام اکابر علماء دیوبند متفق ہیں۔ اس لئے اگر جماعت کی خیر خواہی اور نزاع کو ختم کرنے کے لئے اس پر دستخط کر دیئے جائیں۔ چنانچہ دونوں حضرات نے دستخط کر دیئے۔ یہ دونوں حضرات مولانا قاضی شمس الدین صاحب کی طرف سے مطمئن تھے۔ کیونکہ وہ سماع صلوٰۃ کو اپنے ایک خط میں تسلیم کر چکے تھے جو انہوں نے کسی وقت مولانا محمد علی جالندھری کو لکھا تھا۔

قارئین کرام! یہ ہے جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اکابرین کا پہلا عقیدہ جب کہ وہ دیوبندی تھے اور سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر النبی ﷺ کو علماء دیوبند کا اجماعی عقیدہ کہتے تھے۔ مگر نوشتہ تقدیر کو وہ کیسے تبدیل کر سکتے تھے۔ بالآخر انہوں نے اس اجماعی عقیدہ کو چھوڑ کر اہل بدعت کے عقیدہ کو قبول کر لیا۔ الا ماشاء اللہ! سچ ہے۔ ''اذا جاء القدر عمی البصر'' (جب تقدیر آتی ہے تو آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں) گرہ تقدیر کو ناخن تدبیر کھول نہیں سکتا۔

اعتراض نمبر ۱: اس معاہدہ اور فیصلہ کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے منسوخ کر دیا تھا۔

الجواب: یہ محض دھوکہ ہے۔ حضرت قاری صاحب نے ہرگز اس معاہدہ کو منسوخ نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ دوسری تحریر تھی جو مولانا سید عنایت اللہ شاہ کے خلاف لکھی گئی تھی جس پر مولانا غلام اللہ خاں اور قاضی نور محمد صاحب نے دستخط کئے تھے اور وہ تحریر اس معاہدہ کے بعد لکھی ہوئی ہے۔ (دیکھئے تعلیم القرآن ماہ اگست ۱۹۶۲ء ص ۲۵) چنانچہ تعلیم القرآن اگست ۱۶۲ء ص ۵۳ میں ہے اور شاہ صاحب کے بارے میں جس تحریر پر فریقین کے دستخط ہوئے تھے۔ چونکہ اس تحریر کی وجہ سے صلح نامہ میں توازن قائم نہیں رہا تھا۔ اس لئے حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم نے ہندوستان کو روانگی کے دن یعنی ۸/جولائی ۱۹۶۲ء کو بمقام لاہور اسے کالعدم قرار دے دیا۔

جھوٹ بولنے سے جن کو عار نہیں ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

اعتراض نمبر ۲: جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے اکابرین نے اس معاہدہ کو منسوخ کر دیا تھا۔

جواب ۱: حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب تو اس معاہدہ کے بعد فوراً وفات پا گئے تھے اور وہ جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے پہلے صدر تھے۔ حضرت مولانا غلام اللہ خاں مرحوم کی بھی کوئی ایسی تحریر نہیں ہے جس میں اس معاہدہ کے منسوخی کا ثبوت ہو۔

۲۲۱

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ترجمان اسلام

از مولانا قاضی عبدالشکور صاحب

مسئلہ حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم پر عرصے کافی لے دے ہو رہی ہے۔ ایک ہی بنیادی مسلک رکھنے والوں کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ لیکن یہ اختلاف اپنی حدود سے متجاوز ہوتا ہوا نظر آرہا ہے جہاں کچھ غیر ذمہ دار لوگوں کی تقریروں اور تحریروں کو نظر انداز کر لیا جاتا ہے۔ وہاں کچھ ذمہ دار حضرات کے رویہ پر افسوس بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں سہ روزہ "ترجمان اسلام" لاہور جو حضرت مولانا احمد علی صاحب کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے کی ۲۰، ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۹ء کی اشاعت میں پہلے صفحہ پر یہ خبر شائع ہوئی ہے

"وفاق المدارس العربیہ کے پہلے تاریخی اجلاس کے موقعہ پر ملتان میں وقفہ کے ایک گھنٹہ میں اکابر علماء نے جمع ہو کر اس صورت حال پر غور کیا۔ جو مولانا غلام اللہ خان صاحب اور انکے مدرسہ کے طالب علموں کی سخت تیزی اور اکابر علماء کی مخالفت سے پیدا ہو رہی ہے"

اسکے بعد کچھ علماء کے نام گنائے ہیں اور اسکے بعد یہ الفاظ مرقوم ہیں۔

"سب علماء حق (علماء دیوبند) نے اس مسلک اہل سنت والجماعت کے مطابق حقی عقیدہ رکھنے کی تائید فرمائی کہ آنحضرت روضہ اطہر میں جسم مبارک کے ساتھ حیات ہیں آپ درود سلام سنتے اور اسکا جواب دیتے ہیں"

بہت افسوس کی بات ہے کہ اگر ذمہ دار لوگ بھی اس قسم کی غیر ذمہ دارانہ باتیں کرنے لگیں تو عوام پر پھر کیا افسوس ہے قطع نظر اسکے کہ مولانا غلام اللہ خاں صاحب اور انکے شاگرد سختی کر رہے ہیں یا نہیں اور ایسی صورت حال جسکا خبر میں ذکر کیا گیا ہے پیدا کرنے کی ذمہ داری کس پر ہے سوال صرف یہ ہے کہ کیا مولانا غلام اللہ خان صاحب اسکے دوسرے ساتھی حیات النبی کے منکر ہیں؟ حالانکہ مولانا موصوف تقریر و تحریر کے ذریعہ اپنا عقیدہ واضح طور پر بیان کر چکے ہیں۔ کہ حضور کی روح پاک رفیق اعلیٰ میں ہے اور آپ کو حیات برزخی حاصل ہے جو اس دنیوی حیات سے اعلیٰ اور ارفع ہے چنانچہ ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں انہوں نے تصریح کی ہے۔ کہ حیات برزخی ہے نہ دنیوی اور وہ اعلیٰ وارفع ہے روح کا تعلق ذاتی ہے اور قبر میں جسد کو بھی شرکت ہے اور وہ اسی تعلق پر مبنی ہے البتہ اس تعلق کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے اسکے بعد تحریر فرماتے ہیں

"لیکن اکابر علماء دیوبند نے اپنی تحریروں میں تصریح کی ہے کہ عند القبر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سماع بلا شبہ ثابت ہے خصوصاً سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام بہت بلند ہے اور آپ کے سماع میں تو کوئی شبہ ہی نہیں"

اتنے صاف اعلان کے بعد بھی اگر کوئی شخص ضد پر اڑا ہوا ہے

۲۳۲

اور ان کے خلاف نفرت پھیلانے میں مصروف ہے تو یہ ہم اس کا مقصد کیا سمجھیں گے

ترجمان کی مسطورہ بالا تصریحات سے یہ تاثر بھی پیدا ہوتا ہے کہ تمام علماء کرام حیات دنیوی کے قائل ہیں اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے ہمنوا صرف ان کے مدرسہ کے طالب علم ہی ہیں اور علماء میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہیں۔ چنانچہ شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین صاحب غورغشتی والوں کو یہ سن کر غصہ آگیا کہ صرف مولوی غلام اللہ خاں ہی کا اس مسئلہ میں نام لیا جاتا ہے حالانکہ میں بھی حیات برزخی ہی کا قائل ہوں۔ جو اس دنیوی حیات سے جس روح اعلیٰ اور ارفع ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کے سا ہند و پاکستان کے متعدد علماء کرام اور شیوخ عظام بھی صرف حیات برزخی کے عقیدہ میں مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے ساتھ ہیں۔ جن میں سے کچھ حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب سابق شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبدالشکور صاحب سابق شیخ التفسیر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیر (مردان)۔ حضرت مولانا عبدالہادی صاحب شاہ منصور (مردان)۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد غفران صاحب مردان۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا نور محمد صاحب۔ حضرت مولانا سید فیض علی شاہ صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند۔ شیخ طریقت حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری، اور حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب گجرات رحمت برکاتہم

ان علماء کرام کے علاوہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی مرحوم کا بھی یہی مسلک تھا۔ چنانچہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا فتویٰ مولانا محمد امیر صاحب خطیب سرگودھا کے پاس موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ۔

"آنحضرت کو ایک قسم کی حیات برزخی حاصل ہے جس کی کیفیت خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن حیات دنیوی کہنا خلاف اہل سنت والجماعت ہے"

اسی طرح مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنے ایک فتوے میں جس کی اصل مولانا محمد امان صاحب کے پاس میانوالی میں موجود ہے یوں رقمطراز ہیں۔

"حیات دنیوی ظاہری کا تو دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں قرآن کریم کی اتنی صریح مخالفت کون مسلمان کر سکتا ہے جو بھی قائل ہیں۔ حیات برزخی ہی کے قائل ہیں" الخ

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند بھی اپنے ایک فتویٰ میں تحریر فرما چکے ہیں کہ حیات برزخی ہی محققین اکابرین کی تحقیق ہے اور یہی ملحوظ ہے کیا یہ تمام بزرگان ملت مولانا غلام اللہ خاں صاحب کے مدرسہ کے طالب علم ہیں۔ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ بہت سے اکابر ملت حیات برزخی کے قائل ہیں اور حیات برزخی کا عقیدہ رکھنے والے بھی اہل سنت ہی ہیں۔

آخر میں میں گذارش کروں گا کہ کیا شیخ الحدیث حضرت مولانا رسول خان صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی جیسی ہستیاں پاکستان میں موجود نہیں ہیں کہ ایک جگہ اکٹھا کرکے ان تمام علماء کرام کو مدعو کیا جاتا اور باہمی افہام و تفہیم کے ذریعے اس مسئلہ کا حل سوچا جاتا۔ پس پشت یکطرفہ مسلسل اعتراضات اور الزامات کے ذریعے نفرت پھیلانے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ البتہ باہمی اتحاد اور تعلق کا رشتہ ضرور پارہ پارہ ہو جائیگا لیکن میرے خیال میں یہ

(۵ شمارہ حیات و نبوت مرکز کی طرف اشارہ ہے ۱۱ بستوار)

جواب ۲: اہل سنت والجماعت کے اجماعی عقیدہ کو چھوڑ دینا اور معاہدہ کو منسوخ کر دینا کیا تمہارے نزدیک جائز ہے۔ اگر جائز ہے تو یہ بتاؤ کہ آپ کے اکابر کا پہلا عقیدہ قرآن وحدیث کے موافق تھا یا مخالف۔

پہلا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے موافق تھا یا مخالف۔ پہلا عقیدہ اگر شرک تھا تو زندگی کا دراز زمانہ اس پر کیوں گزار دیا۔ کیا عقائد میں بھی نسخ ہوتا ہے۔ بینوا توجروا!

یہاں گھر تھا وہاں قبریں جہاں دل تھا وہاں شعلے یہ ماتم خیز منظر سامنے ہے خوش دلی کیسے

باب سماع الموتیٰ عند الامام الاعظم

قارئین کرام! بعض حضرات امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے عدم سماع موتیٰ کی روایت پیش کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ یہ محض زبردستی بلا جواز ہے۔

سوال نمبر ۱: نیلوی صاحب (شفاء الصدور طبع اوّل ص ۴۴) میں غرائب فی تحقیق المذاہب منقول من رسالہ تفہیم المسائل ص ملحمد بشیر الدین القنوجی سے نقل کرتے ہیں جس کا ترجمہ یوں ہے۔ ایک شخص کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے دیکھا کہ صلحاء کی قبور پر آتا اور سلام کرتا اور ان کو مخاطب کر کے عرض و نیاز کرتا تھا۔ بایں الفاظ کہ تمہاری قبور پر آتا ہوں اور کئی ماہ ہو گئے کہ پکار رہا ہوں۔ محض اس لئے کہ تم میرے لئے دعا کرو۔ کیا تم کو میری باتوں کا علم بھی ہے یا نہیں۔ جب ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کی یہ بات سنی تو اس کو فرمایا کہ کچھ جواب بھی ملا ہے یا نہیں تو اس نے کہا کہ نہیں۔ پس فرمایا حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ہلاکت اور پھٹکار ہو تجھ پر اور نامراد پھرے تو تو ایسے اجساد سے کلام کرتا ہے جو نہ جواب دینے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ متصرف ہیں اور نہ آواز کو سنتے ہیں۔ پھر حضرت امام نے یہ آیت پڑھی: ''وما انت بمسمع من فی القبور'' حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تصریح فرما دی کہ مردے نہیں سنتے۔

الجواب: مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (جواب) فتاویٰ غرائب کوئی غیر معروف کتاب ہے۔ معلوم نہیں اس کا یہ بیان کہاں تک مستند ہے۔ (عماد الدین) ہمارے استاد محترم محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں۔

الجواب: یہاں چند امور قابل توجہ ہیں۔ اوّل قاضی بشیر الدین قنوجی شاگرد مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب اور استاد نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد تھے۔ سب سے پہلے اس حوالہ کا ماخذ ہماری معلومات کی بناء پر انہی کی کتاب ہے۔ انتہائی حیرت کی بات ہے کہ حضرات فقہاء احناف میں سے مسئلہ سماع موتیٰ کے مثبت اور منفی پہلو میں نہ تو متقدمین حضرات کو یہ حوالہ دستیاب ہوا ہے اور نہ متاخرین کو ہماری دانست میں کسی معتبر حنفی فقیہ نے ان سے پہلے اس کا تذکرہ نہیں کیا اور نہ فقہ حنفی کی کسی معتبر کتاب میں اس کا ذکر ہے۔ من ادعی خلافہ فعلیہ البیان بالبرہان!

دوم: یہ فتاویٰ غرائب کس کی تالیف ہے اور اس کے مصنف کون تھے اور کس مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور یہ کس زمانہ کی تالیف ہے اور فقہاء احناف اور دیگر فقہاء احناف اور دیگر فقہاء کے نزدیک اس کے مصنف کا اور کتاب کا کیا پایہ ہے۔

سوم: ایسی غیر متعارف اور مجہول کتاب کے حوالے کا صریح اور صحیح احادیث اور جمہور امت کے واضح اقوال کے مقابلہ میں کیا وقعت اور اعتبار ہو سکتا ہے۔ (سماع الموتیٰ ص ۳۲۳، ۳۲۴)

نظر ایسا آتا ہے کہ یہ حوالہ فتاویٰ غرائب میں نہیں ہے۔ نیلوی صاحب نے فتاویٰ غرائب دیکھا ہے اور اس کے حوالے بھی ذکر کئے ہیں۔ مثلاً (رق منشور ص ۱۹) میں لکھتے ہیں۔ (۲۰) فتاویٰ غرائب قلمی میں ہے۔ "لا دعاء بعد الرابعة فی ظاهر الروایة ظاهر الروایة" میں چوتھی تکبیر کے بعد کوئی دعا نہیں۔ (نہ سلام سے پہلے نہ پیچھے)

۲...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (۱۹) "وفی فتاویٰ الغرائب ورق ۱۷۵ ص ۲ نقل المیت من بلد الیٰ بلد یس بمکروہ ان کان قبل الدفن وبعد الدفن اخراجہ مکروہ الا بعذر"

(ماہنامہ جشن بہار سرگودھا گلستان اہل سنت نمبر فروری ۱۹۷۹ء ص ۱۱)

۳...... نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (فتاویٰ غرائب قلمی ورق ۱۷۶ ص ۱) میں ہے۔ استماع المیت محال (ندائے حق ج ۲ ص ۴۸)

مگر نیلوی صاحب نے امام صاحب کی طرف منسوب حوالہ کا ذکر براہ راست فتاویٰ غرائب سے پیش نہیں کیا بلکہ (رق منشور ص ۷۸) میں (تفہیم المسائل ص ۷۳) کے حوالہ سے پیش کیا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ یہ بشیر الدین قنوجی غیر مقلد کی کارروائی ہے جس سے احناف حضرات کو دھوکہ دینا مقصود ہے اور غیر مقلد ایسی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ راقم الحروف نے تنبیہ الغافلین علی تحریف الغالین میں غیر مقلدین حضرات کی خیانتوں اور تحریف کا ذکر تفصیل سے کر دیا ہے۔ اس کتاب قہر حق حصہ اوّل کی طباعت کے بعد تنبیہ الغافلین کو طبع کر دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

نیلوی صاحب کا جاہلانہ جواب

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک سوال کا جواب فتاویٰ غرائب غیر معتبر ہے۔

سوال نمبر ۱: فتاویٰ غرائب کتاب غیر متعارف اور مجہول ہے اور فقہی مسائل کا غیر متداول اور مجہول کتابوں سے نقل کرنا منع ہے۔

جواب: فتاویٰ غرائب وہ کتاب ہے جس کے حوالے معتبر کتب میں موجود ہیں۔ فتاویٰ عالمگیریہ جس کو بحکم حضرت عالم وقاری وحافظ وحاجی سلطان الہند اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ پانچ سو علماء کرام نے مل کر مرتب فرمایا تھا۔ اس میں جگہ جگہ اس فتاویٰ غرائب کے حوالے موجود ہیں۔ اگر یہ کتاب معتبر نہ ہوتی تو ۵۰۰ علماء اس کتاب کا حوالہ نہ دیتے۔ ہم اس بات کے مکلف نہیں کہ ہر مولف کے سوانح حیات سے بخوبی واقف ہوں۔ ان معتبر علماء پر ہمیں پورا اعتماد ہے کہ وہ غیر معتبر اور مجہول علماء کا فتویٰ ہم پر لاگو نہیں کرتے۔ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ اس کتاب میں جو باتیں ہیں وہ شرع شریف کے موافق ہیں یا نہیں۔ اگر موافق ہیں تو ٹھیک ہیں۔ خواہ اس کا مصنف کوئی ہو اور اگر اس کتاب میں ایسی باتیں ہیں جو شرع شریف کے خلاف ہے تو غلط ہیں۔ اگرچہ کسی بڑے معتمد اور معتبر عالم نے لکھی ہو۔

"لا تنظر الیٰ من قال وانظر الیٰ ما قال" (ندائے حق ج ۲ ص ۴۳، ۴۴)

الجواب: فتاویٰ عالمگیریہ میں فتاویٰ غرائب سے امام اعظم کا یہ مسلک نقل نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا یا تو فتاویٰ غرائب میں یہ بات سرے سے مذکور ہی نہیں یا مذکور تو ہے مگر جھوٹی روایت ہونے کے باعث فتاویٰ غرائب سے فتاویٰ عالمگیریہ میں نقل نہیں کی گئی اور فتاویٰ عالمگیریہ میں فتاویٰ غرائب سے کوئی ایسا حوالہ نقل نہیں کیا گیا جو معتبر کتابوں میں موجود نہ ہو۔ فتاویٰ غرائب سے اگر کوئی حوالہ فتاویٰ عالمگیریہ میں نقل ہوا ہے تو وہ محض تائید کر کے درجہ

میں ہوگا۔اس سے فتاویٰ غرائب کا معتبر ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ غیر معتبر کتابوں کے حوالے تائید کے درجہ میں بعض اوقات معتبر کتابوں میں نقل کئے جاتے ہیں۔خود نیلوی صاحب نے (رق منشور ص ۱۰۸) میں چند غیر معتبر کتب کی مختصر فہرست نقل کی ہے جن میں قنیہ للزاہدی معتزلی شرح کنز لملا مسکین درمختار شرح تنویر الابصار، نہر الفائق، زاد اللبیب، خزانۃ الروایات، جامع الرموز ابوالمکارم رجل مجہول و کل کتاب تفسیر زمخشری تفسیر بغوی وغیرہا!

مگر خود نیلوی صاحب نے ان کتابوں کے حوالوں سے اپنی کتابوں کو پر کیا ہوا ہے۔مثلاً خود اسی رق منشور میں زاد اللبیب کے حوالہ سے عبارتیں پیش کی ہیں۔دیکھئے (ص ۵۳، ۵۹، ۶۰، ۶۵، ۱۰۷) اور قنیہ سے استدلال (رق منشور ص ۱۸) میں موجود ہے۔اسی طرح جامع الرموز سے استدلال (رق منشور ص ۱۸) میں ہے۔نہر الفائق س (استدلال ص ۵۲) میں ہے۔ درمختار کا حوالہ (ص ۸۸) میں ہے۔خزانۃ الروایات کا حوالہ (ص ۵۹) میں ہے۔اسی طرح ان غیر معتبر کتابوں کے حوالے ندائے حق میں بھی موجود ہیں۔مثلاً (ندائے حق ج ۲ ص ۴۷) میں عینی شرح کنز کا حوالہ موجود ہے۔ جب کہ (رق منشور ص ۱۰۸) میں اس کو غیر معتبر کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے اور (ندائے حق ج ۲ ص ۵۰، ۵۱) میں نہر الفائق کا حوالہ موجود ہے۔ بغوی کا حوالہ (ندائے حق ج ۲ ص ۵۱) میں موجود ہے۔تفسیر زمخشری کا حوالہ بھی (ندائے حق ج ۲ ص ۵۱) میں موجود ہے۔

قارئین کرام! یہ صرف چند حوالوں کی نشاندہی کرنی تھی، جن سے ندائے حق لبریز ہے۔ اب نیلوی صاحب سے گزارش ہے۔ وہ خود ہی بتائیں کہ ان غیر معتبر کتابوں کے حوالے دینے سے کیا وہ نیلوی صاحب کے نزدیک معتبر ہوگئی ہیں یا محض ان غیر معتبر کتابوں سے حوالے دے کر مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنا مقصود ہے۔

تو خود آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

نیلوی صاحب کا ایک زبردست جھوٹ

نیلوی کا یہ کہنا کہ فتاویٰ عالمگیریہ کے مرتب کرنے والے پانچ صد معتبر علماء پر ہمیں پورا اعتماد ہے۔ وہ غیر معتبر اور مجہول علماء کا فتویٰ ہم پر لاگو نہیں کرتے۔نیلوی صاحب نے یہ زبردست جھوٹ بولا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نیلوی صاحب کا فتاویٰ عالمگیریہ کے مرتبین ۵۰۰ علماء کرام پر بالکل اعتماد نہیں۔ اگر اعتماد ہوتا تو جس طرح فتاویٰ عالمگیریہ کے مرتبین علماء نے فتاویٰ غرائب کے اس حوالہ سے جس میں امام اعظم کی طرف عدم سماع موتیٰ کی نسبت کی گئی ہے۔ اعراض کیا ہے۔نیلوی صاحب ان علماء پر اعتماد کرتے ہوئے اعراض کرتے اور اس حوالہ کو پیش نہ کرتے اور جس طرح ان پانچ صد علماء کرام نے فتاویٰ عالمگیریہ میں اس عقیدہ کو اختیار کرلیا ہے کہ قبر مبارک کی زیارت کے وقت ایسے عجز وخشوع وادب سے کھڑا ہو۔ جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور آپ کی شکل مبارک کو دل میں تصور کرے کہ گویا آپ اپنی قبر میں نیند کی حالت میں آرام فرما ہیں۔ مجھے جاننے والے ہیں اور میری کلام کو سننے والے ہیں۔ (الاختیار شرح المختار میں یوں ہی لکھا ہوا ہے)

پھر جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کی تاکید کی ہو۔اس کا سلام بھی عرض کرے پس یوں عرض کرے۔ یارسول اللہ ﷺ فلاں بن فلاں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے۔وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی بناتا ہے۔پس آپ اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت کریں۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۲۸۲ طبع مصر)

ترجمہ عربی ترجمہ عربی عبارات کا راقم الحروف نے قارئین کی خدمت میں پیش کردیا ہے۔ پھر حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام کرے اور کہے کہ ہم تم دونوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دربار میں وسیلہ بناتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے شفاعت کریں اور ہمارے رب سے درخواست کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت وطریقہ پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۱۲۳ اختتام کتاب)

اگر نیلوی صاحب کی یہ بات سچی ہوئی کہ ہمیں ان پر پورا پورا اعتماد ہے تو نیلوی صاحب اس عقیدہ کو اختیار کرتے جو فتاویٰ عالمگیریہ میں موجود ہے اور بدعت اور گمراہی اور بے دینی کا راستہ ہرگز اختیار نہ کرتے ؎

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

نیلوی صاحب کے نزدیک فتاویٰ عالمگیریہ کے مرتبین کافر ہیں (معاذ اللہ)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ کیوں جناب قرآن کے یہ الفاظ یا احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہم سے شفاعت کی درخواست کرنا جائز ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۲۰۶، ۲۱۷، ۲۲۳)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ نیز آپ نے صحابہ کرام پر بہتان باندھا کہ ساری عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر پھر وہی جاہلیت والی باتیں ان میں عود کر آئیں۔

کہ جیسے پہلے لات، عزیٰ، ہبل کو خدا کے ہاں سفارشی مانتے تھے۔ اب ان کی بجائے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ عنہم کو سفارشی ماننے لگ گئے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۲۲۷) گویا نیلوی صاحب کے ہاں شفاعت طلب کرنے والا کافر ہے۔ فلہٰذا ان پانچ صد علماء نے فتاویٰ عالمگیریہ میں یہ مسلک لکھ کر کفر وشرک کا ارتکاب کیا ہے۔ اس لئے وہ کافر ہیں۔ (معاذ اللہ) لیکن نیلوی صاحب کو بایں ہمہ ان پر پورا اعتماد بھی ہے۔ گویا نیلوی صاحب کو کفار پر پورا اعتماد ہے۔ "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" اور مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی کو نیلوی صاحب پر پورا اعتماد ہے۔

تنہا تمہی سے طے نہ ہوئیں غم کی منزلیں وہ بھی قدم قدم پہ شریک سفر ہے

سوال نمبر ۲: (الکوکب الدری ص ۳۱۹) میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "واستدل المنکرون ومنہم عائشہ وابن عباس ومنہم الامام بقولہ تعالیٰ لا تسمع الموتیٰ" سماع موتی کے منکرین نے جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وحضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی ہیں۔ قرآن مجید کی اس آیت: "انک لاتسمع الموتیٰ" (کہ تو مردوں کو نہیں سنا سکتا) سے عدم سماع موتی پر استدلال کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وحضرت ابن عباس کی طرح حضرت امام اعظم رحمہ اللہ بھی سماع موتی کے منکر تھے۔

الجواب: الکوکب الدری حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ان کی تقریر ہے جس کو شاگرد نے کتابی شکل میں جمع کر دیا ہے۔ یہ تحریر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے فتوے کے خلاف ہے۔ چنانچہ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۲۷) میں ہے۔

سوال: جب سماع موتی کے حضرت امام صاحب قائل نہیں ہیں۔ پھر فقہاء حنفیہ تلقین میت کو کیوں تحریر فرماتے ہیں۔

جواب: مسئلہ سماع موتی میں حنفی باہم مختلف ہیں اور روایات سے ہر دو مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ پس تلقین اسی مذہب پر مبنی ہے۔ کیونکہ اوّل زمانہ قرب دفن کے بہت سی روایات اثبات سماع کرتی ہیں اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آئی ہیں، شاذ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

قارئین کرام! یہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے اور مفتیٰ بہ قول ہی قابل عمل ہوتا ہے۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ اس سوال کا جواب کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت عدم سماع موتی شاذ ہے۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۴۱)

نیلوی صاحب نے اس کے جواب دینے کی مفتی عزیز الرحمن صاحب کی تحریر سے کوشش کی ہے جو کہ درست نہیں۔ کیونکہ مفتی عزیز الرحمن صاحب کا صریح حوالہ آگے آرہا ہے جس میں امام اعظم سے عدم سماع موتی کی روایت کی وہ وضاحت کرتے ہیں۔ الکوکب الدری کے حوالہ سے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سماع موتی کے منکرین میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ بھی بہت عجیب وغریب بات ہے۔ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کسی قابل اعتماد عالم نے سماع موتی کے منکرین میں شمار نہیں کیا بلکہ ابن عباس سماع موتی کے قائل ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مسلک

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دفن المیت سمع خفق نعالھم اذا ولوا عنه منصرفین رواہ الطبرانی فی الکبیر درجالہ ثقات" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت کو دفن کردیا جاتا ہے تو وہ پھر کر جانے والوں کے جوتوں کی کھسکھساہٹ سنتا ہے۔ اس حدیث کی سند کے تمام راوی معتبر ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۴)

دلیل نمبر ۲: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا، وہ جب بھی اسے سلام کہتا ہے تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ (بحوالہ سماع الموتی ص ۱۹۸)

اس حدیث کو محدث عبدالحق اور علامہ سید احمد طحطاوی حنفی اور قاضی شوکانی غیر مقلد نے صحیح قرار دیا ہے۔ ان دو صحیح حدیثوں کے راوی ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔

سوال نمبر ۳: نیلوی صاحب! حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو عدم سماع موتی کے قائلین میں سے شمار کرتے ہوئے درمنثور کا حوالہ دیتے ہیں۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۹۲، البیان الاوفی ص ۳۰)

الجواب: نیلوی صاحب نے تفسیر درمنثور کا نہ صفحہ کا ذکر کیا ہے نہ جلد کا ذکر کیا ہے۔

آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ہاں نیلوی صاحب (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۱۰) میں لکھتے ہیں۔ یہ حدیث (یعنی قلیب بدر والی) قرآن شریف کی آیت: "وما انت بمسمع من فی القبور" کے نازل ہونے کے ساتھ منسوخ ہوگئی۔ یہ جواب علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے درمنثور میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ جواب نمبر ۷ آیت کریمہ سے حدیث منسوخ ہوگئی۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے درمنثور میں ابوسہل سدی بن سہل جنید نیشاپوری کی کتاب میں سے اس کی پانچویں حدیث کا حوالہ دے کر لکھا ہے جو عبدالقدوس کے طریق سے مروی ہے کہ ابوصالح "انک لا تسمع الموتیٰ" اور "ما انت بمسمع من فی القبور" کا شان نزول راس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے غزوہ میں مشرک مقتولوں کے کنویں پر آ کھڑے ہوئے تھے، جس میں ان کی لاشوں کو پھینک دیا گیا تھا اور فرمانے لگے کیا تمہارے رب نے تمہارے ساتھ جو وعدہ فرمایا تھا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۴)

نیلوی صاحب کے جھوٹ و دھوکے

نیلوی صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ یہ جواب علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے درمنثور میں حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے۔ یہ دھوکہ ہے۔ کیونکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا طریقہ اس کتاب میں یوں ہے کہ وہ مخالف و موافق روایتوں کو جمع کر دیتے ہیں اور تبصرہ نہیں کرتے۔ فلہٰذا ایک جانب کی روایت کو لے کر یہ کہنا کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے جواب دیا ہے۔ یہ بالکل جھوٹ و دھوکہ ہے۔

۲...... ابوسہل سدی بن سہل جنید نیشاپوری کا ترجمہ و حالات نقل نہیں کئے کہ وہ کون اور کیسا تھا۔

۳...... پھر مذکور نام بھی غلط نقل کیا ہے۔ السریؒ کو نیلوی صاحب نے سدی بنا دیا ہے اور الجند یسابوری کو نیلوی صاحب نے جنید نیشاپوری بنا دیا ہے۔ (ماشاء اللہ بہت خوب) اصل نام یوں تھا۔ ابوسہل السری ابن سہل الجند یسابوری دیکھئے۔ (تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۲۴۹ مطبوعہ ایران)

۴...... ابوسہل السری اور عبدالقدوس بن عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کے درمیان سند کے کئی راوی غائب ہیں۔ معلوم نہیں وہ کون اور کیسے تھے۔

۵...... پھر یہ روایت طبقہ سادسہ کی ہے۔ جب کہ نیلوی صاحب کا دعویٰ یہ تھا۔ طبقہ ثالثہ کی کتابوں کی اکثر احادیث فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں۔ ہم اس قاعدہ سے سرمو اغماض و اعراض نہیں کرتے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۶۸)

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

۶...... عبدالقدوس عن ابی صالح کی سند کی نیلوی صاحب نے وضاحت نہیں فرمائی کہ عبدالقدوس کون ہے اور ابوصالح کون ہے۔ بظاہر عبدالقدوس سے مراد عبدالقدوس بن حبیب ہے جو کہ کذاب اور وضّاع (جھوٹی حدیثیں بنانے والا تھا) (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ للالبانی ص ۳۰۶ المجلد الاوّل)

۷...... ابوصالح جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ وہ باذان مولیٰ ام ہانی ہے۔ نیلوی صاحب خود لکھتے کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۱۱۷)

۸...... (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۱۶، ۴۱۷) میں ابن حجر نے اس کا طویل ترجمہ نقل کیا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں: ''وقال ابن حبان یحدث عن ابن عباس ولم یسمع منه'' ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ راوی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے سنا نہیں۔ یعنی اس کی روایت منقطع ہے۔

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ ایک جھوٹی و من گھڑت روایت کی بناء پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نیلوی صاحب عدم سماع موتی کا قائل بنا رہے ہیں۔ ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' اور صحیح حدیثوں کی روایت کی بناء پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سماع الموتی کا قائل نہیں مانتے۔ یہ ہے نیلوی صاحب کا انصاف جس کو مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی بھی انصاف کہتے ہیں۔ (تقریظ شفاء الصدور طبع اوّل و دوم)

حق بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے قائل تھے

دلیل نمبر ۱: حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ البتہ جانب ثانی میں بھی مسئلہ کلام میت سے عدم سماع کو امام (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کا مذہب ٹھہرانا یہ بھی صحیح نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۴۳۵)

دلیل نمبر ۲: مفتی عزیز الرحمن صاحب فرماتے ہیں۔ سماع موتی میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے ہے۔ بہت سے ائمہ سماع موتی کے قائل ہیں اور حنفیہ کی کتب میں بعض مسائل ایسے مذکور ہیں جن سے عدم سماع معلوم ہوتا ہے۔ مگر امام صاحب سے کوئی تصریح نہیں کرتے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۵ ص ۴۶۱)

قارئین کرام! مفتی عزیز الرحمن کے اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ یمین کے مسئلہ میں جس کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے۔ وہاں سے حنفیہ کی کتب میں عدم سماع الموتی سمجھا جاتا ہے۔ مگر امام اعظم رحمہ اللہ سے صراحۃً کوئی روایت عدم سماع کی موجود نہیں۔ فلہذا مفتی عزیز الرحمن صاحب کی وہ عبارت جس میں آتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ و حنفیہ سماع موتی کے قائل نہیں۔ اس کی حقیقت مفتی صاحب نے خود ہی واضح کر دی ہے۔ اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اس مشہور قول کی کوئی پوزیشن باقی نہیں رہتی۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

دلیل نمبر ۳: قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں جائز ہے۔ نیلوی صاحب نے مراقی الفلاح کے حاشیہ کے حوالہ سے علامہ سید احمد طحطاوی رحمہ اللہ سے یوں نقل کیا ہے۔ ''ولا یکرہ المشی فی المقابر بالنعلین عندنا لقولہ علیہ السلام وانہ یسمع قرع نعالھم اذا انصرفوا'' یعنی قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا ہمارے مذہب حنفی میں مکروہ نہیں۔ جس کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب لوگ قبرستان سے واپس گھروں کو جاتے ہیں تو مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (ندائے حق جز اول ص ۲۲)

(امام طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۴۳) میں باب المشی بین القبور بالنعال کے تحت یہ دلیل بیان کرتے ہیں۔ ''انہ یسمع خفق نعالھم حین تولوا عنہ مدبرین'' (وہ مردہ واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز البتہ سنتا ہے) پھر (امام طحاوی رحمہ اللہ ج ۱ ص ۳۴۴) میں فرماتے ہیں۔ ''وھذا قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ'' (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وصاحبین کا یہی قول ہے)

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار نہیں متعدد بار مع گروہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنازوں کے دفن کرنے کے لئے جوتے پہن کر قبرستان تشریف لایا کرتے تھے جو قطعی طور پر متعدد طریق سے صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ پھر حضرت علامہ ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (شرح معانی الآثار ص ۲۹۵) باب المشی بین القبور بالنعال کے باب میں صاف اور صریح طور پر امام اعظم رحمہ اللہ وامام یوسف وامام محمد رحمہ اللہ کا مذہب لکھا ہے کہ ان کے نزدیک قبرستان میں جوتوں سمیت جانا بلا کراہت جائز ہے۔ (ندائے حق جز اول ص ۲۱، ۲۲)

امام الاحناف ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ''وقد ثبت فی الحدیث ان المیت لیسمع قرع نعالھم اذا ولوا عنہ مدبرین وھو دال علی جواز لبس النعال فی المقابر قال وقد ثبت حدیث انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی نعلیہ فاذا جاز دخول المسجد بالنعل فالمقبرۃ اولیٰ'' حدیث شریف میں یہ بات ثابت ہے کہ مردہ واپس جانے والوں کی جوتوں کا آواز یقیناً سنتا ہے تو یہ حدیث دلالت کرنے والی ہے۔ اس بات پر کہ قبرستان میں جوتوں کا پہن کر چلنا جائز ہے اور کہا کہ ثابت ہو چکا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ بے شک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتوں سمیت نماز پڑھی ہے۔ جب مسجد میں جوتوں کے ساتھ داخل ہونا جائز ہے۔ (جب کہ پاک ہوں) تو قبرستان میں بطریقہ اولیٰ داخل ہونا جائز ہوا۔ (مرقاۃ ج ۸ ص ۲۸۳ باب النعال)

سوال نمبر ۴: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ "لیسمع خفق نعاله" اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا حقیقی معنی سمجھا۔ ورنہ جب قلیب بدر کی حدیث پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے گفتگو فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی آیت سے جواب دیا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آیت پاک سن کر خاموش ہو گئے تھے اور ان میں سے کسی نے یہ حدیث خفق نعال والی پیش نہیں کی۔ اگر حقیقی معنی مراد ہوتے تو ضرور یہ حدیث مورد استدلال میں پیش ہوتی۔ نیز جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے استدلال میں اس حدیث کو پیش نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کو سماع موتی کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر اور سلف صالحین کون ہیں۔ (ندائے حق جز اول ص ۱۹۹)

الجواب: نیلوی صاحب جیسا سادہ انسان دنیا میں ہمیں اور کوئی نظر نہیں آتا۔ پہلے تو نیلوی صاحب نے حدیث کے الفاظ ہی غلط نقل کئے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ "لیسمع خفق نعاله" حالانکہ صحیح اس طرح ہیں۔ "لیسمع خفق نعالهم" دوسرے نیلوی صاحب نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے جواب کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خاموش ہونے کا ذکر کیا ہے۔ یہ نیلوی صاحب کی خالص کذب بیانی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موجود ہونے کا ذکر کسی حدیث میں بھی مذکور نہیں۔ باب الکذبات میں راقم الحروف نے اس کو تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لیں۔ تیسرے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی کا ذکر نہیں ملتا تو نیلوی صاحب کا نتائج نکالنا اور مرتب کرنا بناء الفاسد علی الفاسد ہے۔ چوتھے اگر اس حدیث کے حقیقی معنی مراد نہ ہوں۔ یعنی جوتوں کی آواز بلکہ اس سے مراد سرعة ہو کہ اگر زندہ ہوتا تو جوتوں کی آواز سن ہی رہا ہوتا۔ تو فرشتے آجاتے تو پھر اس حدیث سے احناف حضرات کا قبرستان میں جوتوں کے ساتھ جانے پر استدلال کرنا صحیح نہیں رہے گا اور استدلال کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی۔ امام اعظم رحمہ اللہ و صاحبین رحمہما اللہ کا مذہب ہے کہ قبرستان میں جوتوں سمیت جانا جائز ہے۔ اس کی بنیاد ہی اسی صحیح و صریح حدیث پر ہے۔ جب کہ حقیقی معنی پر محمول ہو۔ نیلوی صاحب جیسے کسی سادہ آدمی نے ملا علی قاری کے زمانہ میں یہی بات کہی تھی کہ یہ حدیث حقیقی معنی پر محمول نہیں تو ملا علی قاری تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "وهو ضعيف اذ ثبت بالاحاديث ان الميت يعلم من يكفنه ومن يصلى عليه ومن يحمله ومن يدفنه وقال ابن الملك اى صوت دقها دفيه دلالته على حياة الميت فى القبر لان الاحساس بدون الحياة ممتنع عادة"

ملا علی قاری نے بایں طریق تضعیف فرمائی ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ میت اس کو بھی پہچانتا ہے جو اسے کفن دیتا ہے اور ان کو بھی جو اس پر نماز پڑھتے ہیں اور ان کو بھی جو اس کی چارپائی اٹھاتے ہیں اور ان کو بھی جو اس کو دفن کرتے ہیں۔ پھر شاید یہی مسئلہ سمجھانے کے لئے کہ دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز میت قبر کے اندر سچ مچ سنتا ہے۔ اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسے بعض نے تاویل کی ہے۔ ابن ملک کا قول اپنی تائید میں پیش کیا ہے کہ ابن ملک قرع نعالہم سے مراد ای صوت دقہا (جوتوں کے دب دب کی آواز) بتا کر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں قبر کے اندر میت کی حیات کی دلیل ہے۔ وہ دلیل اس طرح بنتی ہے کہ میت کو جو قبر کے اندر سے باہر جوتوں کی آواز کا احساس ہوتا ہے تو بغیر حیات کے احساس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عادۃ اللہ اسی طرح جاری ہے۔ (ندائے حق جز اول ص ۱۹۵، ۱۹۶)

پس ثابت ہوا کہ امام اعظم اور امام ابو یوسف و امام محمد، امام طحاوی، ملا علی قاری، علامہ محدث ابن الملک حنفی، علامہ سید احمد طحطاوی حنفی وغیرہم (رحمہم اللہ) اس حدیث کے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں اور سماع موتی کے قائل ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ بھی اس کے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ باب قائم کرتے ہیں۔ "باب المیت یسمع خفق النعال" "مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری ج۱ ص۱۷۸)

یہ حدیث انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابن عباس سے بھی مروی ہے۔ جیسا کہ عنقریب اس کا حوالہ گزر چکا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (طحاوی مستدرک حاکم مسند احمد) اور حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (تہذیب الآثار للطبری) حضرت جابر سے بھی مروی ہے۔ (تہذیب الآثار للطبری) تو یہ حدیث خبر واحد سے نکل کر حدیث مشہور کے درجہ کو پہنچ گئی ہے اور حدیث مشہور کی بناء پر کتاب اللہ پر زیادتی کرنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ (شفاء الصدور مترجم طبع اول ص۱۱۹) پانچویں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتی کے انکار سے رجوع ثابت ہے۔ راقم الحروف صرف ایک صحیح روایت پیش کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عدم سماع موتی سے رجوع

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حدثنا هشيم قال اخبرنا مغيرة عن ابراهيم عن عائشة (الی ان قال) قالوا یا رسول اللہ کیف تکلم قوماً جیفوا فقال ما انتم بافهم لقولی منهم او لهم فهم لقولی منکم"
(مسند احمد ج۶ ص۱۷۰)

قارئین کرام! اس صحیح سند سے حدیث کے آخری حصہ کا ترجمہ یوں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیسے کلام کرتے ہیں۔ ایسی قوم سے جو مردار ہو چکے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم ان سے زیادہ میری بات کو سمجھنے والے نہیں ہو یا وہ تم سے میری بات کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔

قارئین کرام! بات کو سمجھنا سماع پر موقوف ہے۔ جیسا کہ استاد طالب علم کو سبق کے درمیان کہتا ہے، کچھ بات سمجھ آئی۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قلیب بدر کی روایت خود بیان کر کے اپنی پہلی اجتہادی رائے سے رجوع کر چکی تھی۔ (وللہ الحمد) فلہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی سماع موتی کا مسئلہ اختلافی نہ رہا۔ بلکہ سماع موتی پر اتفاق ہو گیا تھا۔ جیسا کہ دلائل سے معلوم ہوا۔ (بفضل اللہ تعالیٰ)

تنبیہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تمام روایات متصلہ و منقطعہ صحیح ہیں۔ جیسا کہ (نور الصباح ص۱۸۳) میں راقم الحروف نے تفصیل سے ذکر کر دیا ہے۔ ابراہیم عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے روایت فقہ حنفی میں مقبول ہے۔ چنانچہ ہدایہ باب الجنائز فصل فی الغسل میں ہے۔ بقول عائشہ علام تنصون میتکم!

دلیل نمبر ۴: امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نومن بعذاب القبر و نعمه لمن کان لذالک اهلاً و بسوال منکر و نکیر للمیت فی قبره عن ربه و دینه و نبیه علی ماجاءت به الاخبار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عن اصحابه اجمعین و القبر روضة من ریاض الجنة او حفرة من حفر ......" (عقیدۃ الطحاوی ص۶۰)

ہم ایمان لاتے ہیں۔ عذاب قبر اور اس میں نعمتوں کے پہنچائے جانے پر اس شخص کے لئے جو اس کا اہل ہو اور ہمارا ایمان ہے کہ قبر میں مردہ سے منکر و نکیر کا سوال ہوگا۔ اس کے رب و دین و نبی کے بارے میں جیسا کہ حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر آیا ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

قارئین کرام! منکر ونکیر کا مردہ سے سوال کرنا اور مردہ کا جواب دینا اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ وہ سماع وحیات رکھتا ہو۔ علامہ سید احمد طحطاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''طحاوی اعلم بمذھب ابی حنیفة وصاحبیه'' امام طحاوی، امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے مذہب کو اچھی طرح جانتا ہے۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۴۲)

علامہ سید محمد انور شاہ صاحب فرماتے ہیں: ''راثبت شی فی هذا الباب عقیدة الطحاوی فانه کتب فی اوله انه یکتب فیه عقائد الامام ابی حنیفة رحمہ اللہ وابی یوسف رحمہ اللہ'' عقائد کے باب میں امام طحاوی رحمہ اللہ کا رسالہ عقیدۃ الطحاوی بہت مضبوط چیز ہے۔ کیونکہ اس نے اس رسالہ کی ابتداء میں لکھا ہے کہ وہ اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے عقائد بیان کرے گا۔ (فیض الباری ج۱ ص ۶۰)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب فرماتے ہیں۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس مختصر سے رسالہ میں وہ عقائد جمع کئے ہیں۔ جن پر حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد متفق ہیں۔ (جواہر التوحید ص ۲۶۳)

علامہ شامی کا فتویٰ وعقیدہ

''قال اهل السنة والجماعة عذاب القبر حق وسوال منکر ونکیر وضغطة القبر حق لکن ان کان کافرا فعذابه یدوم الیٰ یوم القیامة ویرفع عنه یوم الجمعة وشهر رمضان فیعذب اللحم متصلاً بالروح والروح متصلاً بالجسم فیتالم الروح مع الجسد'' اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور منکر ونکیر کا سوال اور قبر کی تنگی حق ہے۔ لیکن اگر کافر ہے تو قیامت تک عذاب میں مبتلاء رہے گا۔ البتہ جمعہ کے دن اور رمضان کے ماہ میں اس سے عذاب ہٹالیا جائے گا۔ گوشت کو عذاب ہوگا۔ روح کے تعلق سے اور روح کو عذاب ہوگا جسم کے اتصال سے پس روح وجسم دونوں درد محسوس کریں گے۔ (شامی اختتام باب الجنائز ج۱ ص ۶۱۰)

دلیل نمبر۵: ''واعلم ان مسئلة کلام المیت وسماعه واحدة وانکرها حنفیة العصر وفی رسالة غیر مطبوعة لعلی القاری رحمہ اللہ ان احداً من المشائخ یذهب الیٰ انکارها وانما استنبطوها من مسئلة فی باب الایمان وهی حلف رجل ان لایکلم فلاناً فکلمه بعد ما دفن لا یحنث قال القاری رحمہ اللہ ولا دلیل فیها علیٰ ما قالوا فان مبنی الایمان علی العرف وهم لا یسمون کلاماً'' جان لے کلام میت اور سماع میت کا مسئلہ ایک ہے۔ آج کے زمانہ کے حنفیہ منکر ہوئے ہیں۔ حالانکہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے ایک غیر مطبوعہ رسالہ میں ہے کہ ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ میں سے کوئی بھی سماع موتی کا منکر نہیں ہے۔ اس زمانہ کے منکرین نے ایمان (قسموں کا اٹھانا) کے مسئلہ سے استنباط کیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ فلاں شخص سے کلام نہ کروں گا۔ پس اس شخص کے دفن ہونے کے بعد کلام کیا تو حانث نہ ہوگا۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ اس میں کوئی دلالت نہیں۔ عدم سماع موتی پر جیسا کہ منکرین نے کہا ہے۔ کیونکہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے اور عرف والے اس کو کلام نہیں کہتے۔ (فیض الباری ج۲ ص ۴۶۷)

دلیل نمبر۶: ''واشتهر علی السنة الناس ان الموتیٰ لیس لهم سماع عند ابی حنیفة وصنف ملّا علی القاری رسالة وذکر فیها ان المشهور لیس له اصل من الائمة اصلاً بل اخذ هذا من مسئلة باب الایمان انه حلف انه لا یتکلم مع فلان فمات الرجل فتکلم معه علی قبره میتاً لا یحنث اقول وجه عدم الحنث ان مبنی الایمان علی العرف واهل العرف لا یعلمون ان الموتیٰ تسمع والمحقق ان اباحنیفة لا ینکر سمع الاموات

وان خالف ابن الهمام وقال الموتیٰ لا تسمع وان ذخيرة الحديث تدل علیٰ سمع الموتیٰ وقال الشيخ ان الموتیٰ لا تسمع ويستثنى منه سمع قرع النعال والسلام عليكم'' اور کچھ لوگوں کی زبان پر مشہور ہو گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں مردے نہیں سنتے اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ایک رسالہ لکھا ہے اور اس میں اس نے ذکر کیا ہے کہ اس مشہور قول کی ائمہ احناف سے کوئی اصل نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ باب الایمان سے لیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے قسم اٹھائی کہ فلاں شخص سے بات نہ کروں گا اور وہ مر گیا تو قسم اٹھانے والے نے اس کی قبر پر جا کر کلام کیا تو حانث نہ ہو گا۔ میں (سید محمد انور شاہ) کہتا ہوں کہ حانث نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مدار قسموں پر ہے اور اہل عرف نہیں جانتے کہ مردے سنتے ہیں اور تحقیقی بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سماع موتیٰ کے منکر نہیں ہیں۔ اگرچہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ مگر احادیث کا ذخیرہ سماع موتیٰ پر دال ہے اور شیخ ابن ہمام نے کہا ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ لیکن مردہ دفن کیا ہوا واپس جانے والوں کے جوتوں کا آواز حقیقتاً سنتا ہے اور ''السلام علیکم یا اہل القبور'' یہ سلام بھی مردہ سنتا ہے۔ اس کو شیخ ابن ہمام نے تسلیم کیا ہے۔ (العرف الشذی ج ۱ ص ۲۰۲ مع الجامع الترمذی)

شیخ ابن الہمام کا عقیدہ

شیخ ابن الہمام کا عقیدہ یہ ہے کہ مردوں پر جب بھی سلام کیا جائے وہ سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما مرّ رسول الله ﷺ بمصعب بن عمير فوقف عليه وقال اشهد انكم احياء عند الله فزوروهم وسلموا عليهم فوالذى نفسى بيده لا يسلم عليهم احد الا ردوا عليه السلام الى يوم القيامة'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت مصعب بن عمیر کے پاس سے گزرے۔ پس ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں (محمد رسول اللہ) گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہو۔ پس مسلمانو! تم ان کی زیارت کیا کرو اور ان پر سلام کیا کرو۔ پس مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میں ''محمد رسول اللہ'' ﷺ کی جان ہے۔ ان پر کوئی سلام نہیں کرے گا۔ مگر یہ کہ وہ قیامت تک اس کے سلام کا جواب دیتے رہیں گے۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ ج ۳ ص ۹۷، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان اختتام کتاب الحج)

قارئین کرام! شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مقام استدلال میں پیش کیا ہے اور اس پر کسی قسم کا جرح نہیں فرمائی جس سے ثابت وواضح ہوتا ہے۔ یہ شیخ ابن ہمام کا عقیدہ ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات وسماع کا بھی قائل ہے اور عام مردوں کے دیکھنے اور پہچاننے کا بھی قائل ہے۔

فقہاء احناف کا فیصلہ

''وقالوا فى زيارة القبور مطلقاً الاولىٰ ان ياتى الزائر من قبل رجل المتوفى لا من قبل راسه فانه اتعب لبصر الميت بخلاف الاوّل لانه يكون مقابلا بصره لان بصره ناظر الىٰ جهته قدميه اذا كان على جنبه'' مشائخ احناف نے فرمایا ہے کہ عام قبروں کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ زائر مردہ کے پاؤں کی جانب سے آئے۔ سر کی جانب سے نہ آئے۔ کیونکہ یہ میت کی نظر کو زیادہ تھکان میں ڈالنے والا ہے۔ یہ پہلی صورت کے خلاف ہے۔ کیونکہ زائر پاؤں کی جانب ہونے کی وجہ سے مردہ کی نظر کے سامنے ہوتا ہے۔ کیونکہ مردہ کی نظر اس کے پاؤں کی طرف پڑتی ہے۔ جب مردہ کے پہلو میں زائر کھڑا ہوتا ہے۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵)

زیارۃ قبرالنبی ﷺ کے آداب

علامہ شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ حنفی لکھتے ہیں۔ "ثم یاتی القبر الشریف فیستقبل جدارہ ویستدبر القبلة علی نحو اربعة اذرع من الساریة التی عند راس القبر فی زاویته جدارہ وما عن ابی للیث انه یقف مستقبل القبلة مردود بما روی ابو حنیفة رضی اللہ عنہ فی مسندہ عن ابی عمر رضی اللہ عنہ قال من السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظھرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجھک ثم تقول السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته" پھر زائر قبر شریف کے پاس آئے۔ پس قبر کی دیوار کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی طرف پشت کرے۔ چار گز دور کھڑا ہو۔ اس ستون سے جو قبر شریف کے سرہانے کی دیوار کی جانب واقع ہے اور جو ابواللیث سے منقول ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔ یہ مردود ہے۔ اس سبب سے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے اپنے مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی طرف پشت ہو اور قبر شریف کی طرف منہ کرے تو پھر تو کہے اسلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵)

نیلوی صاحب کا ایک غلیظ جھوٹ

نیلوی صاحب (ندائے حق طبع اول ص ۳۲۰) میں عنوان قائم کرتے ہیں۔ سلف صالحین سے صاحب تسکین کا اختلاف۔ پھر (ص ۳۲۱) میں لکھتے ہیں۔ مجتہدین میں سے سب نے مکروہ کہا۔ عند قبر النبی ﷺ السلام علیکم قبلہ رخ ہو کر کہے۔ (صاحب تسکین لکھتے ہیں) بلکہ حضور ﷺ کے معصوم چہرے کے بالمقابل قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے سلام کہے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ سب مجتہدین قبر النبی ﷺ کے قریب قبلہ رخ ہو کر سلام کرنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ یہ زبردست غلیظ جھوٹ ہے۔ ابھی امام اعظم رحمہ اللہ کا حوالہ آپ نے پڑھا ہے کہ وہ اس طریقہ کو سنت کہتے ہیں۔ نیلوی صاحب نے ندائے حق طبع دوم میں اس کو کاٹ دیا ہے اور ذکر نہیں کیا۔ (حق کا بول بالا جھوٹ کا منہ کالا)

سوال نمبر ۵: مسند ابوحنیفہ کے بارے میں نیلوی صاحب کہتے ہیں کہ اس کا راوی حسن بن زیاد جو امام اعظم رحمہ اللہ کا شاگرد ہے۔ کذاب ہے۔ (شفاء الصدور طبع اول ص ۹۹)

الجواب: نیلوی صاحب کا حسن بن زیاد کو کذاب کہنا درست نہیں۔ بعض محدثین نے ان پر جرح تعصب کی بناء پر کی ہے۔ احناف کے ہاں مسند ابوحنیفہ معتبر کتاب ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن ہمام نے اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا حوالہ دیا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ خود نیلوی صاحب نے اس حوالہ کو اس طرح ذکر کیا ہے اور مسند امام اعظم (ص ۱۲۶) میں ہے۔ "ابو حنیفه من نافع عن ابی عمر رضی اللہ عنہ قال من السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظھرک الی القبلة وتستقبل القبر بوجھک ثم تقول السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته" یعنی طریقہ ہے کہ قبلہ کی طرف سے نبی ﷺ کی قبر اطہر کے پاس تو آئے اور اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف اور چہرہ قبر کی طرف کر کے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔ (ندائے حق ج ۱ اول ص ۵۴۹)

بالآخر نیلوی صاحب نے وہی بات کہہ دی جو صاحب تسکین الصدور نے کہی تھی۔ آنچہ کند دانا کند ناداں۔ لیکن بعد از خرابی بسیار۔

نیلوی صاحب نے (خیر الکلام ص ۱۰۷) میں مسند امام اعظم (ص ۴۶) کے حوالہ سے ایک حدیث بطور احتجاج کے ذکر فرمائی ہے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب بھی مسند ابو حنیفہ سے بطور احتجاج کے حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے (تحریرات حدیث ص ۲۵۰) اور (بلغۃ الحیران ص ۸۳) میں بھی مسند الامام اعظم کا ذکر کیا ہے اور (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی نومبر ۱۹۶۲ء ص ۲۸، ۲۹) میں اس کو معتبر قرار دیا گیا ہے اور (تحریرات حدیث ص ۱۶) میں ہے۔ المسند الامام الاعظم!

لطیفہ: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ پھر صحابہ کا قبلہ رخ ہو کر سلام کرنا اور ائمہ مجتہدین کا قبلہ رخ سلام کہنے کا طریقہ صریح دلیل ہے۔ اس امر کی صحابہ رضی اللہ عنہم وائمہ مجتہدین میں سے یعنی خیر القرون میں سے کوئی بھی سماع النبی ﷺ عند قبرہ الشریف کا قائل نہیں۔ (ندائے حق طبع اوّل ص ۱۳۵) قبلہ رخ ہو کر سلام کرنا جب نیلوی صاحب کے نزدیک صریح دلیل عدم سماع کی ہے اور اب ثابت ہو گیا۔ مسند ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے قبلہ کی طرف پشت اور قبر شریف کی طرف منہ کر کے سلام کرنا چاہئے تو اب صریح دلیل ہو گئی کہ سماع عند قبر النبی ﷺ کے صحابہ و امام اعظم قائل تھے۔

ان کلمات سے سلام کرے

حافظ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ثم یقول فی موقفہ السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا خیرۃ اللہ من جمیع خلقہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا سید ولد آدم السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا رسول اللہ انی اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وانک عبدہ ورسولہ واشہد انک یا رسول اللہ قد بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وکشفت الغمۃ فجزاک اللہ عنا خیراً جاذاک اللہ عنا افضل ما جازیٰ نبیاً عن امتہ اللہم اعط سیدنا عبدک ورسولک محمداً الوسیلۃ والفضیلۃ والدرجۃ العالیۃ الرفیعۃ وابعثہ المقام المحمود الذی وعدتہ وانزلہ المنزل المقرب عندک انک سبحانک ذو الفضل العظیم"

حافظ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے کرے۔ پھر نبی اکرم ﷺ سے شفاعت طلب کرے۔

نبی اکرم ﷺ سے شفاعت ان الفاظ کے ساتھ طلب کرے

حافظ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ثم یسال النبی ﷺ الشفاعۃ فیقول یا رسول اللہ اسالک الشفاعۃ یا رسول اللہ اسالک الشفاعۃ واتوسل بک الی اللہ فی ان اموت مسلماً علی ملتک وسنتک" پھر رسول اللہ ﷺ سے شفاعت طلب کرے۔ پس کہے یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے شفاعت طلب کرتا ہوں۔ یا رسول اللہ! میں آپ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور آپ کے وسیلہ سے دعا مانگتا ہوں۔ میں آپ کی ملت و سنت پر مسلمان ہو کر مروں۔

جس نے سلام کی وصیت کی ہو اس کے سلام پہنچائے

حافظ ابن ہمام لکھتے ہیں۔ "ولیبلغ سلام من اوصاہ تبلیغ سلامہ فیقول السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان لیسلم علیک یا رسول اللہ" اور چاہئے کہ سلام پہنچائے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اس شخص کا جس نے وصیت کی ہو سلام پہنچانے کی۔ پس یوں کہے یا رسول اللہ فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر

سلام ہو! یا فلاں بن فلاں یا رسول اللہ آپ پر سلام بھیج رہا ہے۔ (حافظ ابن ہمام کی مذکورہ بالا سب عبارات فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵، اختتام ابواب الحج) میں موجود ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن ہمام رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر بھی سلام عرض کرے۔ تفصیل فتح القدیر میں ہے۔ عقیدہ مذکورہ بالا صرف حافظ ابن ہمام حنفی کا نہیں بلکہ تمام امت مسلمہ کا ہے اور پہلے فتاوی عالمگیریہ کے حوالہ سے یہ عقیدہ ذکر ہو چکا ہے۔

جمعیۃ اشاعۃ التوحید وسنۃ کا پہلا فتویٰ

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلے میں ماہنامہ تعلیم القرآن بابت ماہ ستمبر ۱۹۵۹ء میں پہلی قسط قارئین کی خدمت میں پیش ہو چکی ہے۔ اس میں ہم اپنا مسلک پورا واضح کر چکے ہیں اور صلوۃ وسلام عند القبر کے متعلق حضرت گنگوہی مرحوم اور شیخ ابن ہمام کے حوالہ سے فتویٰ بھی شائع کر چکے ہیں۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی دسمبر ۱۹۵۹ء ص ۹ زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری)

شیخ ابن ہمام مذہب حنفی سے خارج ہو گیا ہے

(شفاء الصدور ص ۶۸ مترجم) میں ہے۔ اگر کہا جائے کہ امام ابن الہمام کا قول فتح القدیر میں ایسا ہے جس میں سماع موتی سمجھ آتا ہے۔ صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے کہ محقق ابن ہمام صاحب ترجیح ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ ان کے قول کی اتباع تب تک ہے جب تک مذہب کے خلاف نہ ہو۔ خلاف مذہب ہونے کی صورت میں ان کا قول معتبر نہ ہوگا۔ نیلوی صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں۔ "وفی ہذہ المسئلۃ قد خرج عن مذہبہ فلا یتابع علیہ" اور اس سماع موتی کے مسئلہ میں ابن ہمام مذہب حنفی سے خارج ہو گیا ہے۔ پس اس کی وافقت نہیں کی جا سکتی۔

(شفاء الصدور مترجم طبع اوّل ص ۶۸)

قارئین کرام! نیلوی صاحب کے اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ جب جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ نے ابن ہمام کی موافقت کی تھی اور ان کا عقیدہ فتویٰ کی صورت میں شائع کیا تھا۔ (جیسا کہ ابھی ماہنامہ تعلیم القرآن کے حوالہ سے معلوم ہوا) اس وقت یہ جمعیۃ حنفی نہ تھی۔ مذہب حنفی سے خارج تھی۔ سبحان اللہ! محقق مدقق نیلوی صاحب جیسے ہونے چاہئیں۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا کار طفلاں تمام خواہد شد

عنایت اللہ شاہ پر کوئی وحی نازل ہوتی ہے

حضرت مولانا قاری شہاب الدین صاحب خلیفہ مجاز حضرت سلطان الاولیاء مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ نیلوی صاحب میرے استاد ہیں۔ جب ابتداء میں ضیاء العلوم سرگودھا میں نیلوی صاحب تشریف لائے تو فرماتے تھے کہ حیات انبیاء علیہم السلام اور سماع انبیاء علیہم السلام عند القبور کی احادیث کو عنایت اللہ شاہ کیوں ضعیف کہتا ہے۔ اس پر کوئی وحی نازل ہوتی ہے۔ حدیث کی کتابیں اور اسماء الرجال کی کتابیں ہمارے سامنے بھی موجود ہیں۔ مگر ہمیں تو یہ نظر نہیں آتا کہ اس سلسلہ کی ساری احادیث ضعیف ہیں۔ مولانا قاری شہاب الدین صاحب زید مجدہ کا کہنا ہے کہ جب ایک زمانہ آیا تو نیلوی صاحب بھی وہی چال چلنے لگے جو عنایت اللہ شاہ صاحب چلے ہوئے

تھے تو میں نے کہا استاد جی اب آپ پر وحی نازل ہوگئی ہے تو نیلوی صاحب ہنس کر خاموش ہو کر چل پڑے۔

قارئین کرام! معلوم ہوا کہ جس طرح نیلوی صاحب کے نزدیک امام ابن ہمام حنفی مذہب سے خارج ہو گئے ہیں تو گویا نیلوی صاحب بھی پہلے اپنے ذہن نارسا کے مطابق حنفیت سے خارج تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نیلوی صاحب حنفیت سے اب خارج ہو کر اہل بدعت، معتزلہ، کرامیہ، جہمیہ باطل فرقوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے۔

دلیل نمبر ۷: ''وفی فتح القدیر عن ابی حنیفۃ ان الزائر یستقبل القبر ویستدبر القبلۃ ویتامن شیئاً لیراہ المیت سھلا'' اور فتح القدیر میں ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ ؒ فرماتے ہیں کہ زائر قبر کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی طرف پشت کرے اور کچھ دائیں جانب ہوجائے تاکہ میت اس کو آسانی سے دیکھ سکے۔

(العرف الشذی مع الترمذی ج۱ ص ۲۰۲)

خلاصۃ الفتاویٰ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہ بعض فقہی کتابوں میں ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی طرف سے جائے۔ کیونکہ یہ صورت میت کے لئے آسان ہے۔ سرہانے کی طرف نہ جائے کیونکہ اس میں میت کو نگاہ پھیرنے میں اور سر کی طرف متوجہ ہونے میں دقت اور مشقت اور تکان ہوگی۔ (ندائے حق ج ۲ ص ۳۸۰)

فتاویٰ شامی

علامہ شامی حنفی ؒ فرماتے ہیں: ''وفی شرح اللباب للملا علی القاری ثم من آداب الزیارۃ ما قالوا من انہ یاتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل راسہ لانہ اتعب البصر المیت بخلاف الاوّل لانہ یکون مقابل بصرہ'' اور ملا علی قاری ؒ کی شرح اللباب میں ہے کہ پھر آداب زیارت میں سے یہ طریقہ ہے جو مشائخ فقہاء احناف بیان کرتے ہیں کہ قبروں کی زیارت کرنے والا مردہ کے پاؤں کی جانب سے آئے۔ سر کی جانب سے نہ آئے۔ اس لئے کہ یہ میت کی نظر کو زیادہ مشقت میں ڈالنے والا ہے۔ بخلاف پہلی صورت کے یعنی جب پاؤں کی جانب سے آئے تو وہ تکان میں ڈالنے والا نہیں۔ کیونکہ وہ مردہ کی نظر کے سامنے ہوتا ہے۔

(شامی ج۱ ص ۶۶۵ مطلب فی زیارۃ القبور مطبوعہ کوئٹہ پاکستان)

جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا ترجمان ماہنامہ تعلیم القرآن

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ماہ جولائی ۱۹۶۹ء ص ۴۳) میں ہے: ''وشرح اللباب للملا علی القاری ثم من آداب الزیارۃ ما قالوا من انہ یاتی الزائر من قبل رجل المتوفی لا من قبل راسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاوّل لانہ یکون مقابل بصرہ'' ملا علی قاری الحنفی کی کتاب شرح اللباب میں ہے کہ علماء کرام نے جو آداب زیارت قبور کے بتلائے ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ زیارت کرنے والا میت کے پاؤں کی جانب سے آئے اور سر کی جانب سے نہ آئے۔ کیونکہ پاؤں کی جانب سے آنے میں میت کی آنکھوں اور نظر کے سامنے ہوگا۔ بخلاف سر کی جانب سے آنے کے۔ پس جہاں تک ممکن ہو ایسا ہی کرے۔ اسی طرح دیگر کتب فقہ میں ہے۔ فتویٰ مفتی عبدالرشید صاحب مفتی

اعظم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی نگران شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، مدیر سجاد بخاری

کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو — دو دن کا یہ مزاج ہے آگے کی خیر ہو

دلیل نمبر ۸: مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ سماع موتی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وبالجملة لم يدل دليل قوى على نفى سماع الميت وادراكه وفهمه وتالمه لا من الكتاب ولا من السنة بل السنن الصحية الصريحة دالة على ثبوتها له والحق فى هذا المقام ان هذا كله من تقريرات المشائخ وتوجيهاتهم وتكلفاتهم ولا عبرة بها حين مخالفتها للاحاديث الصحيحة وآثار الصحابة الصريحة واما ائمتنا فهم بريئون عن انكار هذ الامور وانما حكموا فى الحلف بالضرب والكلام والدخول عليه ونحوها بعدم الحنث عند وجود هذه الاشياء بالميت لكون الايمان مبنية على العرف والعرف قاض على ان هذه الامور يراد بها ارتباطها مادام الحياة لابعد الموت فالكلام بالميت وان كان كلاما حقيقة ويوجد فيه الاسماع والافهام لكن العرف يحكم بان المراد فى قوله لا اكلمك هو الكلام حالته حياته وكذا الايلام وان كان يتحقق فى الميت لكن العرف قاض على ان المراد فى قوله لا اضربك هو ضربه حيا لا ضربه ميتا وبالجملة فالوجه فى تقيد هذه الايمان هو حكم العرف لا ما ذكروه" (عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایہ باب الایمان ج ۲ ص ۲۲۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میت کے سماع، ادراک، فہم اور درد اٹھانے کی نفی پر کوئی ایک قوی دلیل بھی دلالت نہیں کرتی۔ نہ کتاب اللہ سے نہ سنت رسول اللہ ﷺ سے بلکہ صحیح اور صریح حدیثیں ان امور کا میت کے لئے ثبوت فراہم کرتی ہیں اور اس مقام میں حق بات یہ ہے کہ نفی سماع کی جملہ تاویلات مشائخ کی اپنی تقریریں اور توجیہیں اور تکلفات ہیں۔ ان کا کوئی اعتبار نہیں جب کہ یہ تاویلات احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف ہیں۔ ہمارے ائمہ (امام اعظم وصاحبین) میت کے سماع، ادراک، فہم، الم کے انکار سے بری ہیں۔ علماء کرام۔ نے مارنے، کلام کرنے، داخل ہونے وغیرہ کی وجہ سے حانث نہ ہونے کا جو فیصلہ دیا ہے۔ جب کہ میت کے ساتھ ضرب وکلام کا وجود پایا جاتا ہے تو وجہ یہ ہے کہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے اور عرف کا فیصلہ یہ ہے کہ ان چیزوں کا تعلق حیات سے ہوتا ہے نہ موت کے بعد۔ پس کلام میت کے ساتھ اگر حقیقتاً کلام ہے اور اس کلام میں میت کو سنانا اور سمجھانا بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن عرف کا فیصلہ یہ ہے کہ زندہ کے ساتھ صرف کلام شمار ہوگی اور اسی طرح درد پہنچانا گرچہ یہ بھی مردہ میں حقیقتاً پایا جاتا ہے۔ لیکن عرف کا فیصلہ یہ ہے کہ ضرب زندہ کو ہوتی ہے نہ مردہ کو۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ قسموں کا دارومدار عرف پر ہے نہ مشائخ کے تکلفات پر۔

دلیل نمبر ۹: امام اعظم رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں: "وسوال منكر ونكير حق كائن فى القبر واعادة الروح الى الجسد فى قبره حق وضغطة القبر وعذابه حق كائن للكفار كلهم وبعض عصاة المومنين حق جائز" (الفقہ الاکبر مع اردو ترجمہ، البیان الازہری ص ۴۳، ناشر ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

سوال: نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ فقہ اکبر کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف غلط ہے۔ دراصل یہ کتاب ان کے شاگرد ابوالمطیع البلخی کی تصنیف ہے۔ (دیکھو امام ذہبی رحمہ اللہ کی العبر ج ۱ ص ۲۳۰، ندائے حق جز اول ص ۴۸۱)

الجواب: فقہ اکبر امام اعظم رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ مگر اس کے راوی امام اعظم رحمہ اللہ سے ان کے شاگرد ابومطیع البلخی ہیں۔ بہت سے محققین حضرات کی تحقیق یہی ہے۔

دلیل نمبر ۱: کاتب چلپی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "الفقه الاکبر فی الکلام للامام الاعظم ابی حنیفة نعمان بن ثابت المتوفی (۱۵۰ ھ) خمسین و مائة روی عنه ابو مطیع البلخی و اعتنی به جماعة من العلماء فشرحه غیر واحد من الفضلاء منهم" فقہ اکبر علم کلام میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کی ہے۔ ابومطیع بلخی رحمہ اللہ نے آپ سے روایت کے طور پر ذکر کیا ہے۔ علماء احناف کی ایک جماعت نے اس کو قابل اعتماد گردانا ہے اور بہت سے فضلاء نے اس کی شروح لکھی ہیں۔ (پھر ان شروح کا تفصیل سے ذکر کیا ہے چلپی صاحب نے)
(کشف الظنون ج ۲ ص ۱۲۸۷)

دلیل نمبر ۲: ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قال الامام الاعظم و الهمام الافخم الاقدم قدوة الانام ابو حنیفة الکوفی رحمہ اللہ فی کتابه المسمی بالفقه الاکبر" (شرح فقہ اکبر ص ۹)

دلیل نمبر ۳: علامہ شیخ المنتہی احمد بن محمد الحنفی (المتوفی فی حدود ۱۰۹۰ھ) فرماتے ہیں: "الفقه الاکبر للامام الاعظم رضی اللہ عنہ" (شرح الفقه الاکبر لابی المنتهی ص ۳ قدیمی کتب خانہ کراچی)

دلیل نمبر ۴: حافظ ابن قیم بھی اس کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ "و کذالک النعمان قال و بعده۔ یعقوب و الالفاظ للنعمان من لم یقر بعرشه سبحانه۔ فوق السماء و فوق کل مکان و یقر ان اللہ فوق العرش لا یخفی علیه هو احبس الاذهان فهو الذی لا شک فی تکفیره للہ در کـ من امام زمان۔ هذا الذی فی الفقه الاکبر عندهم و له شروع عدة لبیان" (قصیدہ نونیہ ص ۶۸ تا ۹۶ ناشر سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۶ھ)

دلیل نمبر ۵: علامہ عبدالقادر القرشی الحنفی ابوالمطیع البلخی کے متعلق فرماتے ہیں۔ "راوی کتاب الفقه الاکبر عن ابی حنیفه" (الجواہر المضیئہ ج ۲ ص ۲۶۵)

امام ابومطیع نے کتاب فقہ اکبر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے۔ (بحوالہ مقدمہ البیان الازہر ص ۱۷)

دلیل نمبر ۶: علامہ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی غیر مقلد تاریخ اہل حدیث ص ۶۶ میں لکھتے ہیں۔

حوالہ فقہ اکبر

اس کے بعد ہم خود امام صاحب ممدوح کے کلام فیض التیام سے ثابت کرتے ہیں کہ آپ ارجاء اور مرجئہ سے اور اعتزال اور اہل اعتزال سے بالکل بیزار اور بری ہیں۔ چنانچہ آپ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔ (پھر میر صاحب غیر مقلد نے فقہ اکبر کی طویل عبارت نقل کی ہے) میر صاحب (تاریخ اہل حدیث ص ۶۶ حاشیہ) میں لکھتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ منہاج السنہ میں فقہ اکبر کو حضرت امام صاحب کی کتاب قرار دیتے ہیں۔

پس مولانا شبلی مرحوم کے انکار کی بناء پر اسے معرض بحث میں لانے کی ضرورت نہیں۔ پھر میر صاحب (تاریخ اہل حدیث ص ۶۷) میں فقہ اکبر کی عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس عبارت میں آپ نے خالص اہل سنت کے مسائل لکھے ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہیں اور صحابہ اور خیار تابعین ان پر کاربند تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ لکھتے وقت جزاء سزاء کے متعلق آیات و احادیث کا آپ کے سامنے رکھا تھا۔ سب امور کو ملحوظ رکھ کر نہایت احتیاط و اعتدال کی باتیں لکھی ہیں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

دلیل نمبر ۷: حضرت مولانا حکیم نجم الغنی رامپوری الحنفی التوفی ۱۳۵۱ھ نے شرح فقہ اکبر لکھی ہے جس کا نام ہے تعلیم الایمان یہ اردو زبان میں ہے اور طویل شرح ہے۔ اس میں مولانا نجم الغنی نے فرمایا ہے کہ فقہ اکبر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ البتہ معتزلہ فرقہ اس کا انکار کرتا ہے۔

دلیل نمبر ۸: مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ولذا اسمی الامام الاعظم قدس سرہ کتابه في الكلام الفقه الاكبر'' (قمرالاقمار حاشیہ نورالانوار ص ۵)

دلیل نمبر ۹: حضرت مولانا فقیر محمد صاحب جہلمی حنفی متوفی ۱۳۳۴ھ فرماتے ہیں۔ حکم بن عبداللہ بن سلمہ بن عبدالرحمن بلخی۔ امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں سے علامہ کبیر اور فہامہ بصیر تھے۔ ابو مطیع کنیت تھی۔ امام سے ان کی فقہ اکبر کے آپ ہی راوی ہیں۔ (حدائق الحنفیہ ص ۱۶۰)

دلیل نمبر ۱۰: حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں صاحب نے مولوی محمد عمر اچھروی بریلوی کو مناظرہ کے درمیان فرمایا۔ متفقہ تصنیف حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اکبر ہے جس میں علم غیب مدعیوں پر فتویٰ کفر لگا رہے ہیں۔ فقہ اکبر کو کہاں رکھو گے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ اگست ۱۹۵۹ء ص ۳۴)

دلیل نمبر ۱۱: جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے رسالہ (ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی بابت ماہ نومبر ۱۹۶۲ء ص ۲۸) میں ہے۔ فقہ اکبر صاحب کشف الظنون اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ رسالہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نعمان بن ثابت کوفی (متوفی ۱۵۰ھ) کا ہے۔ جو کلام وعقائد پر مشتمل ہے جس کو ابو مطیع بلخی نے روایت کیا ہے۔ علماء نے اس کی مختلف شرحیں لکھی ہیں۔ مثلاً محیی الدین محمد بن بہاؤالدین التوفی ۹۵۶ھ نے اس کی مفصل شرح لکھی ہے اور اس کا نام القول الفصل رکھا ہے۔ مولیٰ الیاس بن ابراہیم السینوبی (التوفی ۸۹۱ھ) مولیٰ احمد بن محمد المغنیساوی حکیم اسحاق وغیرہم۔ ابوالبقاء الاحمدی نے ۹۱۸ھ میں اس کو منظم کیا اور اس کا نام عقد الجوہر نظم الفقہ الاکبر رکھا۔ اسی طرح ابراہیم بن حسام جو شریفی کے نام سے مشہور ہیں، نظم میں لکھا۔ ملا علی قاری نے بھی اس کی شرح لکھی اور اس کا نام منح الازہری رکھا جو عام طور پر زیادہ متداول ہے۔ اسی طرح شیخ اکمل الدین نے بھی شرح لکھی اور اس کا نام الارشاد رکھا۔ (کشف الظنون ص ۱۲۸۷) مضمون نگار مولانا ابوالبقاء صاحب ندوی (ماہنامہ تعلیم القرآن زیر سرپرستی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب مدیر سید احمد حسین سجاد بخاری فاضل دیوبندی ولکھنؤ)

وفاؤں کے ہزاروں دے چکے ہیں امتحان اب تک ۔۔۔ مگر وہ ہیں کہ اس پر بھی ہیں ہم سے بدگمان اب تک

دلیل نمبر ۱۲: (اتمام حجت) نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ مجتہد اعظم امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ اکبر میں کہا ہے: ''مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الایمان'' اس عہد میں اعتزال کا زور تھا۔ (ندائے حق جزاول ص ۳۴۳)

نیلوی وہ شخص ہے جو اپنی بات کی خود تردید کرتا ہے۔

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے ۔۔۔ اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

قارئین کرام! ہم نے ان چند دلائل وحوالوں پر اکتفاء کیا ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ اور بھی دلائل تھے۔ چنانچہ آپ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ کو بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

معتزلہ کا انکار

استاذ محترم محدث اعظم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب لکھتے ہیں۔ امام کردری فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ اعتراض کرے کہ امام صاحب کی تو کوئی تصنیف ہی نہیں۔ تو میں یہ کہوں گا کہ یہ اعتراض اور کلام معتزلہ کا ہے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ امام صاحب کی علم کلام میں کوئی تصنیف نہیں اور ان کا مقصد یہ ہے کہ فقہ اکبر اور کتاب العالم والمتعلم امام صاحب کی نہیں۔ چونکہ امام صاحب نے فقہ اکبر میں اہل سنت والجماعۃ کے اکثر قواعد (صحیح عقائد ہونا چاہئے) نقل کئے ہیں اور معتزلہ کا یہ بے بنیاد دعویٰ ہے کہ امام صاحب معتزلی تھے۔ (معاذ اللہ) اور کتاب فقہ اکبر معتزلہ کے خیال میں ابوحنیفہ بخاری کی ہے۔ لیکن ان کا یہ نظریہ باطل صریح طور پر غلط ہے۔ کیونکہ میں نے علامہ شمس الملت والدین الکردری براقتینی العمادی کے ہاتھ مبارک سے لکھی ہوئی تحریر پڑھی ہے۔ انہوں نے تصریح کی ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام صاحب کی ہیں۔ پھر آگے ارشاد فرمایا کہ تو اطاعلیٰ ذالک جماعۃ کثیرۃ من المشائخ انتھی! (ذیل الجواہر ج ۲ ص ۴۶۱) اسی پر مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت متفق ہے۔　(البیان الازہر مقدمہ الفقہ الاکبر ص ۱۵، ۱۶)

نیز حضرت استاذ مکرم لکھتے ہیں۔ یہ معتزلہ کے مخترعات میں سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ الفقہ الاکبر امام صاحب کی نہیں بلکہ ابوحنیفہ البخاری کی۔　(مفتاح السعادت ج ۲ ص ۹۲، تسکین الصدور طبع دوم ص ۱۵۴)

نیلوی صاحب کے انکار کرنے کی وجہ ظاہر ہو گئی ہے کہ چونکہ اس کے اکابر معتزلہ انکار کرتے ہیں۔ اس لئے نیلوی صاحب بھی انکار کرتے ہیں ؎

کند　جنس　باہم　جنس　پرواز　　کبوتر　با کبوتر　باز　بباز

قارئین کرام! ان دلائل سے ثابت ہوا کہ امام اعظم، ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام حسین بن زیاد، امام ابو مطیع بلخی، حافظ ابن ہمام پانچ سو علماء کرام (رحمہم اللہ) جنہوں نے فتاویٰ عالمگیریہ مرتب کیا ہے اور نیلوی صاحب کو ان پر پورا اعتماد ہے اور صاحب خلاصہ الفتاویٰ، علامہ شامی، امام ابن الملک، ملا علی قاری، امام طحاوی، سید احمد طحطاوی، حضرت گنگوہی، حضرت تھانوی، علامہ سید محمد انور شاہ صاحب، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی وغیرہم سب حضرات سماع موتی کے قائل ہیں۔ نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن الہادی ہوں یا ابن حجر، سیوطی، نووی، عیاض ہوں یا شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی ملا علی قاری (حنفی) وغیرہ رحمہم اللہ ہوں۔ سب سماع عند قبر النبی کے اس لئے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں۔　(ندائے حق جز ثانی ص ۸۵)

علامہ بحر العلوم حنفی سماع موتی کے قائل ہیں

نیلوی صاحب (شفاء الصدور مترجم ص ۴۳ حاشیہ) میں لکھتے ہیں۔ نیلوی صاحب اور اس کے معاون بندیالوی نے اس عبارت کا ترجمہ نہیں کیا۔ راقم الحروف اس کا ترجمہ عرض کرتا ہے۔ "وما فی ارکان اربعہ ص ۱۵۰، ۱۵۱ وما قیل فی ان التلقین لغو لان المیت لا یسمع فھذا باطل لانہ قدورد فی الحدیث الصحیح ان المیت یسمع صوت النعال من الاحیاء ورسول اللہ ﷺ قدنادی الکفرۃ الملقین فی قلیب بدر وقال انھم یسمعون ولا یقدرون علی الجواب لما لحقھم من العذاب الشدید فمدفوع بالاصول واعتمد علی المحتمل وترل القطعی" اور مولانا بحر العلوم نے جوارکان اربعہ ص ۱۵۰، ۱۵۱ میں لکھا ہے کہ یہ بات کہ

تلقین فضول ہے۔ کیونکہ میت نہیں سنتا۔ پس یہ باطل ہے اس لئے کہ یقیناً صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ میت جوتوں کی آواز سنتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے قلیب بدر میں پڑے ہوئے کفار کو پکارا اور فرمایا کہ وہ سنتے ہیں۔ یقیناً لیکن جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ کیونکہ سخت عذاب میں مبتلاء ہیں۔ (نیلوی کہتا ہے) (مولانا بحر العلوم کی یہ بات) دفع کی گئی ہے اصول کے ساتھ۔ مولانا بحر العلوم نے احتمالی چیز پر اعتماد کیا ہے اور قطعی چیز کو چھوڑ دیا ہے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے اصول جانتا ہے اور قطعی پر عمل کرتا ہے۔ حالانکہ نیلوی صاحب جیسا بے اصول آدمی ہم نے دنیا میں نہیں دیکھا۔ خود کہتا ہے کہ سماع موتی نص قطعی سے ثابت ہے اور نص قطعی کا منکر کافر ہے اور پھر خود کہتا ہے کہ چونکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ آیات ظنیہ ہیں۔ اس لئے فتویٰ کفر سے یہ بات مانع ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۲۵۶) تو نیلوی صاحب نے اپنا اصول چھوڑ کر امام شافعی رحمہ اللہ کا پکڑ لیا۔ واہ نیلوی تیرے اصول۔

گر گئے ناداں سجدہ میں جب وقت قیام آیا

امام زاہد صغار حنفی کا مسلک

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ ایک اعتراض اور اس کا جواب اور امام زاہد صغار نے جو تلخیص الادلہ میں لکھ دیا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ تلقین کرنا اور دفن کے بعد تلقین نہ کرنا معتزلہ کا مسلک ہے۔ (نیلوی صاحب کہتے ہیں) یہ ان کا وہم ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۳۹)

قارئین کرام! یہ امام زاہد صغار حنفی بخارا کے رہنے والے ہیں۔ اپنے وقت کے امام گزرے ہیں اور فخر الدین قاضی خان حسن بن منصور کے استاذ تھے اور بڑے بڑے فضلاء نے آپ سے استفادہ کیا ہے۔ ۲۶ / ربیع الاول ۵۳۴ھ کو بخارا میں فوت ہوئے۔ (حدائق حنفیہ ص ۲۴۲)

علامہ زمان امام الاحناف مخدوم محمد ہاشم سندھی المتوفی ۱۱۷۴ھ کا عقیدہ

علامہ محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ اپنی کتاب حیات القلوب فی زیارۃ المحبوب میں نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے زیارت کے آداب صلوٰۃ وسلام کے کلمات ذکر کر کے (ص ۳۰۸) میں لکھتے ہیں۔ ''بعد ازاں سوال شفاعت کند پس بگوید السالک الشفاعۃ یا رسول اللہ ﷺ سہ بار توسل بک الی اللہ ان اموت مسلماً علی ملتک وسبلیک'' صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد شفاعت طلب کرے۔ پس کہے یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں۔ تین بار یہ بات کہے اور کہے کہ میں آپ کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی طرف پیش کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہو کر مروں۔ آپ کی ملت اور آپ کے طریقہ پر۔ پھر علامہ صاحب اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے سلام نبی اکرم ﷺ پر سلام کہنے کا مطالبہ کیا ہو تو اس کے سلام بھی پہنچائے۔

ان کی اصل عبارت یوں ہے۔ مسئلہ اگر گفتہ باشد کسے او را سلامے بسوئے حضرت پیغمبر خدا ﷺ پس بگوید السلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یا بگوید فلاں بن فلاں یسلم علیک یا رسول اللہ یا بگوید یا رسول اللہ گفتہ است مرا فلاں بن فلاں سلام در جناب شریف تو۔

پھر علامہ صاحب لکھتے ہیں کہ شیخین رضی اللہ عنہم پر سلام پڑھے۔ آخر میں یوں کہے ''ونحن نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشفع لنا الی ربنا وان یتقبل سعینا ویحینا علی ملتہ ویمیتنا علیہا'' (ص ۳۱۰)

اے شیخین رضی اللہ عنہم ہم تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وسیلہ بنا کر پیش کرتے ہیں تاکہ وہ ہمارے لئے ہمارے رب کی طرف سفارش کرے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہماری محنت قبول کرے اور ہمیں اس کی ملت پر زندہ رکھے اور مارے پھر علامہ سندھی لکھتے ہیں۔ ''ونیز بگوید السلام علیک یا رسول اللہ سمعت اللہ یقول ونو انہم اذا ظلموا انفسہم''

''وقد جئناک یا رسول ظالمین لانفسنا مستغفرین من ذنوبنا فاشفع لنا الیٰ ربک ونسالہ ان یمیتنا علی سنتک وان یحشرنا فی زمرتک'' (حیات القلوب ص ۳۱۱)

باہتمام مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مشہور پریس کراچی میں ۱۳۹۱ھ کو طبع ہوئی۔

(ترجمہ) اور پھر کہے السلام علیک یا رسول میں نے اللہ پاک سے سنا ہے کہ وہ کہتا ہے۔ اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس آجائیں اور ہم آپ کے پاس آگئے یا رسول اللہ اپنی جانوں پر ظالم بن کر گناہوں کی مغفرت چاہتے ہوئے۔ پس آپ ہمارے اپنے رب کی طرف شفاعت کریں اور سوال کریں کہ وہ ہمیں آپ کی سنت پر موت دے اور ہمیں آپ کی جماعت کے لوگوں کے ساتھ قیامت والے دن جمع کرے۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر سلام پڑھے اور شفاعت طلب کرے

اور کہے ''السلام علیک یا بنت رسول اللہ السلام علیک یا بضعۃ رسول اللہ السلام علیک یا حبیبۃ حبیب اللہ جزاک اللہ تعالی عن الاسلام واھلہ خیر الجزاء ورضی عنک احسن الرضاء جئناک ذائرین مستشفعین بک الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاشفعی لنا عندہ یشفع لنا عند ربنا العظیم فیمیتنا علی ملتہ ویحشرنا فی زمرتہ ویجعلنا من امتہ'' (حیات القلوب ص ۳۱۴)

آخری دوسطروں کا خلاصہ یہ ہے۔ ہم تیرے پاس آئے ہیں۔ زیارت کرنے والے شفاعت چاہنے والے تیرے ذریعے سے طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس تو شفاعت کرے۔ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کہ وہ شفاعت کریں ہمارے لئے ہمارے رب عظیم کے ہاں۔ پس وہ موت دے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر اور اس کی جماعت میں قیامت کے دن ہمارا حشر کرے اور کرے ہمیں اس کی امت میں سے۔

قارئین کرام! نیلوی صاحب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شیخین رضی اللہ عنہم سے شفاعت طلب کرنے پر غصہ تھا اور شرک وکفر کے فتوے صادر کرتا تھا۔ اب تو نیلوی صاحب حضرت علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شفاعت طلب کرنے پر ضرور کفر کی مشین چلائے گا۔ نیلوی صاحب کو چاہئے کہ وہ واضح الفاظ میں حضرت سندھی وحضرت مفتی محمد شفیع پر کفر کا فتویٰ صادر کرے۔ مجمل الفاظ ذکر کر کے تقیہ بازی سے کام نہ چلائے۔

شیخ محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمہ اللہ استاذ صاحب مراقی الفلاح کا عقیدہ

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔

سوال: مراقی الفلاح میں ہے۔ ''اخبرنی شیخی محمد بن احمد الحموی الحنفی بانھم یتاذون بخفق النعال'' یعنی مردے جوتوں کی آواز سے اذیت محسوس کرتے ہیں۔

جواب: غلط ہے جواب اس قول کا۔ مطلب یہ ہوا کہ قبرستان میں جوتا پہن کر جانا منع ہے۔ حالانکہ یہ بات نبی اکرم ﷺ کے معمول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وصاحبین اور مذہب حنفیہ اور صحیح احادیث اور روئے زمین کے تمام مسلمانوں کے خلاف ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۸۶)

جواب: نیلوی صاحب وہ احادیث بیان کریں یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی روایت بیان کریں جن میں جوتا پہن کر قبروں کے درمیان چلنا پھرنا مذکور ہو۔ اگر آپ صرف ''یسمع قرع نعالھم'' (وہ مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے) والی حدیث پیش کریں تو آپ یہ پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ اس کو حقیقت پر محمول نہیں کرتے۔ فلہذا صاحب مراقی الفلاح کے استاذ علامہ حموی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی تردید آپ کس طرح کر سکتے ہیں۔ علامہ حموی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب آپ سمجھے ہی نہیں۔ علامہ صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جوتوں کی آواز جب شدید ہو تو میت کو اذیت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا خیال کرنا چاہئے۔ نیلوی صاحب تم بھی ذرا خیال کرو۔

نامہ ہے دلبروں کا ذرا بچ کے کھولنا آتش بھری ہے اس میں کہیں ہاتھ جل نہ جائیں

نیلوی صاحب کا زبردست جھوٹ

نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ اس قول کا مطلب یہ ہوا کہ قبرستان میں جوتا پہن کر جانا منع ہے۔ یہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کے خلاف ہے۔ یہ نیلوی صاحب کا زبردست جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ بعض ائمہ جوتا پہن کر قبرستان میں جانے کو منع کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سید احمد طحطاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''ولا یکرہ المشی فی المقابر بالنعلین عندنا وکرھہ احمد ولنا قولہ ﷺ وانہ لیسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا'' (طحطاوی ص ۳۴۰)

احناف حضرات کے ہاں قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا مکروہ نہیں ہے اور امام احمد اس کو مکروہ کہتے ہیں۔ ہماری دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ جب لوگ واپس گھروں کو جاتے ہیں۔ قاضی شوکانی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ''لایجوز المشی بین القبور بالنعلین'' (نیل الاوطار بحوالہ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۵۵)

قبرستان میں جوتوں کے ساتھ چلنا جائز نہیں۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک قوم کے نزدیک جوتوں کے ساتھ قبرستان میں چلنا مکروہ ہے۔ (طحاوی) نیلوی صاحب بتایئے امام احمد اور اس کے مقلدین وغیرہ اور قاضی شوکانی وغیرہ روئے زمین پر رہتے ہیں یا نہ، کیا یہ مسلمان نہیں۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

ابن حزم کا مسلک

''وقال ابن حزم یجوز وطا القبور بالنعال التی لیست سبتیۃ الحدیث ان المیت لیسمع خفق نعالھم وخص المنع بالسبتیۃ وجعل ھذا جمعاً بین الحدیثین وھو وھم لان سماع المیت لخفق النعال لایستلزم ان یکون المشی علی قبر او بین القبور فلا معارضۃ انتھی کلام الشوکانی'' (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۵۵)

(شوکانی کہتے ہیں) اور ابن حزم نے کہا کہ قبروں کو جوتوں کے ساتھ روندنا ان جوتوں کے ساتھ جائز ہے جو سبتی نہ ہوں۔ اس وجہ سے کہ حدیث پاک میں ہے کہ مردہ جوتوں کی آواز سنتا ہے اور جوتوں کے ساتھ چلنا منع

صرف سبتی سے ہے۔ ابن حزم نے دو حدیثوں کے درمیان مطابقت پیدا کی ہے اور یہ ان کی غلطی ہے۔ کیونکہ مردہ کے سماع سے یہ لازم نہیں آتا کہ قبر پر چلنا یا درمیان قبروں کے چلنا ضروری ہوسکتا ہے کہ قبروں کے قریب سے جوتوں کے ساتھ چل رہا ہو اور مردہ سن رہا ہو۔

قارئین کرام! ابن حزم کا ذکر تو درمیان میں ویسے ہی آ گیا ہے۔ ورنہ اصل مقصود تو احناف کا عقیدہ لکھنا ہے۔ تاکہ یہ باطل نظریہ کہ احناف سماع موتی کے قائل نہیں ہیں، ختم ہو جائے۔

نوٹ: سبتیہ اس جوتے کو کہتے ہیں۔ جو گائے کے رنگے ہوئے چمڑے سے بنایا جائے۔

(انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ ص ۱۱۲)

اس قسم کے چمڑے سے جوتا پہن کر قبروں کے درمیان چلنے والے کو رسول اللہ ﷺ نے یا تو اس لئے منع کیا کہ وہ قبروں پر چل رہا تھا یا اس کے جوتے میں گندگی لگی ہوئی تھی یا جواز مع کراہت تنزیہ ہے۔ واللہ اعلم!

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا عدم سماع موتی سے رجوع

مولانا محمد منظور نعمانی صاحب پہلے عدم سماع کے قائل تھے۔ چنانچہ (ستہ ضروریہ ص ۳۶) میں لکھتے ہیں۔ آج کل کے اہل بدعت (بریلویہ) بھی (باوجود ادعائے حنفیت) چونکہ سماع موتی کے قائل ہیں۔ اس لئے انہوں نے بھی ایک شاخسانہ نکالا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور مشائخ حنفیہ بھی سماع کے قائل ہیں۔ یہ ان کی صریح جہالت ہے یا منہ زوری۔ ورنہ کتب حنفیہ اس کی تصریح سے پر ہیں۔ (بحوالہ ندائے حق طبع اول ص ۱۵۷)

نیلوی صاحب نے مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا یہ حوالہ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۷۱) میں بھی دیا ہے۔

عدم سماع موتی سے رجوع کی دلیل

حضرت استاذ مکرم محدث اعظم مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر لکھتے ہیں۔ لیکن تینتیس سال تک سماع موتی کا انکار کرنے کے بعد حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی نے حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کی تحقیق پر بنیاد رکھ کر اس سے رجوع کر لیا ہے اور اب سماع موتی کے مقر ہو گئے ہیں۔ (الفرقان لکھنؤ ماہ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ حاشیہ ص ۳۲، سماع موتی ص ۱۹۱)

نیلوی صاحب کا ایک زبردست جھوٹ

نیلوی صاحب اپنے مجذوبانہ انداز میں ہمارے استاذ مکرم پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں اور اب تو خود حضرت نعمانی کی طرف رجوع کی نسبت فرما دی۔ مگر جس رسالہ یا کتاب میں انہوں نے رجوع فرمایا ہے اس کا حوالہ بھی نہیں دیا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۷۲)

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ نیلوی صاحب کو جھوٹ بولنے میں کتنی لذت محسوس ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں۔ مگر جس رسالہ یا کتاب میں انہوں نے رجوع فرمایا ہے۔ اس کا حوالہ بھی نہیں دیا۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

قارئین کرام! آپ نے سماع موتی کے حوالہ سے پڑھ لیا ہے کہ حضرت استاذ مکرم نے ماہنامہ الفرقان لکھنو کا حوالہ دیا ہے۔ مگر نیلوی صاحب کچھ ایسے لاعلاج مریض بن چکے ہیں، جن کے حق میں بس یہی کہا جا سکتا۔

بے حیا باش وہر چہ خواہی کن

سرپرست اوّل جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کا عقیدہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی خلیفہ اعظم حضرت مولانا حسین علی صاحب لکھتے ہیں: ''ثم اختلف في ان عذاب القبر للروح فقط او للجسد مع الروح الثاني قول الجمهور وهو المشهور المختار ويؤيده الاحاديث كقوله علیہ السلام فيقعدانه وقوله علیہ السلام يضرب بين اذنيه وقوله علیہ السلام فافرشوه من الجنة والبسوه من الجنة فان كل ذالك من صفات الاجساد فعلم ان التعذيب يكون للجسد مع الروح''

(مولانا نصیر الدین حاشیہ مشکوۃ ص ۲۵ باہتمام مولانا فخر الدین و مولانا محمد ابراہیم صاحبزادگان نصیر الدین ساکن غورغشتوی)

(ترجمہ) پھر اختلاف کیا گیا ہے کہ عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے یا جسد مع الروح کو ہوتا ہے۔ دوسرا قول (جسد مع الروح) مشہور و پسندیدہ ہے اور جمہور کا مذہب ہے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً فرشتے مردہ کو اٹھا بٹھاتے ہیں۔ مردہ کے کانوں کے درمیان مارا جاتا ہے۔ اس مردہ کے لئے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کا لباس پہناوے۔ یہ ساری صفات جسم کی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ عذاب قبر جسد مع الروح ہوتا ہے۔

۲...... حضرت شیخ الحدیث صاحب سیوطی کی شرح الصدور و مرقاۃ سے نقل کرتے ہیں۔''ان سائر الاموات ايضاً يسمعون السلام والكلام'' تمام مردے سلام و کلام سنتے ہیں۔ (حاشیہ مشکوۃ از مولانا نصیر الدین غورغشتوی ص ۱۳۳)

۳...... صلوٰۃ وسلام انبیاء علیہم السلام کے روح مع الجسد پر پیش کیا جاتا ہے اور الانبياء احياء في قبورهم يصلون (انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں) یہ حدیث صحیح ہے۔

(دیکھئے حاشیہ مشکوۃ از مولانا نصیر الدین غورغشتوی ج ۱ ص ۱۳۲)

۴...... ''من صلى علي عند قبري سمعته'' (الحدیث) کے بین السطور لکھتے ہیں۔''ای سمعا حقیقتاً بلاواسطه'' (مشکوۃ ص ۹۳) حقیقی سماع سے بغیر کسی واسطہ کے نبی اکرم ﷺ سنتے ہیں۔

۵...... میں نصیر الدین غورغشتوی اور مولانا غلام اللہ خاں صاحب عقائد میں متفق ہیں۔ میں بھی نبی علیہ السلام کے وفات کے بعد برزخی حیات کے قائل ہوں۔ وہ بھی برزخی حیات کے قائل ہیں۔ میں بھی یہ کہتا ہوں کہ روضہ پاک کے قرب میں جب درود جہراً پڑھا جائے تو نبی سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں اور جناب مولانا غلام اللہ خاں صاحب نے بھی اپنے ماہنامہ تعلیم القرآن میں یہ لکھا ہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن ستمبر ۱۹۶۰ ص ۲۵)

قارئین کرام! یہ باب بہت طویل ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کو بند کیا جاتا ہے۔ اس باب میں دلائل کے ساتھ امام اعظم و صاحبین اور محققین حنفیہ سے سماع موتی کے عقیدہ کا اثبات کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ حضرات غور کریں جو کہہ دیتے ہیں۔ احناف کے ہاں سماع موتی ثابت نہیں۔

خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو لگا دیئے ہیں میں نے مضامین نو کے انبار

باب الفتاویٰ

علماء اہل سنت و جماعت علماء دیو بند کے فتوے بدعتی گروہ پر

۱...... یہ عقیدہ رکھنا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک علیین میں ہے۔ آپ کا قبر مبارک اور جسد مبارک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کی قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے۔ لیکن آپ

سنتے نہیں کیا ایسا عقیدہ صحیح ہے کہ نہیں اور غلط ہونے کی صورت میں بدعت سیئہ ہے یا نہیں اور ایسے عقیدے والے کی امامت کا کیا حکم ہے۔ بینوا تو جروا!

الجواب: آنحضرت ﷺ اپنے مزار پاک میں بجسدہٖ موجود اور حیات ہیں۔ آپ کے مزار پر پاس کھڑے ہو کر جو سلام کرتا ہے اور درود پڑھتا ہے۔ آپ خود سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ ہمارے کان نہیں کہ ہم سنیں۔ آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہٖ وروحہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔ وہ بدعتی ہے خراب عقیدہ والا ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔ ''ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء الحدیث وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید اعلمتہ رواہ ابو الشیخ وسندہ جید'' (القول البدیع ص ۱۱۶)

''عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون رواہ ابن عدی والبیھقی وغیرھما'' (شفاء السقام ص ۱۳۴)

دو تین حدیثیں نقل کر دی ہیں۔ اس باب میں بکثرت احادیث وارد ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو انکار کرتا ہے بدعتی اور خارج اہل سنت والجماعت ہے۔ غرض پڑھنے والوں کو ثواب بھی پہنچتا ہے اور مزار مبارک کے قریب پڑھنے سے آپ سنتے بھی ہیں اور اپنے مزار مبارک میں بجسدہٖ موجود ہیں اور حیات ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! کتبہ السید مہدی حسن مفتی دار العلوم دیوبند ۱۳ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ

الجواب صحیح جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور، ۲۱ ر شوال ۱۳۷۶ھ، اجاب المجیب واجاد محمد ضیاء الحق کان اللہ لہ، مدرس جامعہ اشرفیہ لاہور، الجواب صواب محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح ابو الزاہد محمد سرفراز خاں صفدر (بحوالہ تسکین الصدور طبع دوم ص ۴۱، ۴۲)

نیلوی صاحب کا اعتراض

نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ مفتی مہدی حسن نے بجسدہٖ زندہ فرمایا۔ بجسدہٖ وروحہ نہیں فرمایا۔ آخر اس میں کیا نکتہ ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۴۶)

الجواب: جناب نیلوی صاحب چونکہ سائل آپ کی طرح حیات جسمانی کا منکر تھا، اس لئے اس کی گندگی اور بدعقیدگی کو دماغ سے نکالنے کے لئے حضرت مفتی صاحب نے ایسا فرمایا ہے۔ نیز نیلوی صاحب اس فتویٰ کو پڑھ کر آپ کے ہوش وحواس باختہ ہو گئے ہیں۔ ورنہ اس میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ آپ اپنے مزار میں حیات ہیں۔ مزار مبارک کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق بجسدہٖ وروحہ ہے۔

سمجھ میں تیرے نکتہ توحید آ تو سکتا ہے
اگر تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے

(۲) فتویٰ حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً مسلماً۔ امابعد!

حضرات انبیاء علیہم السلام پر موت کا طاری ہونا قطعی ہے۔ کسی کا اس میں اختلاف نہیں۔ ''انک میت وانھم

میتون '' اور قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ''فانہ قد مات'' اس کے شاہد عدل ہیں۔لیکن اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت سے حیات زائل ہو جاتی ہے یا صرف مستور ہو جاتی ہے۔یعنی موت بمعنی رافع الحیاۃ ہے یا بمعنی ساتر الحیاۃ ہے۔بانی دار العلوم دیوبند حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ '' آب حیات'' میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ کی موت سے صرف حیات مستور ہوئی ہے، زائل نہیں ہوئی۔آپ کی موت کو عامۃ المومنین کی موت سے ممتاز قرار دے کر وضاحت سے لکھا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے۔اس میں انقطاع یا تبدل،تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا۔

لیکن اکثر محققین کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر موت بمعنی رفع الحیاۃ طاری ہوئی۔بہر حال حقیقت موت جو بھی ہو،علی اختلاف القولین، یہ امر مسلم ہے کہ آپ پر موت طاری ہوئی۔لیکن ساتھ ساتھ یہ امر بھی علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مسلم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجود یعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں۔آپ کی روح مبارک کا تعلق آپ کے جسد عنصری کے ساتھ ایسا قائم کر دیا گیا ہے کہ اسی دنیاوی جسد اطہر کے ساتھ (جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے) تمام افعال وحرکات مثل سمع وبصر بطش ومشی وکلام وغیرہا پر قادر ہیں۔یہ عقیدہ کہ آپ کا جسد اطہر ساکن وصامت قبر مبارک میں صحیح سلامت موجود ہے اور اس سے افعال وحرکات کا صدور نہیں ہوتا۔عقیدہ فاسدہ ہے اور تمام علماء اہل السنۃ والجماعت کے عقیدہ اور علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔حضرت العلامۃ العارف باللہ مولانا محمد عبداللہ صاحب (بہلوی) مدظلہ العالی نے یہ رسالہ لکھ کر اہل حق کے اقوال کو اس ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے کہ منصفین،طالبین حق کے لئے کافی ووافی ہے۔میں نے رسالہ کو مطالعہ کیا۔مجھے اس رسالہ کے مندرجات سے اتفاق ہے۔اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور رسالہ ہذا کو قبول فرما کر عامۃ الناس کے لئے ذریعہ ہدایت اور حضرت موصوف کے لئے ذریعہ ترقی درجات گردانے۔

(الاحقر الافقر ابوالفضل محمود عفا اللہ عنہ خادم الافتاء والتدریس بقاسم العلوم ملتان ۲۱ ر جمادی الثانی ۷۷ ۱۳ھ)

(منقول از رسالہ القول الجلی فی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤلفہ شیخی ومرشدی ومولائی وسیدی حضرت العلامۃ امام الاولیاء فی زمانہ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

(۳) فتویٰ جامعہ اشرفیہ

مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے مدرسہ عربیہ اسلامیہ اعزاز العلوم ڈھڈیانوالہ، ڈاکخانہ ایضاً تحصیل بھکر ضلع میانوالی کے پیڈ پر ۲ رفروری ۱۹۸۱ء کو تین سوالات لکھ کر جامعہ اشرفیہ کے مفتی سے اس کی وضاحت طلب کی۔ جس کو بعینہٖ ان ہی کے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔ملاحظہ ہو:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! ایں جا خیر عافیت آں جا باشد معروض آنکہ کیا فرماتے ہیں۔علماء دین مندرجہ ذیل سوالات کے بارے میں۔

<u>مسئلہ نمبر ۱</u>: ایک شخص ہے جو ہر اس آدمی کو کافر کہتا ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ نبی علیہ السلام عند القبر صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔اس کے پیچھے نماز کیسی ہے۔

<u>مسئلہ نمبر ۲</u>: ایک شخص مشرک کی نماز جنازہ پڑھانے سے اجتناب نہیں کرتا۔اس کے پیچھے نماز کیسی ہے۔

<u>مسئلہ نمبر ۳</u>: ایک شخص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے اور برا جانتا ہے۔اس کے پیچھے نماز کیسی ہے۔

(نوٹ) ان تمام سوالات کا جواب مفصل طور پر تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور صاف لکھیں کہ نماز حرام ہے یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہے۔ فقط والسلام العبد لاشیٔ حافظ محمد یوسف بقلم خود عفاء اللہ عنہ!

الجواب واللہ الموفق للصواب

سماع انبیاء علیہم السلام احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے اور تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اگر ان متواتر احادیث کا انکار کرے تو کافر ہے۔ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں حرام ہے اور اگر ان میں کوئی ایسی تاویل کرتا ہے جو لغۃً صحیح اور شرعاً غیر صحیح ہے تو فاسق ہے۔ اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور وہ لوگ جن کو اچھا اور صحیح عقیدہ کا امام مل سکتا ہو وہ بھی اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو ان کی نماز بھی مکروہ تحریمی ہے اور جن کو یہ دونوں صورتیں حاصل نہ ہوں تو ان کی نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۲ ص ۳۴۷) میں ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ ''من صل علی عند قبری سمعته'' حدیث: ''ای سمعاً حقیقتاً بلاواسطة'' نیز علی قاری رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں۔ ''واعلم ان اهل الحق اتفقوا علیٰ ان اللہ تعالیٰ یخلق فی المیت نوع حیاۃ فی القبر قدر مایتالم ویتلذذ''

(شرح فقہ اکبر ص ۸۰ حاشیہ، مواقف ج ۸ ص ۳۱۷)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں۔ انکار شعور وادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن او شبہ نیست۔

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۹۳) (فاقول) حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ هو وسائر الانبیاء معلومة عندنا علماً قطعیاً لما قام عندنا من الادلة فی ذالک وتوارث به الاخبار'' (حاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۴۷، عالمگیری ج ۱ ص ۲۶۵، مراقی الفلاح ص ۴۴۷)

۲...... جب تک کسی کا شرک قطعی دلائل سے ثابت نہ ہو اس کو مشرک کہنا درست نہیں اور اگر اس کا شرک قطعی دلائل سے ثابت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھانا معصیت وگناہ ہے۔ جب تک توبہ نہ کرے اور ٹھیک نہ ہو جائے اس کو بھی امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

۳...... اسی طرح جو شخص سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے وہ بھی فاسق ہے۔ اس کو بھی امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ ''ومن سب اصحابا فسق'' (فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۹۵) فقط واللہ اعلم بالصواب!

کتبہ شیر محمد علوی خادم دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور، ۱۲ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب صحیح: جمیل احمد تھانوی

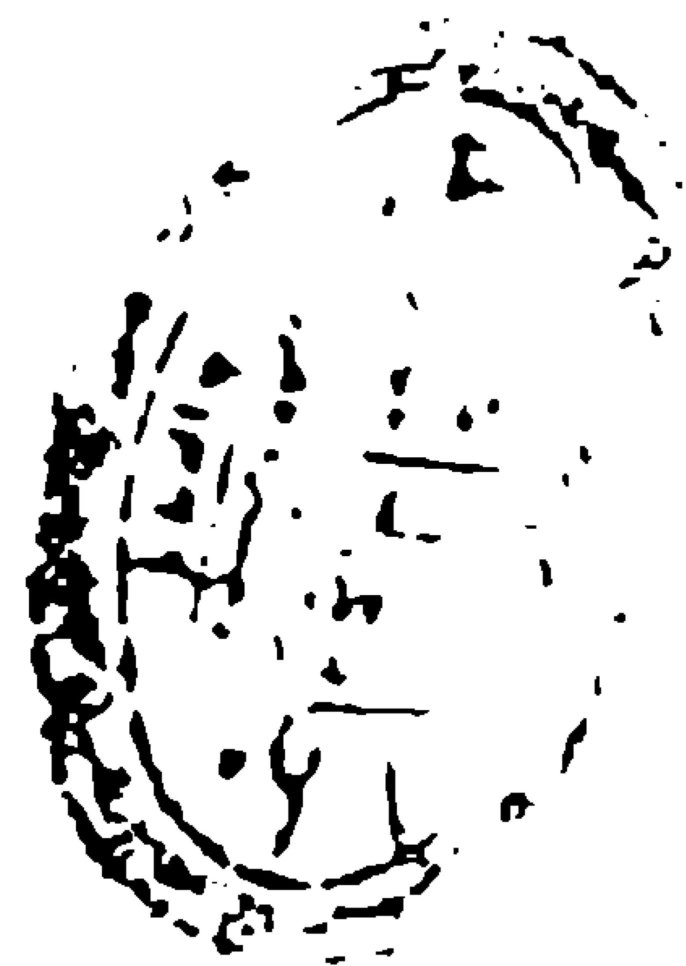
(نوٹ) راقم الحروف نے اس فتویٰ کی فوٹو کاپی ۱۶ ر جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ کو حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت میں بھیج کر مطالبہ کیا کہ آپ اس فتویٰ کی تصدیق فرما دیں۔ حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی نے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی۔ آپ کے الفاظ یوں ہیں..... تصدیق تو پہلے سے لکھی ہوئی ہے۔

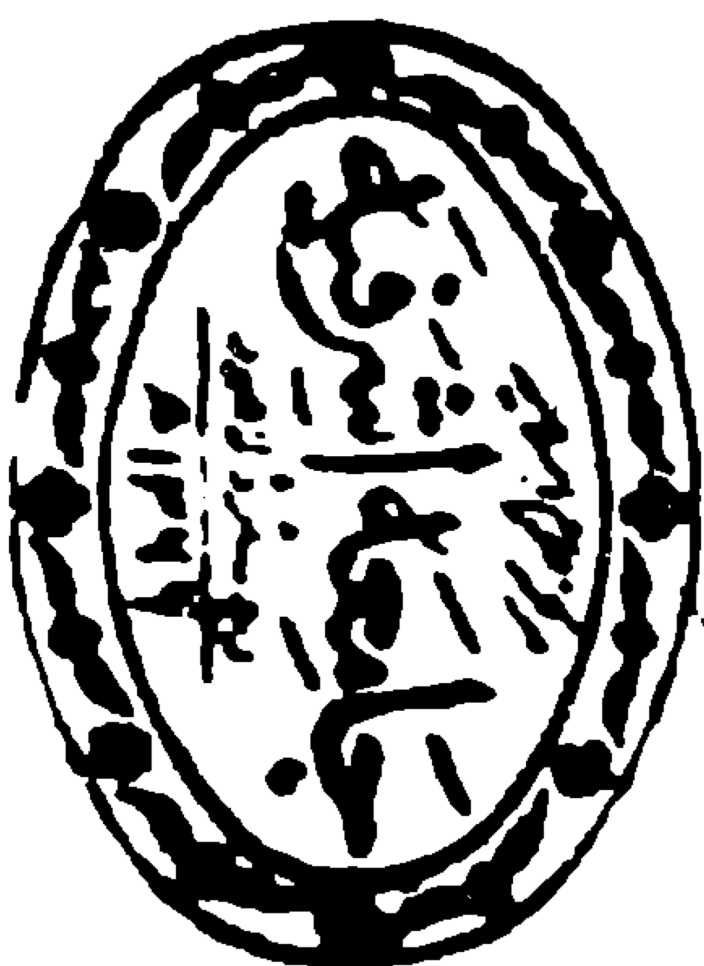
مگر اس پر دوبارہ مہر لگی ہوئی نہ تھی۔ بندہ بروز جمعرات یکم ر اکتوبر ۱۹۸۷ء مطابق ۷ رصفر ۱۴۰۸ھ کو لاہور پہنچا اور جامعہ اشرفیہ میں مولانا شیر محمد صاحب علوی مدظلہ العالی سے ملاقات کر کے عرض کیا کہ اس پر مہر لگا دی جائے تو بہتر ہوگا۔ مولانا نے شفقت فرماتے ہوئے یہ فتویٰ مہتمم صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ مہتمم نے بھی تصدیق بایں الفاظ فرمائی۔ (الجواب صحیح محمد عبید اللہ) اور مہر دوبارہ واضح کر کے لگا دی۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء!

اس فتویٰ کا عکس پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۲۸۲

۲۸۳







بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاستفتاء

سماع انبیاء علیہم السلام کا منکر بدعتی ہے مفتی اعظم دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسائل وعقائد مندرجہ ذیل:

۱...... زید کہتا ہے کہ عقائد کے باب میں قرآن مجید کی تشریح جو رسول اللہ ﷺ کریں وہی قابل عمل ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے یدین (ہاتھ) وجہ (منہ) ساق (پنڈلی) وغیرہ کا ذکر ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کی ذات جسمیت سے منزہ ہے اور عمرو کہتا ہے کہ باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی۔ کتاب ''فصلت آیاتہ من لدن حکیم خبیر'' اس مسئلہ میں اہل سنت والجماعت کے مخالف کون ہے۔

۲...... زید کہتا ہے کہ بعض صحیح حدیثوں میں سماع موتی کا ذکر آ گیا ہے۔ ہمیں اس حد تک سماع الموتی کا قائل ہونا چاہئے اور اس کو سماع الموتی فی الجملہ کہتے ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ سماع الموتی کی سب حدیثیں موضوع ہیں۔ اگرچہ بخاری ومسلم میں ہوں۔ اس مسئلہ میں غلطی پر کون ہے۔

۳...... حضرت مولانا غلام اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ (تفسیر جواہر القرآن ج ۱ ص ۱۹) ابتداء سورۃ البقرہ میں فرماتے ہیں کہ امت کے صلوٰۃ وسلام کا حضور علیہ السلام کو پہنچنا اس کا منکر بدعتی ہے۔ اب سوال طلب یہ امر ہے کہ پہنچنے کا کیا مطلب ہے اور اس کا منکر بدعتی کیوں ہے یا خان صاحب نے غلط لکھا ہے۔

۴...... انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد عند القبور صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ یہ حدیثوں سے ثابت ہے اور تمام علماء دیوبند اس کے قائل تھے۔ عمرو کہتا ہے ایسا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے اور صلوٰۃ وسلام کے سماع کی سب حدیثیں موضوع وناقابل عمل ہیں۔ اس مسئلہ میں حق پر کون ہے۔

۵...... زید کہتا ہے کہ حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ زبدۃ المناسک میں استشفاع عند قبر النبی ﷺ کا طریقہ بتلاتے ہیں۔ اسی طرح عند قبر الشیخین رضی اللہ عنہم عمرو کہتا ہے کہ یہ ناجائز ہے اور شرک کی تعلیم ہے اور بریلویوں سے بھی ایک قدم شرک میں آگے ہے۔ اس مسئلہ میں جھوٹا کون ہے۔

۶...... زید کہتا ہے جہاں انسان کا جسم عنصری ہو اس کو وہاں عذاب ہوگا اور یہ عذاب روح مع الجسد ہوتا ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور جہاں روح ہوگا وہی قبر ہوگی۔ یہ قبر مراد نہیں ہے۔ ان میں سچا کون اور جھوٹا کون ہے۔ بینوا توجروا عند اللہ العظیم!

المستفتی حافظ عبد الکریم مسلم دندانساز کمشنری بازار شہر ڈیرہ اسماعیل خان

فتویٰ مفتی اعظم دار العلوم تعلیم القرآن راولپنڈی

الجواب واللہ الموفق للصواب

۱...... زید کی بات درست ہے اور اہل السنت والجماعت کے قول کے مطابق ہے اور عمرو کا قول غلط ہے اور اہل السنت والجماعت کے قول کے مخالف ہے اور استدلال بھی اس کا صحیح نہیں ہے۔ اس کی جانب سے پیش کردہ آیت اس کے دعویٰ سے تعلق نہیں رکھتی۔ کما لا یخفی علی ذوی الفہم!

۲...... سماع کا مسئلہ صدر اول سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ زید نے جو قول اختیار کیا ہے، یہی قائلین سماع موتی کا قول ہے اور جو نافی ہیں وہ ان روایات میں تاویل کرتے ہیں جو بظاہر مثبت سماع کی ہیں۔ عمرو نے جو سب روایات کو موضوع کہہ دیا ہے۔ یہ نیا قول ہے۔ سلف میں کسی نے ایسا نہیں کہا ہے۔ مسئلہ سماع موتی میں اختلاف ضرور ہے، مگر اس کی ہر مثبت روایت کو موضوع کہہ دینا نئی بات ہے۔

۳...... عام مسلم اور مشہور بات ہے کہ دور سے درود شریف بذریعہ فرشتوں کے پہنچایا جاتا ہے اور قریب سے آپ خود سنتے ہیں۔ جیسے روایت حدیث میں آیا ہے اور یہ مسلک اہل السنت والجماعت کا ہے۔ اس میں ان کا اختلاف معلوم نہیں۔ اس لئے اس کا منکر بدعتی ہے۔

۴...... زید حق پر ہے۔

۵...... عمرو جھوٹا ہے۔

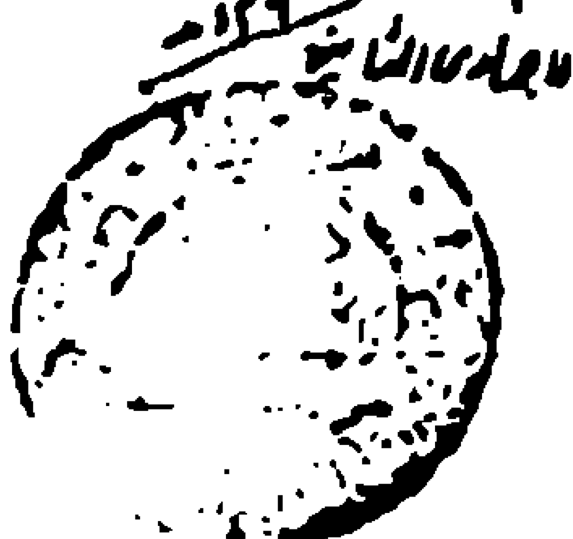
۶...... اس میں زید کا قول اہل السنت والجماعت کی اکثریت کا قول ہے اور عمرو کا قول بھی عذاب کی کیفیت میں کتب علم کلام میں منقول ہے۔ مگر حق زید کا قول ہی ہے۔ ہذا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب! ۱۱/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

عبد الرشید مفتی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی

الجواب صحیح: بندہ محمد عیسیٰ عفی عنہ ۲۳/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ / ۲۹ اپریل ۱۹۸۱ء

نصرت العلوم گوجرانوالہ

۲۸۷





بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا مفتی احمد سعید صاحب مفتی اعظم سرگودھا کا فتویٰ

عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام بجسد عنصری تمام اہل سنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ صرف دیوبند کے علماء کا نہیں بلکہ ائمہ اربعہ اس عقیدہ میں اتفاق رکھتے ہیں۔ جیسا کہ قطب ربانی ابوحنیفہ ثانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔ صرف روافض اور بعض معتزلہ حیات جسدی کے قائل نہیں اور یقیناً یہ دونوں فرقے اہل بدعت میں شمار ہوتے ہیں اور بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ چنانچہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا سید مہدی حسن رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے تو جو امام یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الممات محض حیات روحانی ہے اور جسم اگرچہ محفوظ ہے۔ مگر حیات سے بے بہرہ ہے اور پھر اسی عقیدہ کی تبلیغ کرتا ہے اور اسی کی ترویج چاہتا ہے۔ بالیقین اس عقیدہ والا امام مبتدع فی العقیدہ والعمل ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ بدعت فی الدین تو بفرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل بدعۃ ضلالۃ گمراہی ہے اور اس کی ترویج اور اس پر اصرار بحکم الاصرار علی الصغیرۃ کبیرۃ گناہ کبیرہ ہے اور فاسق مجاہر کی امامت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

نیز ایسے شخص کا علماء دیوبند سے کوئی رابطہ نہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ نے صاف فرما دیا ہے۔ بہرحال منکر حیات اجساد انبیاء علیہم السلام میں اگر غیرت وانصاف کا شائبہ ہے تو صاف طور پر وہ اپنے آپ کو معتزلی کہلائیں اور دیوبندی کہلا کر علماء دیوبند کو بدنام نہ کریں۔ واللہ المستعان!

احقر احمد سعید عفی عنہ جامع عربیہ سراج العلوم سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل وعقائد جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱...... باب عقائد کی تشریح قرآن میں اتنی کی گئی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں چھوڑی گئی۔ ''کتاب فصلت آیاته من لدن حکیم خبیر'' اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا۔ ''حسبنا کتاب اللہ'' ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب باب عقائد میں کافی ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن کے مقابلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کی بھی ضرورت نہیں۔ اربعین حدیث ص ۴، ۵ مؤلف مولوی اللہ بخش صاحب گکڑ ہٹہ مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی۔

۲...... اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ مردے نہیں سنتے اور اس کا رسول کہے۔ جی سنتے ہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی تکذیب ومخالفت کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں تو پھر خود سمجھ لینا جو روایت بھی اس قسم کی ہوگی وہ یا تو موضوع ہوگی یا اس کا مطلب کوئی دوسرا ہوگا۔ (ملخصاً اربعین حدیث ص ۵)

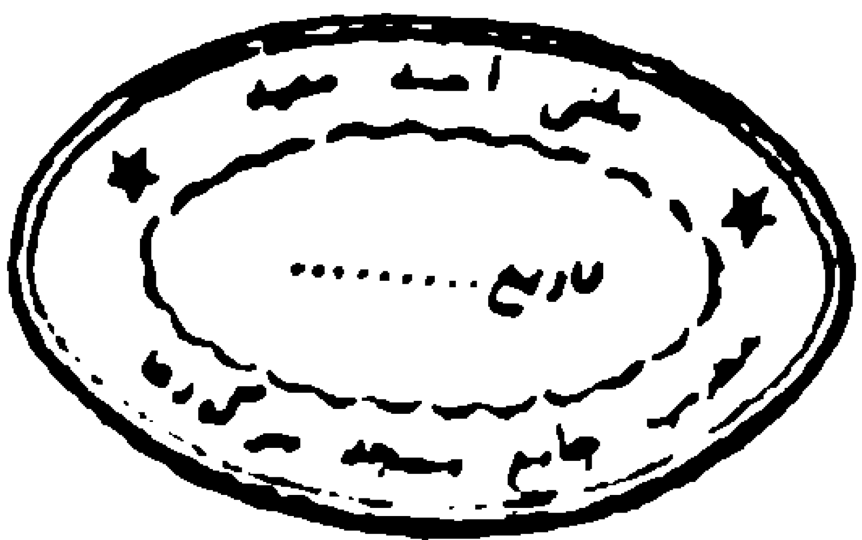
۳...... اللہ تعالیٰ تو فرمائے اے میرے پیارے حبیب تجھے ان کے کسی عمل کا پتہ نہیں اور یہ کہیں نہیں جی۔ نزدیک سے سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور دور سے سب اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ یہ سچے ہیں یا اللہ تعالیٰ خوب غور سے سوچو۔ (اربعین حدیث ص ۱۱)

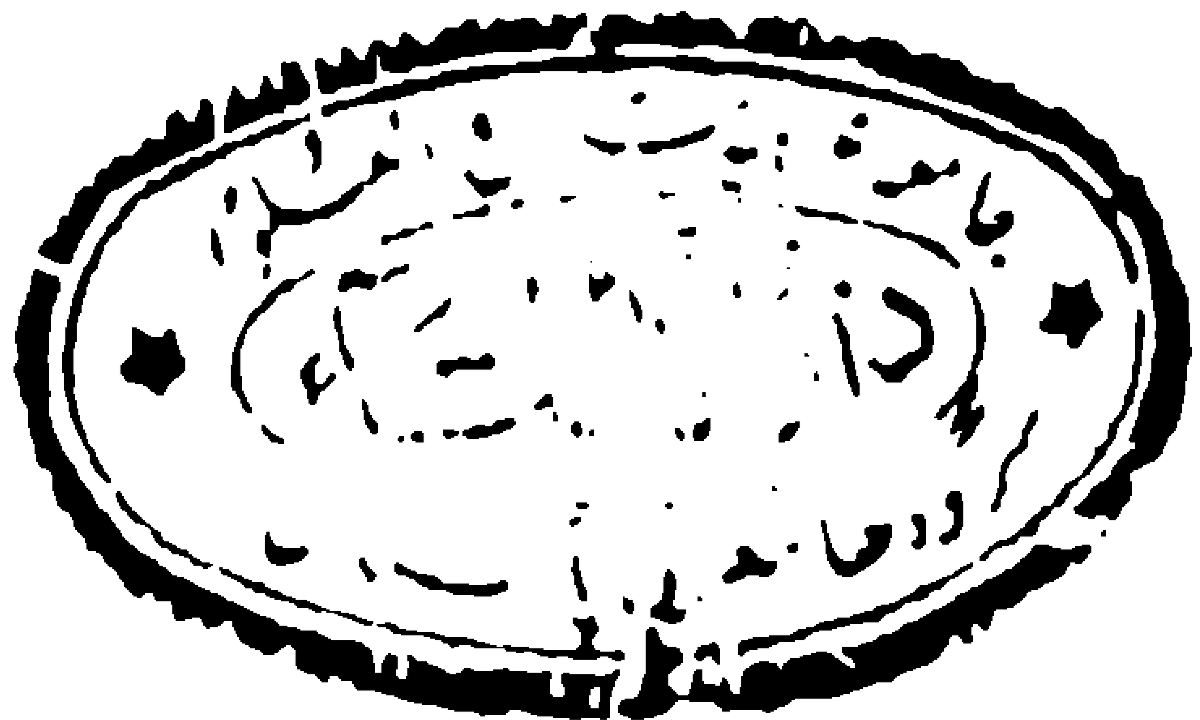
۲۸۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقیدۂ حیات انبیاء علیہم السلام بجسد عنصری تمام اہلسنت والجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے
یہ عقیدہ صرف علماء دیوبند کا نہیں بلکہ ائمہ اربعہ اسی عقیدہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ جیسا کہ قطب ربانی
ابوحنیفہ ثانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔
صرف روافض اور بعض معتزلہ حیات جسمانی کے قائل نہیں۔ اور یقیناً یہ دونوں فرقے اہل بدعت
میں شمار ہیں۔ اور بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ جیسا کہ مفتی اعظم دارالعلوم
دیوبند حضرت مولانا سید مہدی حسن رحمہ اللہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے
فتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے۔ تو جو امام یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الممات محض حیات
روحانی ہے اور جسم اگرچہ محفوظ ہے مگر حیات سے بہرہ ہے اور پھر اسی عقیدہ کی تبلیغ کرتا ہے
اور اس کی ترویج چاہتا ہے۔ بالخصوص اس عقیدہ والا امام مبتدع فی العقیدہ والعمل ہے اس کے
پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ حدیث نبوی ہے تو بعد ازاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
کل بدعۃ ضلالۃ۔ گمراہی ہے اور رسمی ترویج اور اس پر اصرار بحکم الاصرار علی الصغیرۃ
کبیرۃ۔ گناہ کبیرہ ہے تو ایسی حالت میں اس کی امامت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔
پھر ایسے شخص کا علماء دیوبند سے کوئی واسطہ نہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ نے صاف
فرما دیا ہے۔ بہرحال مسئلہ حیات اجساد انبیاء علیہم السلام میں اگر حضرت والا [illegible] ثابت ہے تو صاف کر دیجئے
اپنے آپ کو مسلک کی [illegible] اور دیوبندی کہلا کر علماء دیوبند کو بدنام نہ کریں۔ واللہ المستعان

احمد سعید [illegible]۔ خادم مدرسہ [illegible] اسلام سرگودھا





۴...... بعد از موت سماع و رؤیۃ انبیاء کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے۔ (اربعین حدیث ص ۲۸)

۵...... آنحضرت ﷺ کا درود وسلام عند القبر سننا و جواب دینا یہ قصہ من گھڑت ہے۔ (دعوۃ الارشاد ص ۸)

مولف مولوی اللہ بخش صاحب ککڑ ہٹہ، مؤید عنایت اللہ شاہ صاحب گجراتی

۶...... یہی مسئلہ سماع اموات توحید کے راستوں میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ (اربعین آیات ص ۱۷)

مولف مولوی اللہ بخش مؤید عنایت شاہ صاحب گجراتی

۷...... چلو علی سبیل التنزل کسی صحابی تابعی تبع تابعین کا قول یا عمل ایسا دکھاؤ جو دال بر سماع اور جو من گھڑت حدیث ''من صلی علی عند قبری سمعتہ'' آپ کو اچھال رہی ہے۔ اس پر مکمل بحث ان شاء اللہ اپنے مقام پر آ رہی ہے اور موضوع حدیث پر عمل کرنے کا تمغہ من خدم الشیطان (یعنی شیطان کی خدمت کرنے والوں سے) بھی حاصل ہو جائے گا۔ (ندائے حق ص ۱۳۴، محمد حسین نیلوی سرگودھا)

۸...... خیر القرون میں سے کوئی بھی سماع النبی ﷺ عند قبرہ الشریف کا قائل نہیں بلکہ خیر القرون اور ان کے چار سو سال تک کوئی محدث، مفسر، صحابی، تابعی، تبع تابعین امام سماع عند القبر کا معتقد نہ تھا اور سب کا اجماع تھا کہ نبی ﷺ قبر شریف کے پاس بھی نہیں سنتے۔ چہ جائیکہ دور ہاں درود وسلام حضرت کو پہنچ جاتا ہے۔ مگر پہنچنے اور سننے میں فرق ہے۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ (ندائے حق ص ۱۳۵)

۹...... بیہقی کو ایک لاکھ سے زائد صحابہ میں سے صرف ایک صحابی غیر معروف الفقہ والعدالۃ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ملی، جس کی روایت عموم قرآنی اور عام قاعدہ کے خلاف ہو تو مسترد کر دی جاتی ہے۔ (ندائے حق ص ۱۳۵)

۱۰...... انبیاء علیہم السلام کے اجساد کے محفوظ ہونے کی کوئی حدیث صحیح نہیں اگرچہ ہمارا دعویٰ ہے کہ اجساد محفوظ ہیں۔

(اقامۃ البرہان ص ۲۲۶ تا ۲۳۵)

۱۱...... استشفاع عند قبر النبی ﷺ، وعند قبر الشیخین (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ) فقہاء احناف وغیرہم اور علماء دیوبند کے نزدیک جائز ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر ونور الایضاح وفتاویٰ رشیدیہ وزبدۃ المناسک والشہاب الثاقب میں موجود ہے۔ مگر ایک گروہ جو اپنے آپ کو خالص دیوبندی کہتا ہے اور علماء دیوبند کو بناسپتی دیوبندی کہتا ہے۔ ان کی عبارات حسب ذیل ہیں۔

(۱) حاصل کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مزار مبارک سے استشفاع اجماع صحابہ اور تعامل سلف اور تعامل جمہور اہل سنت کے سراسر خلاف اور بدعت سیئہ ہے۔ ''فماذا بعد الحق الا الضلال''

(اقامۃ البرہان ص ۱۲۳ سجاد صاحب ایڈیٹر رسالہ تعلیم القرآن راولپنڈی)

(۲) اس شرک کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ وہاں قبر پر جا کر مندرجہ بالا پکار ضرور کرو۔ حضور ﷺ سے دعا کراؤ اور حضور ﷺ سے سفارش کراؤ اور دوسروں کا نام لے کر کہو کہ فلاں بندہ فلاں کا بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے۔ پھر صرف حضور ﷺ کو نہ پکارو۔ بلکہ ان کے ساتھی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو بھی پکار پکار کر کہو۔ اے ابابکر رضی اللہ عنہ، اے عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو تم بھی ہماری بات کہو کہ ہماری سفارش کریں اور ہمارے حق میں اللہ سے دعا مانگیں کہ اللہ ہماری سعی قبول فرمائے اور ہمیں اپنے دین پر مارے اور اسی زمرے میں ہمیں اٹھائے۔ پھر کہے الشفاعۃ الشفاعۃ یارسول اللہ وغیرہ وغیرہ! بتاؤ ان کو مشرک کہیں یا نہ۔ (الیٰ ان قال) نیز جو شخص بہاول حق یا معین الدین

اجمیری یا داتا گنج بخش یا شیخ عبدالقادر کو دور نزدیک سے پکارے وہ مشرک ہے تو اس میں کیا فرق ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو پکارے تو موحد اگر ان تین کے علاوہ اوروں کو پکارے تو مشرک۔ (ندائے حق ص ۲۹۸)

(۳) خلاصہ یہ نکلا کہ شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) سے درخواست کہ تم حضور ﷺ کو کہو کہ خدا سے کہیں کہ وہ ہماری مغفرت کرے یعنی واسطہ در واسطہ بریلوی سے ایک قدم آگے وہ تو کہتے ہیں۔ اے فقیر میری تیرے آگے اور تیری اللہ کے آگے (دعا والتجاء) ہے اور بنا پتی دیوبندی فرماتے ہیں۔ ہماری ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے آگے اور ان کی حضور ﷺ کے آگے اور پھر حضور ﷺ کی اللہ کے آگے۔ واہ رے دیوبندیت جدیدہ ترمیم شدہ! (ندائے حق ص ۶۷)

(۴) بس ہم اب آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ جتنی کتابوں میں یہ مسئلہ قبر پر حضور ﷺ سے دعاء استغفار استشفاع کا جو معتبر کتب میں لکھا جا چکا ہے۔ وہ باغیوں کا لکھا ہوا ہے اور بس۔ (ندائے حق ص ۳۱۱)

عذاب قبر کا انکار

قبر اس گڑھے کا نام نہیں جس میں انسان کے دھڑ کو دبایا جاتا ہے بلکہ وہ قبر جس میں عذاب وثواب ہوتا ہے۔ وہ مومن کے لئے علیحدہ مقام ہے۔ یعنی روضۃ من ریاض الجنۃ (البرزخیہ) اور کافر کے لئے علیحدہ مقام ہے۔ یعنی حفرۃ من حفر النیران (البرزخیہ) انہی مقاموں کو علیین اور سجین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے قبر شرعی کی تعریف بیان فرمادی۔ جس میں تنعیم وتعذیب ہوتی ہے اور قبر عرفی (گڑھا) میں تنعیم وتعذیب کی التزاماً تردید ہو گئی۔ وھذا ھو الحق وبہ یقول اھل الحق وبہ ناخذ والحمد للہ رب العالمین! (ندائے حق ص ۳۲۶)

۱...... کیا یہ عبارات مذہب اہل سنت وعلماء دیوبند کے مطابق ہیں یا مخالف۔

۲...... کیا اس قسم کے عقائد رکھنے والے گمراہ ہیں یا اہل سنت ہیں۔

۳...... ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔ المستفتی احقر محمد حبیب اللہ مدرس دار العلوم مدرسہ نعمانیہ شہر ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب باسمہ تعالیٰ

۱...... یہ بات کہ ہم عقائد کی تشریح میں رسول اللہ ﷺ کے محتاج نہیں ہیں، غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے اقوال کو بھی حجت بنایا ہے۔ ''وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم'' نیز رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ''یعلمھم الکتاب والحکمۃ'' بھی فرمایا ہے۔ احادیث بھی وجوب عمل میں قرآن کے حکم میں ہے۔ عقائد کا ثبوت احادیث سے بھی ہوتا ہے۔ عذاب قبر کے متعلق شرح عقائد میں مذکور عقائد اکثر احادیث سے ثابت ہیں۔

۲...... اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مردے نہیں سنتے بلکہ ''ان اللہ یسمع من یشا'' میں سننے کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔ صحیح روایات کو موضوع کہنا باطل ہے۔

۳...... یہ خود آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ میں قریب سے سنتا ہوں اور بعید سے فرشتے درود پہنچاتے ہیں۔

۴، ۵...... سماع انبیاء یہودیوں کی ایجاد نہیں بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید بلفظ من صل علی عند قبری سمعتہ ومن صلے علی نائیا بلغتہ (فتح الباری ص ۲۷۹) دیگر بہت سے ائمہ کبار نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۶...... سماع موتی میں علماء کا اختلاف ہے۔ اگر سماع اموات ثابت بھی ہو تو توحید میں رکاوٹ نہیں بلکہ توحید کی تائید ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہی سنانے والے ہیں۔ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان

۷...... صحابہ اور تابعین کا مذہب بھی یہی ہے کہ قریب سے سنتے ہیں اور بعید سے فرشتے پہنچاتے ہیں۔ حضرت عمر ﷛ کا واقعہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ دو شخص آنحضور ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے آواز بلند کر رہے تھے۔ حضرت عمر ﷛ نے ان کو بلوایا اور پوچھا کہاں کے ہو۔ کہنے لگے طائف کے فرمایا اگر اہل مدینہ میں سے ہوتے تو میں سزا دیتا۔ جب کوئی شخص دیوار میں کیل لگاتا تو حضرت عائشہ ﷝ فرماتیں کہ آپ کیوں آنحضور ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ ﷛ کے بارے میں ہرزہ سرائی کرنا غلط ہے۔ نیز یہ حدیث ابن عمر ﷛ سے بھی مروی ہے۔ کمافی جذب القلوب!

انبیاء کے اجساد کی حفاظت کی حدیث صحیح ہے۔ حافظ ابن حجر قاضی شوکانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

۸...... استشفاع بمعنی توسل جائز ہے۔ قبر اس گڑھے کا نام ہے جس میں مردہ دفن ہو، اسی پر تخفیف عذاب کے لئے آنحضور ﷺ نے شاخیں رکھی ہیں جس شخص کے یہ عقائد ہوں۔ ان کے پیچھے مبتدع ہونے کی وجہ سے نماز مکروہ ہے۔ کمافی الشامی والدر المختار! فقط واللہ اعلم!

(مہر دستخط) مفتی ولی حسن رئیس دارالافتاء الجامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

(کتبہ) رضاء الحق عفا اللہ عنہ دارالافتاء جامعۃ العلوم علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

فتویٰ...... حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرح متین دریں مسئلہ کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور علیہ السلام کی روح مبارک علیین میں ہے۔ آپ کا اپنی قبر اور جسد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ قبر پر درود وسلام پڑھا جائے تو ثواب ملتا ہے۔ لیکن آپ سنتے نہیں۔ یہ کیسا ہے اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کیسی ہے؟ بینوا توجروا! مؤرخہ ۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

حضور پاک ﷺ اپنی قبر شریف میں حیات ہیں۔ اس پر تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ مذکورہ شخص بدعتی ہے۔ امامت کے لائق نہیں۔ مراقی میں ہے ''وکرہ امامت الفاسق والمبتدع بارتکابہ ما احدث علی خلاف الحق اللمتقی عن رسول اللہ ﷺ من عمل او عمل او حال بنوع شبہ او استحسان'' (ص ۱۶۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ نے قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ (مسلم) نماز بلا حیات کیسے ہوئی؟ آپ کی حیات پر فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں۔ فقط واللہ اعلم! بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان

۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۷ھ

۲۹۶

الجواب باسمہ تعالیٰ

[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم [illegible]

[illegible] قرآن کو حکم [illegible]

۲ [illegible]

۳ [illegible] ان اللہ [illegible]

[illegible]

۴ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۵ [illegible]

[illegible]

۶ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۷ [illegible]

[illegible]

[illegible]

۲۹۰

مسئلہ حیات النبی ﷺ کے متعلق

اکابر دیوبند کا مسلک

علمائے دیوبند کا متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام [illegible]
وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات
حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے

صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلف نہیں ہیں لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس میں جو درود پڑھا جائے
بلاواسطہ سنتے ہیں اور یہی جمہور محدثین و متکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اکابر دیوبند نے مستقل رسائل میں بھی تصریحات موجود
ہیں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تو مستقل تصنیف آب حیات انبیاء کرام کی حیات کے ثبوت ہی کے لیے ہے حضرت مولانا
خلیل احمد صاحبؒ جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں ان کا رسالہ المہند علی المفند بھی اہل دانش
اور اہل بصیرت کے لیے کافی ہے اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے تو بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر دیوبند کے
مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

۱۔ مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی نمبر ۵
۲۔ مولانا عبد الحق عفی عنہ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
۳۔ مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ، سابق ناظم امور مذہبیہ بہاولپور
۴۔ مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ
۵۔ مولانا شمس الحق عفا اللہ عنہ صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۶۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور
۷۔ مولانا مفتی محمد حسن مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
۸۔ مولانا محمد رسول خان عفا اللہ عنہ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور
۹۔ مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ مہتمم دار العلوم کراچی
۱۰۔ مولانا احمد علی عفی عنہ امیر انجمن خدام الدین لاہور (تلک عشرۃ کاملۃ)

منجانب:۔ حیات الانبیاء سوسائٹی گجرات

۲۹۹

(۷ ۸ ۲) [illegible]

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ
یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک علیین میں ہے۔
آپکا اپنی قبر اور جسد سے کوئی تعلق نہیں۔ قبر پر درود و سلام پڑھا
جائے تو نہ سنتے ہیں، کیسی آپ سنتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟
اور ایسے عقیدہ والے کی امامت کیسی ہے؟ [illegible]

الجواب

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں حیات ہیں۔ اس پر
تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ مذکورہ شخص بدعتی ہے
امامت کے لائق نہیں۔ درمختار میں ہے وکرہ امامۃ الفاسق
والمبتدع بارتکابہ ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبہۃ او استحسان
(ص ۱۶۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں نماز
پڑھتے دیکھا (مسلم) کیا یہ حیات نہیں ہوئی؟ آپکی حیات پر
علماء کرام کی تحریرات موجود ہیں ---- فقط واللہ اعلم
بندہ [illegible]

۲۲/۲/۱۴۰۵ھ



مسئلہ سماع صلوٰۃ وسلام وحیات النبی ﷺ کے متعلق

حضرت مولانا محمد شریف شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان اور اکابر علماء ملتان کا متفقہ فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً ومسلماً!

رسالہ ''تنبیہ الغافلین علیٰ اقوال الخادعین'' پر جو تقریظ ہے اور جسے بعنوان ''فتویٰ'' منجانب خطباء اہل سنت والجماعت ڈیرہ اسماعیل خاں شائع کیا گیا ہے۔ وہ عبارت میری ہے۔ میں اب بھی اس کا قائل ہوں کہ اگر روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو آپ خود سنتے ہیں۔ بلکہ جمیع اہل سنت والجماعۃ اس کے قائل اور مثبت ہیں اور تمام اکابر دیوبند کا یہی عقیدہ ہے۔ ''جو شخص اس عقیدے کو عقائد شرکیہ یا بدعیہ میں شمار کرتا ہے۔ وہ بالکل جاہل اور پرلے درجے کا احمق اور ملحد ہے۔ وہ حقیقت شرک سے قطعاً ناآشنا ہے۔ مسلمانوں کو ایسے شخص سے دور رہنا چاہئے۔'' اب میں علی وجہ البصیر بتائید مفتیان خیر المدارس وقاسم العلوم ملتان مذکورہ بالا عقیدے کی اشاعت کی اجازت دیتا ہوں جو اس کے خلاف میری طرف منسوب کر کے شائع کیا جائے۔ اسے غلط سمجھیں۔

میری طرف منسوب کر کے ''اعلان براۃ'' کے عنوان سے جو تحریر منجانب اشاعت التوحید والسنۃ ڈیرہ اسماعیل خاں شائع کی گئی ہے۔ وایک حدیث (من صلی علی عند قبری سمعتہ) کی ایک سند کے بارے میں فنی بحث تھی۔ لیکن کسی حدیث کی سند کا متکلم فیہ ہونا اس کے مضمون کے بطلان کی دلیل نہیں۔ خود ابن عبد الہادی نے اسی حدیث کے مضمون ومعنی کو صحیح قرار دیا ہے۔ (الصارم المنکی ص ۱۱۳)

اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ حضور ﷺ قبر کے پاس سے سلام خود سنتے۔ علامہ شوکانی اسی قسم کی ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ثم حکم ابن عبد البر مع ذلک بصحتہ لتلقی العلماء لہ بالقبول'' پھر ابن عبد البر نے اس بحث کے باوجود یہ فیصلہ دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (ص ۲۸۲) اس لئے کہ تمام علماء نے اسے قبول کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم!

التحریر صحیح محمد شریف عفاء اللہ عنہ جالندھری محمد شریف کشمیری شیخ الحدیث وصدر مدرس خیر المدارس ملتان

۲۶ ر جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

مہر مہتمم مدرسہ خیر المدارس رجسٹرڈ ملتان شہر، الحق مع الجماعۃ بندہ محمد صدیق مدرس خیر المدارس ملتان

اہل السنۃ والجماعت کا متفقہ عقیدہ یہی ہے کہ روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام کو حضرت ﷺ خود سنتے ہیں اور دور سے صلوٰۃ وسلام بذریعہ ملائکہ پہنچایا جاتا ہے۔ الجواب صحیح: محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ۲۷ ر جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

حضور پاک ﷺ کے روضہ اقدس پر جو شخص صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے۔ آپ ﷺ اس کا صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں۔ یہ سب اکابر دیوبند کا یہی مسلک ہے۔ فقط واللہ اعلم! بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ ۲۶ ر جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بلاخوف وتردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ آج تک اہل سنت والجماعت کا کوئی فرد کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ دنیا کے کسی خطہ میں اس کا کوئی قائل نہیں رہا کہ آنحضرت ﷺ اور اسی طرح دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کی روح

مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی۔ علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی۔ سیرت کی ہو یا تاریخ کی۔ کہیں بھی یہ صراحت نہیں ہے کہ آپ عند القبر صلوٰۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ اس لئے جو شخص عدم سماع عند القبر کا عقیدہ رکھے۔ وہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ فقط واللہ اعلم!

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان، ۲۶/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

اکابر دیوبند کا مسلک یہی ہے کہ روضہ مطہرہ پر صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ بلا واسطہ سنتے ہیں۔ جامع قاسم العلوم ملتان ۲۶/ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

الفتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل کے بارہ میں بتفصیل تحریر فرمادیں۔ نوازش ہوگی۔ کیونکہ پاکستان میں اس مسئلہ میں بڑا اختلاف ہے اور ہر فریق آپ کا نام لیتا ہے۔ شاید آپ کی تفصیل کے بعد صلح ہوجائے۔ زید وبکر کا اختلاف ہے۔

	زید کا عقیدہ	بکر کا عقیدہ
۱	نبی کریم ﷺ وفات کے بعد اپنے روضہ اقدس کے اندر زندہ ہیں اور آپ کی زندگی جسمانی ہے اور برزخی ہے۔ روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام فرشتوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے۔	نبی کریم ﷺ وفات کے بعد اپنے روضہ اقدس کے اندر زندہ نہیں ہیں اور آپ کی زندگی روحانی ہے۔ روضہ اقدس پر پڑھا ہوا صلوٰۃ وسلام نہیں سنتے بلکہ دور ونزدیک کا صلوٰۃ وسلام اللہ کے واسطے سے نبی کریم پر پیش ہوتا ہے۔ جسم بے روح قبر میں محفوظ ہے۔
۲	قبر سے مراد وہی قبر ہے جس میں مردہ کا جسم دفن کیا جاتا ہے اور مردہ کو عذاب قبر ہوتا ہے اور یہ عذاب جسم کو ہوتا ہے روح کے تعلق کے ساتھ اور جسم کا تعلق باقی رہتا ہے۔	قبر سے مراد یہ قبر نہیں بلکہ یہ مجازی قبر ہے روح جسم کا تعلق موت کے بعد بالکل منقطع ہوجاتا ہے۔ سوال وجواب وعذاب علیین وسجین میں روح مع مثالی جسم ہوتا ہے۔
۳	دعاؤں کے اندر انبیاء اور اولیاء کا وسیلہ طلب کرنا جائز ہے۔ یعنی وسیلہ بالذات جائز ہے۔	دعاؤں میں انبیاء واولیاء کے طفیل سے دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ صرف اعمال کا وسیلہ جائز ہے۔ وسیلہ بالذات بالاحیاء جائز نہیں اور نہ بالاموات جائز ہے۔

زید کا عقیدہ صحیح ہے یا بکر کا عقیدہ صحیح ہے۔ صحیح عقیدہ علماء دیوبند کے نزدیک جو ہے اس کی مختصر تصریح ضروری ہے۔ فقط بینوا توجروا!

خادم اہل سنت محمد یعقوب ہرتولی پاکستان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب حامداً ومصلیاً!

صورت مذکورہ میں زید کا جو عقیدہ لکھا ہے وہ صحیح عقیدہ ہے۔ فقط واللہ اعلم!

حبیب الرحمن خیر آبادی عفا اللہ عنہ مفتی دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فریقین کا متفقہ فیصلہ

حضور ﷺ کی حیات مبارکہ بعد الوفات حیات دنیویہ نہیں ہے بلکہ برزخی جسمانی ہے۔ یعنی جسم مثالی سے نہیں ہے۔ آپ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں ہے اور روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہے اور تعلق کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

امیر عبداللہ بقلم خود	مولوی حبیب اللہ بقلم خود	بندہ عبدالحکیم عفاء اللہ عنہ
عبدالسلام عفی عنہ	عبدالقدوس عفی عنہ	عبدالستار بقلم خود
عطاء الرحمن رحمانی عفاء اللہ عنہ	اللہ نواز بقلم خود	محمد اسلم بقلم خود
غلام فرید		

وضاحت: یہ مناظرہ ڈیرہ اسماعیل خان کے قریب موضع مندھراں میں مذکورہ تاریخ کے مطابق ہوا جس میں جمعیۃ اشاعۃ التوحید والسنۃ کے مناظر مولوی امیر عبداللہ نے دلائل بیان کرتے ہوئے فتویٰ لگایا کہ جو آدمی قیامت سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی حیات روح مع الجسد کا قائل ہے۔ وہ منکر قرآن ہے۔ حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی مناظر اہل سنت والجماعت (علماء دیوبند) نے دلائل بیان کرتے ہوئے حیات انبیاء علیہم السلام کی روح مع الجسد ثابت کی ہے اور امیر عبداللہ کی باتوں کا مسکت جواب دیا جس کے باعث وہ عاجز ولا جواب ہوا۔ بالآخر طے پایا کہ مناظرہ کے بجائے فیصلہ کیا جائے تو یہ فیصلہ ہوا جس کو قارئین کرام نے پڑھ لیا ہے۔ تحریر کے علاوہ اس فیصلہ کو دونوں مناظرین نے پڑھ کر سنایا جس کو کیسٹ میں محفوظ کیا گیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک! لیکن یہ لوگ اب اس عقیدہ پر قائم نہیں ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی معاہدہ اور فیصلہ ہوا تھا۔ مگر یہ لوگ وقتی ضرورت کے تحت اس کو تسلیم کر کے بعدہ انکار کر دیتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے۔ آمین!

باب رد الفتاویٰ

غلط فتوؤں کی تردید

فتویٰ نمبر ۱: نیلوی صاحب کے شاگرد جناب فیاض احمد صاحب (اسٹیٹ بینک آف پاکستان مال روڈ راولپنڈی) نے نیلوی صاحب کی خدمت میں ایک سوال بھیجا تھا جس کا نیلوی صاحب نے جواب دیا ہے۔ راقم الحروف اس استفتاء وجواب استفتاء کو بعینہٖ نقل کرتا ہے۔ قارئین کرام ملاحظہ کریں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی استاد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد گزارش ہے کہ کیا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ عند القبر سماع موتی کے قائل ہیں یا عدم سماع کے قائل ہیں۔ ان کا جو مسلک بھی ہے۔ بحوالہ تحریر فرما کر ہم پر احسان فرمائیں۔ جزاک اللہ تعالیٰ والسلام مع الاکرام السائل احقر فیاض احمد غفرلہ!

المغنی لابن قدامہ حنبلی اور تکملہ شرح المذہب للسبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ میت قبر کے پاس کچھ نہیں سنتا۔ پھر انہوں نے دلیل میں قرآن شریف کی یہ آیت فرمائی: "انک لا تسمع الموتی" اور "وما انت بمسمع من فی

القبور" پھر فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ پھر فرمایا: "وبہ قال الشافعی رحمہ اللہ" اس عبارت میں اس امر کی تصریح ہوگئی کہ ان دونوں اماموں کا اس مسئلہ میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ اتفاق ہے اور امام مالک کی کتابیں ہمیں مہیا نہیں ہوئیں اور جو موطا امام مالک موجود ہے۔ اس میں یہ مسئلہ بالتصریح نہیں۔ مگر اشارہ ملتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ جسم قبر عرفی میں مدفون ہے اور پھر روح کو قیامت کے دن اس جسم میں واپس بھیجے گا۔ جب روح یہاں نہیں تو سنا کہاں سے۔ کیونکہ سنتی تو روح ہے اور روح اب قبر میں ہے نہیں۔ قبر میں پڑا ہے دھڑ وہ نہیں سنتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ سماع موتی کے قائل نہیں۔ یہی سبکی خدا کو معلوم کیوں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ضد میں سماع موتی کا قائل ہو جاتا ہے۔ جب تکملہ شرح مہذب میں عدم سماع موتی کی نسبت بڑی صراحت کے ساتھ امام شافعی کی طرف نسبت کی ہے۔ پھر سبکی نے جو ضد میں کہی یارلوگوں نے اسی بات کو لے کر مشہور کر دیا۔ چونکہ سبکی شافعی مسلک کا مقلد تھا۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک عدم سماع موتی ہے۔ ولیس کذالک! محمد حسین غفرلہ، صدر مدرس ضیاء العلوم سرگودھا

<u>الجواب</u>: نیلوی صاحب کا یہ جواب فیاض احمد صاحب نے ۱۴ مارچ ۱۹۸۶ء کو ہمارے استاذ مکرم حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر دامت برکاتہم کی خدمت میں بھیج کر جواب طلب کیا تھا۔ حضرت استاذ مکرم نے مولانا مفتی عبدالشکور صاحب مفتی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کو اس کے جواب لکھنے کا حکم دیا۔ مولانا مفتی عبدالشکور صاحب نے نیلوی صاحب کا یہ جواب راقم الحروف کو دکھایا تو راقم الحروف نے اس کے جواب لکھنے کی خواہش کی۔ چنانچہ مفتی صاحب نے یہ جواب میرے حوالے کر دیا۔ راقم الحروف نے اس کا طویل اور مفصل جواب لکھا۔ مگر مفتی صاحب نے اس کا خلاصہ نکال کر مختصر سا جواب فیاض احمد صاحب کو روانہ کر دیا تھا۔ اب اس فتوے کا مکمل جواب لکھا جاتا ہے تاکہ قارئین کرام پڑھ کر نیلوی صاحب کی ایمانداری کے بارے میں اپنا کوئی نظریہ ورائے قائم کرسکیں۔ فلہذا جواب ملاحظہ ہو۔

<u>الجواب</u>: محترم جناب فیاض احمد صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد ازیں گزارش ہے کہ جناب نے نیلوی صاحب کا یہ فتویٰ جو ہمارے پاس تبصرہ و جواب کے لئے بھیجا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے۔ محترم فیاض احمد صاحب آپ کے استاذ نیلوی صاحب بات کو خلط ملط کرنے اور ملاوٹ کرنے میں بڑے ماہر ہیں۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں۔ موجودہ دور کے علماء دین حق میں ملاوٹ کرنے کے بڑے ماہر ہیں۔ (ندائے حق ج اول ص ۲۰۴)

<u>نیلوی صاحب کا دھوکہ نمبر ۱</u>: المغنی ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ اور تکملہ شرح مہذب کے حوالے سے نیلوی صاحب نے جو امام شافعی رحمہ اللہ و امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ وہ کتاب الایمان (قسموں کے) بیان میں مذکور ہے۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۹،۴۷)

اور قسموں کا دارومدار عرف پر ہوتا ہے۔ اس لئے نیلوی صاحب نے اس حقیقت کو چھپا دیا اور ظاہر نہ کیا۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

<u>دھوکہ نمبر ۲</u>: نیلوی صاحب نے امام شافعی رحمہ اللہ و امام احمد رحمہ اللہ کو جو عدم سماع موتی کا قائل قرار دیا ہے، یہ نیلوی صاحب کا دجل و فریب ہے۔ خود نیلوی صاحب لکھتے ہیں:۔ اس اصول کے تحت امام شافعی رحمہ اللہ یہاں بھی اس عام کتاب اللہ کو خبر واحد کے ذریعے مخصوص فرما رہے ہیں۔ اسی لئے وہ قریب سے اہل قبور کے سننے کے قائل ہیں اور یہی مسلک ان کے شاگرد امام احمد بن حنبل کا ہے۔ جب عام اموات کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوا تو انبیاء

کرام علیہم السلام کے بارے تو بطریق اولیٰ یہی عقیدہ ہوگا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۲۰۶)

نیز نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔البتہ بعض حنفیہ جو دوسرے ائمہ کے مقلدین کی کتب مبنی کر کے ان کے مسلک کے ہمنوا ہو گئے ہیں اور دوسرے ائمہ کے مقلدین سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں، اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کا اپنا مسلک یہ ہے کہ میت کوئی بھی ہو، اس کی قبر جا کر السلام علیکم کہا جائے تو میت سنتا ہے۔خواہ اس سننے کی کیفیت کچھ بھی ہو تو اس عموم کے تحت سب ہی اموات آ جاتے ہیں۔خواہ عامی ہوں، خواہ خواص۔خواص میں سے صوفی ہوں، عالم، فاضل ہوں۔اولیاء اللہ اور صالح ہوں۔شہید ہوں یا صدیق ہو یا پیغمبر ہوں۔کچھ فرق نہیں۔جب قاعدہ کلیہ ہو گیا تو اس میں یہ سوال پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں کہ شوافع مالکیہ حنابلہ سماع عند القبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی طرح قائل ہو گئے۔جب کہ خود ہی اس حدیث پر پرزور جرح بھی کرتے جاتے ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۴)

نیلوی صاحب نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے قائل ہیں۔

(ندائے حق جلد ثانی ص ۱۵۰، ۱۶۷)

پس محترم فیاض صاحب نیلوی صاحب کی دھوکہ دہی کا خود اندازہ کر لیں۔

دھوکہ نمبر ۳: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے بارے میں نیلوی صاحب نے دھوکہ و دجل وفریب سے کام چلایا ہے۔حالانکہ ابھی نیلوی صاحب کی (ندائے حق جز ثانی ص ۸۴) کے حوالہ سے شافعیہ، مالکیہ، حنابلہ کا مسلک سماع موتی کا قائل ہونا ذکر کیا گیا ہے

جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

دھوکہ نمبر ۴: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک عدم سماع موتی یقین کے ساتھ نقل کرنا یہ بھی دھوکہ ہے، غلطی ہے۔راقم الحروف نے ایک مستقل باب اسی کتاب میں باب سماع الموتی عند الامام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عنوان سے قائم کر دیا ہے۔اس کی تحقیق دلائل کے ساتھ وہاں مذکور ہے۔اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

دھوکہ نمبر ۵: نیلوی صاحب المغنی ابن قدامہ اور تکملہ شرح المہذب للسبکی شافعی کے حوالہ سے جو یہ لکھا ہے۔پھر انہوں نے دلیل میں قرآن شریف کی آیت فرمائی۔''انک لا تسمع الموتی'' یہ نیلوی صاحب کا دھوکہ وخالص جھوٹ ہے۔ان دونوں کتابوں میں آیت: ''انک لا تسمع الموتی'' کا اس مقام میں کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۷، ۳۹)

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے

دھوکہ نمبر ۶: نیلوی صاحب نے جو اس جواب میں تحریر کیا ہے، یہی سبکی خدا کو معلوم کیوں امام تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی ضد میں سماع موتی کا قائل ہو جاتا ہے۔نیلوی صاحب نے یہ بات اس وقت لکھی جب کہ وہ خدا تعالیٰ کے خوف سے بے نیاز ہو چکا تھا۔اس لئے کہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ خود سماع موتی کے قائل ہیں تو سبکی پر ضد میں عقیدہ سماع موتی کا قائل ہونے کا الزام محض بدحواسی کی بناء پر ہے۔معلوم ہوا کہ نیلوی صاحب کا عقلی توازن خراب ہو گیا ہے۔

بگڑی ہوئی عقل سے حماقت بہتر دھوکے کی محبت سے عداوت بہتر

نیلوی صاحب خود لکھتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبد الہادی ہوں یا ابن حجر، سیوطی، نووی، عیاض ہوں یا شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ملا علی قاری وغیرہ ہوں سب سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لئے قائل

ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۵)

نیز نیلوی صاحب امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب (الرد علی الاخنائی ص ۲۵۵) کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔ البتہ وہ لوگ جو آپ ﷺ کی قبر اطہر کے قریب (عند قبر النبی ﷺ) کھڑے ہو کر آپ پر سلام کہتے ہیں تو آپ ﷺ جواباً ان کو سلام کہتے ہیں۔ جس طرح کہ تمام مومن بھی جب ان پر سلام کہا جاتا ہے تو وہ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس میں رسول اکرم ﷺ کی خصوصیت نہیں ہے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۸۷)

نیز نیلوی صاحب نے اس طرح یہ حوالہ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۸۳) میں بھی ذکر کیا ہے۔ پھر نیلوی صاحب نے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

یہ ابن تیمیہ اور سماع موتی کے قائلین کا خیال ہے جو حنفیہ کے لئے حجت نہیں۔ محترم فیاض احمد صاحب اپنے استاذ نیلوی صاحب کی دیانت وامانت کا اندازہ لگالیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ابن تیمیہ کی ضد میں سبکی سماع موتی کا قائل ہو گیا ہے۔ کبھی کہتے ہیں ابن تیمیہ خود سماع موتی کا قائل ہے۔ نیلوی صاحب کے دھوکہ کا اندازہ کریں۔

چمن کے رنگ و بو نے اس قدر دھوکہ دیا مجھ کو — کہ میں نے ذوق گل بوسی میں کانٹوں پہ زباں رکھ دی

دھوکہ نمبر ۷: نیلوی صاحب نے علامہ سبکی کے متعلق لکھا ہے۔ جب تکملہ شرح مہذب میں عدم سماع موتی کی نسبت بڑی صراحت کے ساتھ امام شافعی کی طرف نسبت کی ہے۔ یہ بھی نیلوی صاحب کی سخت غلط بیانی ہے۔ علامہ سبکی نے امام شافعی کی طرف عدم سماع موتی کی نسبت صراحۃً کہیں نہیں کی بلکہ اشارۃً بھی نسبت نہیں کی بلکہ انہوں نے امام شافعی کا نام تک ذکر نہیں کیا۔ (ندائے حق جلد ثانی ص ۳۷)

محترم فیاض احمد صاحب آپ کے استاذ نیلوی صاحب کے ایک فتویٰ کی یہ حالت ہے کہ وہ غلط بیانیوں اور دھوکہ بازیوں سے پر ہے تو ان کی دیگر کتابوں کی کیا حالت ہوگی۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

فتویٰ نمبر ۲: جناب فیاض احمد صاحب نے ایک اور مطبوعہ فتویٰ بھیجا ہے جس کو من وعن نقل کیا جاتا ہے جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ مردہ دفن کیا ہوا انہیں آنکھوں اور انہیں کانوں کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں، مہربانی فرمادے۔

الجواب: اس شخص کا یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مدرسہ امینیہ دار الافتاء اسلامیہ دہلی ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء

(نوٹ) اصل فتویٰ ضیاء الحق ناظم مدرسہ ضیاء العلوم بلاک ۱۸ سرگودھا کے پاس محفوظ ہے۔ ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔

الجواب: یہ فتویٰ جعلی دمن گھڑت ہے۔ اس کی نسبت حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کی طرف درست نہیں ہے۔ یہ محض نیلوی صاحب کے معصوم ہاتھوں کی کارروائی کا نتیجہ ہے۔

دلیل نمبر ۱: اس استفتاء کی ابتداء میں نہ تو کیا فرماتے ہیں علماء دین کا عنوان قائم کیا گیا ہے نہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کو سلام مسنون سے نوازا گیا ہے، نہ سائل و مستفتی کا نام مذکور ہے کہ وہ کون اور کہاں کا رہنے والا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پوشیدگی میں کوئی راز ہے۔

۳۱۲

۳۱۲



مفتی اعظم ہند ابو حنیفہ ثانی مولانا محمد کفایت اللہ کا فتویٰ

جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ
وہ دفن کیا ہوا اندر انکھوں اور
[illegible] سنتا اور دیکھتا
ہے اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں
مہربانی فرماوے

جواب

جس شخص کا یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے اس کے پیچھے
نماز نہیں ہوتی محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ



[illegible]

آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

دلیل نمبر ۲: اس استفتاء کے الفاظ کو ایک سوچی سمجھی شرارت کے تحت بگاڑا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ سائل کوئی جاہل قسم کا شخص تھا جس کو اردو لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ چنانچہ انہیں آنکھوں کے الفاظ پر غور کریں۔ صحیح الفاظ یوں ہونے چاہئے تھے۔ انہیں آنکھوں پھر آگے انہیں کانوں کے الفاظ بھی درست نہیں۔ صحیح یوں ہونے چاہئے تھے۔ (انہیں کانوں)

دلیل نمبر ۳: یہ استفتاء کب کیا گیا تھا۔ اس کے آخر میں تاریخ درج نہیں۔ البتہ فتویٰ کے آخر میں ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء درج ہے۔ جب کہ اصل فتویٰ جس ضیاء الحق کے پاس موجود ہے۔ وہ اس تاریخ کو پیدا بھی نہ ہوئے تھے تو ان کے پاس یہ فتویٰ کہاں سے آ گیا۔ نیلوی صاحب بھی اس زمانہ میں حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے شاگرد نہ بنے تھے تو یہ فتویٰ کہاں سے برآمد ہو گیا ہے۔ کچھ تو بتایئے۔

دلیل نمبر ۴: اتنا پرانا فتویٰ جب موجود تھا تو اس کو کسی رسالہ یا کتاب میں کیوں شائع نہیں کیا گیا، نہ تو ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی کے پرانے پرچوں میں اس کا نام و نشان ملتا ہے۔ نہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب نے اس کو مسالک العلماء میں شائع کیا ہے۔ جب کہ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا ایک اور مفتی جس کی مہر میں ۱۹۱۵ء لکھا ہوا ہے اور مذکورہ بالا فتویٰ سے بعد کا ہے۔ اس کو (مسالک العلماء ص ۲۱۴، ۲۱۵) میں درج کیا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ قاضی شمس الدین صاحب بعد کا فتویٰ تو اپنی کتاب میں مفتی صاحب کا درج کرتے ہیں اور یہ جو پہلے کا ہے، اس کو درج نہیں کرتے۔ سب سے پہلے اس فتویٰ کو نیلوی صاحب نے اپنی کتاب شفاء الصدور مترجم طبع اوّل کے آخر میں لگایا۔ نیلوی صاحب کی یہ کتاب ۱۹۶۸ء میں طبع ہوئی ہے۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کی وفات ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳ء میں ہو چکی تھی۔ فلہٰذا نیلوی صاحب اور اس کے شاگرد ضیاء الحق صاحب کی گواہی مردود ہے۔ نیلوی صاحب خیانتیں و تحریفیں کرنے کا عادی مریض ہے۔ جیسا کہ باب الخیانات و باب التحریفات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ محترم فیاض صاحب ان دلائل سے ثابت ہوا کہ یہ فتویٰ جھوٹا و من گھڑت ہے۔ جب نیلوی صاحب کے نزدیک امام شافعی و امام احمد و مالکیہ حضرات سماع موتی کے قائل ہیں تو کیا ان کے پیچھے بھی نماز ناجائز تھی۔ اسی طرح نیلوی صاحب لکھتے ہیں۔ امام بخاری کا مسلک ہے کہ روح کے اعادہ کے بغیر بھی مجرد جسم سن بول سکتا ہے۔ (ندائے حق جز اوّل ص ۲۶۰)

تو کیا امام بخاری کے پیچھے بھی نماز ناجائز تھی۔ ''لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم''

فتویٰ نمبر ۳: جناب فیاض احمد صاحب لکھتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم مولانا سرفراز خاں صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج گرامی گزارش ہے کہ چند مسائل کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔ بندہ احسان مند و شکر گزار ہو گا۔ (۱) یزید کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے۔ (۲) یزید کے ہاتھ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت خلافت کر لی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یزید پر فسق کب طاری ہوا اور اس امر کا ثبوت کسی معتبر کتاب سے ملتا ہے یا نہیں۔ (۳) اگر یزید فاسق و فاجر تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ نے کیوں نہ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھایا۔

(۴) مولانا محمد حسین نیلوی صاحب نے قرآن و حدیث سے جو یزید کی صفائی پیش کی ہے، اس کے متعلق ارشاد ہو۔
والسلام! السائل فیاض احمد غفرلہ مؤرخہ ۱۴ر مارچ ۱۹۸۶ء

جناب فیاض احمد صاحب نے جو یزید کی صفائی نیلوی صاحب کی طرف منسوب کی ہے وہ یوں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال: امیر یزید بن معاویہ کے متعلق کیا عقیدہ ہونا لازمی ہے جو لوگ امیر یزید کو فاسق و فاجر کہتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں یا نہیں۔ پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ فاسق و فاجر بھی مغفرت یافتہ ہوسکتا ہے اور یزید کے متقی ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ (السائل احقر فیاض احمد غفرلہ)

الجواب بعون الوہاب: امیر یزید بن معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما صحابی بن صحابی رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے ہیں۔ صحابہ کے جم غفیر نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ صحیح سند کے ساتھ ان کا فسق ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ پاک نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ ''والذین آمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنھم من عملھم من شی'' (مشکوٰۃ شریف) میں حدیث ہے: ''لا تمس النار مسلماً رانی اوری من رانی'' (رواہ الترمذی، تتمہ مظاہر حق ج ۴ ص ۸۸) کنز العمال میں اسی مضمون کی ایک حدیث ہے: ''لا یدخل النار من رآنی واولاد من رآنی'' یزید پر طعن کرنا در پردہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنا ہے۔ بلکہ ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن کرنا ہے جنہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور شیعہ حضرات کا مقصد بھی یہی ہے جو آج سنیوں کی زبان سے پورا پورا حل ہو رہا ہے۔ یہ کہنا کہ یزید کے متقی ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ اس عہد میں اصل اتقاء ہے جس کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں اور فسق عارضی چیز ہے۔ اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے جو مدعی فسق یزید ہے۔ وہ دلائل صحیحہ سے فسق یزید ثابت کرے۔ المجیب محمد حسین غفرلہ مدرس مدرسہ ضیاء العلوم سرگودھا!

الجواب: اس کا جواب بھی مولانا مفتی عبدالشکور صاحب نے فیاض احمد صاحب کو بھیجا تھا جس کی تفصیل کا مجھے علم نہیں۔ راقم الحروف اس کا مختصر جواب اپنی تحقیق کے مطابق عرض کرتا ہے۔

۱...... نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ امیر یزید صحابی کا بیٹا ہے اور یزید پر طعن کرنا در اصل و در پردہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا ہے، یہ درست نہیں۔ اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کنعان پر طعن کرنے سے حضرت نوح علیہ السلام پر طعن نہیں ہوتا۔ شمر بن ذوالجوشن پر طعن کرنے سے حضرت ذوالجوشن صحابی رسول پر طعن نہیں ہوتا۔ ابوجہل پر طعن کرنے سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ (بن ابی جہل) پر طعن نہیں ہوتا۔ خطاب، عفان، ابوطالب پر طعن کرنے سے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم پر طعن نہیں ہوتا۔ نیلوی صاحب بے چارہ کم فہمی کا مریض ہے۔ بے چارہ بے سوچے سمجھے لکھتا ہی رہتا ہے۔

۲...... نیلوی صاحب کا یہ کہنا صحابہ کرام کے جم غفیر نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ نیلوی صاحب کا اقرار ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع یزید کی بیعت پر نہ تھا۔

۳...... نیلوی صاحب کا یہ کہنا کہ صحیح سند کے ساتھ ان کا فسق ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ یہ جاہلانہ بات ہے۔ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم اہل مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وکرامۃً کا یزید کی بیعت کو توڑ دینا فسق یزید کی بھاری دلیل ہے۔ چنانچہ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۳) میں اہل مدینہ منورہ کا بیعت توڑ دینے کی صراحت موجود ہے، جس کی بناء پر واقعہ حرہ پیش آیا اور یزید کی فوج نے ۶۳ ھ میں اہل مدینہ پر حملہ کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی اولاد کو شہید کیا اور مدینہ میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا اور ظلم عظیم اور بے حیائی کا ارتکاب کیا۔

حوالہ نمبر ۱: علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ المتوفی ۱۲۳۹ھ میں لکھتے ہیں: ''وصح ان یزید ارسل جیشا الی مدینة حتی قتلوا اهلها وظلموا ظلماً عظیماً وتسمی هذه الواقعة واقعة الحره'' (نبراس ص ۳۳۱) اور صحیح بات ہے کہ یزید نے ایک بڑا لشکر مدینہ منورہ کی طرف بھیجا۔ جنہوں نے مدینہ والوں کو شہید کیا اور بہت بڑا ظلم کیا اور اس واقعہ کا نام واقعۃ الحرہ ہے۔

حوالہ نمبر ۲: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''مع انه کان فیه من الظلم ما کان ثم انه اقتتل هو وهم وفعل باهل الحرة اموراً منکرة'' (منہاج السنہ ج ۱ ص ۲۷) باوجودیکہ یزید میں ظلم تھا۔ سو جو تھا، پھر اس نے اور اس کے لشکر نے اہل حرہ (مدینہ منورہ والوں) کے ساتھ لڑائی کی اور بے حیائی کے کام کئے۔ نیز دیکھئے (منہاج السنہ ج ۲ ص ۲۴۹ تا ۲۵۱) جس میں یزید کو ظالم و فاسق کہا گیا ہے۔

حوالہ نمبر ۳: شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ ''وقوع آں (ای واقعہ حرہ) در زماں شقاوت نشان یزید بن معاویہ است کہ بعد از واقعہ قتل امام حسین رضی اللہ عنہ لشکر انبوہ بہ مدینہ مطہرہ فرستادہ وہتک حرمتہ آں بلدہ مکرمہ ومسجد شریف نبوی کردہ۔ واز صحابہ وتابعین جماعۃ کثیرہ را بقتل رسانید وبشناعت ہائے دیگر نتواں گفت ودر تاریخ مدینہ ذکر آں کردہ شدہ است از آنجا باید جست وبعد از خراب شدن مدینہ ہمیں لشکر را بمکہ فرستادہ وہم دریں سال آں شقی بار البوار رفت'' (اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۹۰)

حوالہ نمبر ۴: ملا علی قاری فرماتے ہیں: ''کانت الوقعته المشهورة فی الاسلام ایام یزید بن معاویة لما انتهب المدینة عسکره من اهل الشام الذین ندبهم لقتال اهل المدینة من الصحابة والتابعین وامر علیهم مسلم بن عقبة المری فی ذالحجة سنة ثلاث ستین'' (مرقاۃ ج ۱۰ ص ۱۳۸)

واقعہ حرہ اہل اسلام میں یزید کے زمانہ میں ہوا۔ جب یزید کے شامی لشکر نے جو اہل مدینہ منورہ صحابہ وتابعین کی لڑائی کے لئے تیار کیا تھا، اہل مدینہ منورہ کو لوٹ لیا اور یزید نے شامی لشکر کا امیر مسلم بن عقبہ مری کو ۶۳ ھ ذوالحجہ میں بنایا تھا۔

حوالہ نمبر ۵: مولانا بحرالعلوم (المتوفی ۱۲۳۵ھ) فرماتے ہیں: ''قال الشیخ عبدالحق الدهلوی قد اراد یزید الشقی بالمدینة سوءً فبعث البعوث فمات علی الفور وکذا الشقی الذی کان امیراً علی هذه البعوث الخبیثة ایضاً مات علی الفور'' (رسائل ارکان ص ۲۸۵ مطبع یوسفی لکھنوی)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۱ھ) نے فرمایا کہ یزید بدبخت نے مدینہ منورہ کی برائی کا ارادہ کیا تو فوراً ہلاک ہو گیا اور اسی طرح وہ بدبخت بھی فوراً ہلاک ہو گیا جو اس خبیث لشکر کا امیر تھا۔

حوالہ نمبر ٦: علامہ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "وھی ایضاً اکبر مصائب الاسلام وخرومہ لان افاضل المسلمین وبقیۃ الصحابۃ وخیار المسلمین من جلتہ التابعین قتلوا جھراً ظلماً فی الحرب وصبراً وجالت الخیل فی مسجد رسول اللہ ﷺ وراثت وبالت فی الروضۃ بین القبر والمنبر ولم تصل جماعتہ فی مسجد النبی ﷺ" (جوامع السیرت ص ۳۵۷ منقولاً)

اور وہ واقعہ حرہ اسلام میں مشکلات اور شگاف ڈالنے کی بہت بڑی کڑی تھی۔ بہترین مسلمان اور باقی ماندہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور جلیل تابعین رحمہم اللہ اس جنگ میں ظلماً وصبراً (باندھ کر بھوکا کر کے) قتل کئے گئے۔ علی الاعلان اور گھوڑے (شامیوں کے) مسجد نبوی ﷺ میں گھومتے رہے اور لید و پیشاب کرتے رہے۔ روضہ اطہر میں درمیان قبر ومنبر نبوی ﷺ کے اور رسول اللہ ﷺ کی مسجد نماز باجماعت نہ ہو سکی۔

حوالہ نمبر ۷: علامہ قسطلانی (شرح بخاری ج ۱۰ ص ۱۲) میں اس واقعہ کو تفصیل سے لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں: "وجالت الخیل فی مسجد رسول اللہ ﷺ" رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں گھوڑے گھومتے پھرتے رہے۔ یہ واقعہ حرہ کے بارے میں چند حوالے ذکر کئے گئے ہیں۔ ورنہ تو قرآن مجید کے اشارات اور صحیح حدیثوں سے اس واقعہ کا ثبوت موجود ہے۔ یہ جگہ اس کی گنجائش نہیں رکھتی کہ اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا جائے۔ فسق یزید کی یہ واقعہ بھاری دلیل ہے۔

مولانا غلام اللہ خان صاحب کا نظریہ یزید کے بارے میں

(اکبر) ساقی صاحب اور اس کے ہم بھائیوں نے مولانا (شیخ القرآن) پر دوران تقریر (برجلسہ سالانہ تعلیم الاسلام اتراء قائد آباد) بذریعہ رقعہ سوال کئے۔ مولانا صاحب نے انہیں جواب دیا کہ یزید بلاشک وشبہ فاجر، فاسق، شرابی تھا۔ لیکن کافر ہرگز نہیں تھا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کے شہید کرنے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ برق حاضر بجواب برق غیب ص ۱۲ مصنف صوفی عبدالغفار صاحب اینڈ توحیدی خادم!

خادم العلماء حق ملک محمد اقبال توحیدی نمائندہ انجمن اشاعۃ التوحید والسنۃ میانوالی

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب کا نظریہ یزید کے بارے میں

قاضی شمس الدین صاحب بخاری شریف کی حدیث "ھلکۃ امتی علی ایدی غلمۃ من قریش" (کہ میری امت کی تباہی چند قریشی لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی) کی شرح میں لکھتے ہیں۔ "کیزید وامثالہ ومعاونیھم" (الہام الباری ص ۱۹۱) مثل یزید اور اس جیسے لوگوں اور ان کے معاونین کے۔ پھر قاضی صاحب یاجوج ماجوج کی دیوار کے کھل جانے کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کنایۃ عن قرب بدالفتن الایۃ بعدہ ﷺ مما وقعت فی زمن یزید وامثالہ الی یومنا ہذا وبعدہ الی ماشاء اللہ! (الہام الباری ص ۱۹۲)

اشارہ ہے ان فتنوں کی طرف جو رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے زمانہ کے قریب آنے والے ہیں جو یزید اور ان جیسے لوگوں کے دور میں ہو چکے ہیں اور آج تک بلکہ قیامت تک جو ہوتے رہیں گے۔ قاضی صاحب نے ان فتنوں کا سب

سے پہلا دور یزید کا دور بتلایا ہے۔ اس لئے یزید کا فسق و فجور متواتر ہے۔ واقعہ حرہ سے کسی نے بھی یزید کو بری نہیں کیا۔

سوال: اگر یزید فاسق فاجر تھا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا نائب کیوں بنایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی بیعت کیوں کی۔

جواب: حضرت گنگوہی رحمہ اللہ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۵۲) میں لکھتے ہیں۔ یزید اول صالح تھا بعد خلافت کے خراب ہوا۔ صحابہ کا بیعت پہلے کرنا اور پھر اس کو توڑنا بھی اس کی دلیل ہے۔ فلہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وصحابہ رضی اللہ عنہم پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

۴..... نیلوی صاحب نے جو یزید کے حق میں آیت پیش کی ہے درست نہیں۔ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ جن نیک لوگوں کی اولاد نیک ہے۔ مگر اپنے بزرگوں کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچ سکی تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی اولاد کو بھی آخرت میں ان بزرگوں کے ساتھ اکٹھا کر دیں گے تا کہ وہ نیک لوگ انہیں دیکھ کر خوش ہوں۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ فاسق و فاجر بدکردار اولاد کو بھی بزرگوں کے ساتھ اکٹھا کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ نیلوی صاحب نے یزید کی صفائی میں پیش کیا ہے اور شیعہ اور بریلوی حضرات کا نظریہ بھی یہی ہے بلکہ یہودیوں کا نظریہ بھی یہی تھا۔ ''نحن ابناء اللہ و احباءہ''

۵...... اس کے بعد نیلوی صاحب نے دو حدیثیں پیش کی ہیں۔ ایک کلمہ اوؑ کے ساتھ ہے جو ترمذی کے حوالہ سے ہے۔ جس کی سند میں موسیٰ بن ابراہیم بن کثیر الانصاری ہے، جس کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وکان یخطیٔ اور خطاء کرتا تھا۔ (تہذیب ج ۱۰ ص ۳۴۳)

دوسری حدیث جو کنز العمال کے حوالہ سے نیلوی صاحب نے پیش کی ہے۔ اس کا مخرج نہیں بتایا۔ ظاہر ہے کہ وہ طبقہ رابعہ یا ثالثہ کی ہوگی۔ جب کہ نیلوی کا وعدہ یہ ہے۔ یاد رہے کہ طبقہ ثالثہ کی اکثر احادیث فقہاء کے نزدیک معمول بہ نہیں بلکہ ان کے خلاف پر اجماع ہو چکا ہے۔ ہم تو اس قاعدہ پر پختہ ہیں اور قاعدہ ہذہ سے سرمو اغماض و اعراض نہیں کرتے۔ (ندائے حق جز ثانی ص ۶۸)

نیلوی صاحب کو یہ حدیث بھی یاد ہوگی۔ ''اذا وعد اخلف'' جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے فلہٰذا لفظ نیلوی صاحب کے ساتھ اگر نیلوی یزیدی صاحب ملا دیا جائے تو امید ہے کہ نیلوی صاحب خوش ہوں گے۔ ناراض نہ ہوں گے۔

میں ان کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی

حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی عفی عنہ

قارئین کرام! باتیں تو اور بھی کافی تھیں، مگر فی الحال اسی پر ہی اختتام کرتا ہوں۔ یار زندہ صحبت باقی!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین!

۱۷/ اکتوبر ۱۹۸۷ء، ۲۳/ صفر ۱۴۰۸ھ

